

دفتر تراویح



مولانا حامد حسن قادری

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



دفتر توارتخ

۱۹۰۱



مُصَنَّفٌ

حامد حسن قادری

© خالد حسن قادری (لندن)

136784

نام کتاب	:	دفتر تواریخ
تصنیف	:	مولوی حامد حسن قادری
سال طباعت	:	۲۰۰۲ء
بہ اہتمام	:	افضال الرحمن
مطبع	:	لبرٹی آرٹ بریس (مالک مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی-۲
قیمت	:	150/- روپے
تعداد	:	۲۰۰

ملنے کے پتے :

1. Afzalur Rahman, 272, Jamia Nagar,
New Delhi-110025
2. M/S. Maktaba Jamia Ltd.
Jamia Nagar, New Delhi-110025

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷۸۶

+

نحمدہ تعلیٰ و نصلیٰ علیٰ رسولہ

۱۳۱۳

= ۲۰۰۰ء

والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد حامد حسن قادری نے اپنی حیات میں تاریخی قطعات کے چار مجموعے مرتب فرمائے تھے۔ وہ سب انھوں نے بہت خوش خط اور کئی رنگ کی روشنائیوں سے تحریر کیے تھے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ عکسی رنگین طباعت کے ساتھ اشاعت ہوتی مگر اس کی استطاعت نہ ہو سکی۔ یہ پہلا مجموعہ دفتر تواریخ کے تاریخی نام کے ساتھ انھوں نے ۱۹۰۱ء میں شروع کیا تھا اور ۱۹۳۵ء تک کے قطعات اس میں درج فرمائے تھے۔ تاریخ اختتام کتاب پر ایک تاریخ میں ان قطعات کی تاریخ بھی بتادی ہے۔

میزان کئی سات سوستر

۱۳۵۵ھ

گویا یہ مجموعہ تقریباً نوے برس پہلے شروع کیا تھا۔ اب برادر عزیز جناب افضل الرحمان صاحب ایم۔ اے۔ کی مساعی جیلہ سے پیش کیا جاتا ہے۔

خالد حسن قادری

۱۲ مارچ ۲۰۰۲ء

میں ۱۸۹۷ء، ۱۳۱۴ھ میں والدہ کے ساتھ پھر اوں سے رامپور میں والد کے پاس آیا اور والد کے انتقال ۱۹۱۳ء، ۱۳۳۱ھ تک ریاست رام پور ہی میں گھر بنا رہا۔ میری تعلیم و تربیت یہیں مدرسہ واسکول میں ہوئی۔

شاعری سے دلچسپی شروع سے تھی۔ شعر کہنا بھی بہت چھوٹی عمر میں شروع کر دیا ہوگا۔ غزلوں کا ایک دیوان مرتب کرنا شروع کیا تھا جو اسی زمانے کا لکھا ہوا کجسہ موجود ہے۔ اور اب مجھے خود پہچانا مشکل ہے کہ یہ خط میرا ہی ہے۔ اس کے بعد کے چند منظوم لطیفے لکھے ہوئے باقی ہیں۔ جو نظم میں غزلوں سے کچھ بہتر ہیں۔

تاریخ گوئی کا شوق کیونکر پیدا ہوا، یہ اب مجھے بھی یاد نہیں آتا۔ شاعری کا شوق تو اکثر بچوں کو پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے کہ ہر پڑھے لکھے گھر میں شعر خوانی یا شعر گوئی کا کچھ نہ کچھ اثر اور ذکر و فکر رہتا ہے۔ ”موزوں طبعی“ کی دولت مبداء، فیاض نے دل کھول کر لٹائی ہے اور عرب و ایران کی طرح ہندوستان نے، اور اس میں بھی مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لی ہے۔ لیکن تاریخ گوئی خاص چیز ہے۔ اس کو شاعری کی صنعت لزوم مالا یلزم کہنا چاہیے تاریخ گوئی کو شاعری سے عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ شاعری کے لیے تاریخ گوئی کی ضرورت نہیں، اور نہ تو تاریخ گوئی کے لیے شاعر ہونا ضروری ہے۔ نثر کے فقروں اور لفظوں میں تاریخ نکال سکتا ہے۔ لیکن شاعر ہونا افضل واقعہ ہے۔

میرے شوق تاریخ گوئی کا طبعی و فطری سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ میں طبعاً عجیب پسند اور نواور پرست ہوں۔ دنیا کی ہر عجیب چیز دلچسپ معلوم ہوتی ہے بشرطیاً۔ بد صورت اور کریہہ المنظر نہ ہو۔ فقدان حسن اور عدم موزونیت کو میری طبیعت برداشت نہیں کر سکتی۔ میں کسی اندھے کانے کی آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ کسی بد ہیئت و طرف میری نظر نہیں اٹھتی بعض عجیب الخلق انسان اور حیوان تماشے کے لیے لائے جاتے ہیں، اس کا سر ضرورت سے زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ کسی کے اور اعضا تعداد و ساخت میں غیر معمولی ہوتے ہیں۔ میں ان کو دیکھنے تو کیا جاتا خود بخود سامنے آجاتے ہیں جب ان دیکھنے والی

نہیں چاہتا غرض میری طبیعت عجیب پسند، جدید پسند، مشکل پسند ہے، چونکہ ہمیشہ سے لکھنے پڑھنے کا شوق رہا اس لیے علم و فن اور شعر و ادب کے ہی نو اور کا شوق رہا۔ منطق کے مغالطے، علم ہیئت کے عجائبات، فن بلاغت کے صنائع و بدائع، علم قیافہ، فال، قیافہ بد قیافہ، تحریر، معنی، پہلیاں وغیرہ عجائبات سے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ انہی میں ایک عجیب و نادر فن تاریخ گوئی ہے۔ اس سے دلچسپی پیدا ہو جانا ظاہر ہے۔

تاریخ گوئی کی تحریک اس طرح ہوئی ہوگی کہ والد مرحوم کو تاریخ گوئی کا شوق تھا۔ ممکن ہے ان کی تاریخیں سنی ہوں اس کے علاوہ، چھوٹے چچامیاں مولوی محمد محسن صاحب فاروقی مرحوم کے پاس پیسہ اخبار آیا تھا۔ اس میں لوگوں کی تاریخیں بھی کبھی کبھی چھپتی تھیں، اور ہر سال نو کے آغاز میں تاریخی ناموں کی طویل فہرست شائع ہوا کرتی تھی۔ بہر حال تیرہ چودہ برس کی عمر سے مجھے تاریخ گوئی کا شوق پیدا ہوا۔

بیسویں صدی تمام عالم کے لیے دور انقلاب لے کر آئی تھی۔ تمام نظام عالم درہم و برہم ہونے والا تھا۔ چنانچہ ایک چوتھائی حصہ گزرتے گزرتے ساری دنیا کی کاپلٹ ہو گئی اس تہلکہ کا نمونہ صدی کے شروع ہوتے ہی یہ نظر آیا کہ ۱۹۰۱ء میں بہت سے بڑے اور مشہور آدمیوں کا انتقال ہوا، مثلاً ملکہ وکٹوریہ، امیر کابل، حکیم عبدالجید خاں دہلوی، امیر منیائی، رستم بند غلام پہلوان، ان کے علاوہ راجپور میں ایک ہردل عزیز شخص فیروز شاہ خاں کا انتقال ہوا اور ہمارے گھر کی ہردل عزیز ماما اشرف کا ایک انتقال ہو گیا۔ میں ان سب کی وفات سے متاثر ہوا، اور سب کی تاریخیں لکھیں۔ یہ میری سب سے قدیم تاریخیں ہیں۔

اس وقت تک نہ شاعری کی مشق تھی نہ شہرت کا سلیقہ، اس لیے ان تاریخوں پر نہ مصرع لگائے نہ اشاعت دی۔ سب سے پہلی تاریخ جس سے میری تاریخ گوئی کی خاندان میں شہرت ہوئی، یہ تھی (انتقال نچو خالہ ہو گیا) یہ مرحومہ ایک غریب بی بی تھیں جو عمر بہر سے صدیق چچا کے گھر پچھراؤں میں رہتی تھیں اور ان کی والدہ ان بیچاری کی خدمت کرتی تھیں۔ سب ان کو نچو بھابی کہا کرتے تھے۔ ان کا انتقال کسی خاص صدمہ کا باعث نہ تھا میں نے ان کو دیکھا بھی مشکل سے ہو گا۔ کوئی وجہ ان کی تاریخ کہنے کی نہ تھی۔ لیکن تاریخ گوئی کا شوق تھا میں اس وقت تک اسکول میں بھی داخل نہ ہوا تھا۔ شام کو ایک ماٹر سے

دفتر تواریخ

انگریزی پڑھنے جایا کرتا تھا۔ خوب یاد ہے کہ ماسٹر کے پاس سوال نکالنے میں وہ مصرع ذہن میں آیا۔ سلیٹ پر لکھ کر عدد نکالے تو پورے ۱۳۱۹ھ نکلے۔ بڑی حیرت اور خوشی ہوئی۔ گھر آکر چھوٹے چچامیاں کو سنایا، ان کو بے حد پسند آیا اور انہوں نے اس کو ایک دلچسپ قطعے میں نظم کر دیا۔ اس دفتر تواریخ کے صفحہ تین پر وہ تاریخ درج ہے۔ یہ مصرعے چچامیاں کے ہیں۔ قطعہ میں بڑی پُر لطف ظرافت تھی اس لیے سارے خاندان میں مشہور ہو گیا۔ سخن فہم بزرگوں مولوی بشیر احمد صاحب قبلہ مرحوم، منشی اشفاق علی صاحب قبلہ وغیرہ نے مصرع تاریخ کی بہت داد دی۔ اور قطعہ کا تو ان بزرگوں نے بھی مزہ لیا جن کا مذاق اڑایا گیا تھا۔

سب سے پہلی تاریخ جو اخبار میں شائع ہوئی ایڈورڈ ہفتم کے جشن تخت نشینی کی تھی ۱۹۰۲ء میں رسالہ انتخاب لاجواب لاہور نے جشن کے متعلق خاص پرچہ شائع کیا تھا اس میں یہ تاریخ چھپی ہے۔ وہ پرچہ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کے بعد گوہر علی خاں رامپوری (سپاہی و کتب فروش) کی تصنیفات کی تاریخیں ان کی کتابوں میں چھپیں۔ یہ صاحب سپاہیوں میں نوکرتھے اور کتابوں کی دکان بھی رکھتے تھے۔ وقت پر نوکری "بجاتے تھے" اور خالی وقت میں رامپوریوں کی طرح ڈنڈے بجانے کی جگہ کتابیں بیچتے تھے۔ ناول لکھتے تھے شاعری کرتے تھے۔ میری ان سے ملاقات ناول بینی کی مد میں ہوئی تھی۔ کرایہ پر ناول پڑھنے کے لیے دیتے تھے۔ سنا ہے اب تک زندہ ہیں اور وہی دونوں شغل جاری ہیں۔ اب تو صد ہا کتابوں کے مصنف ہو گئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ خوش رکھے۔

تاریخ گوئی میں ایک یہ دلچسپ اتفاق بھی ہوتا ہے کہ اپنا کسی کا مصرع ذہن میں آئے اور وہ بجنسہ پورا مادہ تاریخ نکل آئے۔ یہ بات شاذ و نادر پیش آتی ہے اور محض حسن اتفاق ہوتا ہے، لیکن تاریخ گو کے لیے نہایت مسرت و حیرت کا باعث ہوتا ہے مجھے بھی چند بار اس کا تجربہ ہوا ہے۔ ایک تو وہی تجو خالہ والی تاریخ۔ دوسرے امیر نیانی کی تاریخ وفات کے لیے یہ فارسی کا قدیم مشہور مصرع (آن قدح بشکت و آن سہاتی نمائند) تیسری بار مہو چھاوئی کی ترک ملازمت کے وقت یہ مصرع زبان سے نکلا (رخصت اے اہل ۱۹۱۲ء)

مہو جاتے ہیں ہم) اور بجنسہ مادہ تاریخ ثابت ہوا۔ بعض اور تاریخیں بھی اسی طرح آ رہی ہیں و تصنع سے خالی ہیں اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مصرع کا مصرع ذہن میں آ گیا ہوگا، لیکن

دفتر تواریخ

ایسا نہیں ہوا۔ مثلاً یہ مادہ تاریخ (شکر خدا کہ ہو گئے پاس امتحان میں ہم) بہت بیساختہ ہے۔
لیکن بہت الٹ پلٹ کے بعد بنا تھا۔ ۱۹۰۹ء

تاریخ گوئی کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ فی البدیہہ کہہ دی جائے۔ یعنی فرمایش سننے، یا خیال آنے کے بعد بغیر لکھے ذہن میں گردش دے کر چند منٹ میں مادہ نکل آئے۔ یہ بڑی قدرت و مہارت کی بات ہے، اور اگر تاریخ واقعی عمدہ ہو تو بیشک کمال ہے۔ میں اس کمال سے عاجز ہوں۔ چند بار ایسا اتفاق ہوا ہے کہ منٹوں میں تاریخ نکل آئی ہے لیکن وہ نوادر میں سے نہیں ہیں۔ مثلاً لاہور میں شالامار باغ سے واپس آ رہا تھا۔ سواری میں اور احباب بھی ساتھ تھے۔ ان کی باتوں اور ہنسی مذاق کے دوران ہی میں یہ تاریخ ہو گئی (دیکھ کر آئے ہیں شالامار باغ) یا کانپور میں سید ابو محمد صاحب ثاقب کانپوری نے اپنے دیوان کی تاریخ کی

فرمایش کی۔ وہیں بیٹھے بیٹھے ذرا سی دیر میں ان کو یہ مادہ پیش کر دیا (دیوان اشعار ابو محمد ثاقب)۔ ایک مرتبہ میں اور مولوی ولی محمد خاں صاحب کالج سے قریب کی مسجد میں ظہر

کی نماز کے لیے گئے۔ وہاں کسی لڑکے نے کہا راشد الخیری کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس سے پہلے یہ خبر نہ سنی تھی۔ استنجے کے لیے غسل خانہ میں جا رہا تھا۔ چلا گیا۔ وہاں سے نکل کر یہ تاریخ سنائی

اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری راشد الخیری کے عدد (۱۳۵۶) ہیں۔ دو عدد کا تخریب کیا ہے۔ یہ تاریخ کچھ کمالات میں سے نہیں ہے۔ ہر تاریخ لکھنے والے نے اول راشد الخیری کے عدد نکالے ہوں گے۔ اکثر نے دو عدد زیادہ دیکھ کر چھوڑ دیا۔ بعض نے اس سے کام لیا اور تخریب کیا۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ اس سے زیادہ موزوں تخریب اور کسی کا دیکھنے میں نہیں آیا۔ مثال کے طور پر ”عصمت“ کے ماتمی نمبروں میں سے دو تاریخیں درج کرتا ہوں:-

راشد الخیری سے نکال الف اور پھر لکھ دے۔ راشد الخیر
(از محمود اسراہیلی)

سرنگوں بام فلک نے دی ندا راشد الخیری ہے تاریخ وفات
(از سید راحت حسین بی اے بی ایل)

پہلی میں راشد الخیری کے دونوں الف نکالے ہیں۔ اور دوسری میں بام فلک کا سر

یعنی (ب) نگوں کیا ہے۔

بالکل اسی طرح کی بدیہہ گوئی کا ایک لطیفہ یہ ہے کہ ایک دن کالج سے گھر آیا ہی تھا۔ اچکن بھی نہ اتاری تھی کہ ڈاک ملی، اس میں اسلامیہ کالج پشاور سے پروفیسر حبیب کا خط ملا کہ ایک جواں مرگ شخص سید غلام الحسنین کی تاریخ مطلوب ہے۔ کھڑے کھڑے اس نام کے عدد نکالے تو پورا سال وفات۔ یہ دیکھتے ہی معادوسر اشعر موزوں ہو گیا۔ اور اچکن اتارتے اور لکھنے کے لیے بیٹھنے تک پہلا بھی۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر خط ڈاک میں جانے کے لیے تیار تھا۔ تاریخ کا شعر یہ تھا:

مرنے کی یہ نام خود خبر دیتا تھا تاریخ ہے "سید غلام الحسنین"

۱۳۵۴ھ

بعض اور ماڈے بھی فی البدیہہ نکلے ہیں۔ صفحہ ۲۳۳ پر میری تاریخ گوئی کی دو تاریخیں درج ہیں۔ وہ بھی سونے کے ارادے سے پلنگ پر لیٹے لیٹے کہی تھیں۔ بعض تاریخیں صبح کی ہو اخوری کے دوران میں نکلی ہیں۔ مثلاً آگرہ میں ایک شخص آیا تھا جو کئی دن تک شب و روز بائیسکل پر چکر لگاتا تھا۔ قلعہ کے نیچے یہ تماشا ہو رہا تھا اور میں صبح کو ٹہلتے میں اس کو دیکھ کر واپس آ رہا تھا۔ یہ مشہور مصرع ذہن میں آیا (آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو) سیکڑوں اور دہائیوں کے حروف پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ سنہ ہجری سے زیادہ اور سنہ عیسوی سے کم عدد نکلیں گے۔ چلتے ہی چلتے عدد نکالے تو آخری لفظ (تو) کو چھوڑ کر پورا سنہ ہجری نکل آیا۔ اور الفاظ کی ترتیب بدلنے سے پورا مصرع تاریخی بن گیا۔

(بریں مردانہ ہمت آفریں باد) ۱۳۵۵ھ

بعض تاریخیں عجیب نامساعد حالات میں نکالی ہیں۔ مثلاً میرے مخدوم و مکرم حکیم محمد حیات خان صاحب دہلوی طبیب آگرہ کے لڑکے اور لڑکی دونوں کی شادیاں ساتھ ساتھ ہونے والی تھیں۔ حکیم صاحب نے رقعہ شادی پر لکھوانے کے لیے دونوں کی مشترک تاریخ چاہی۔ اتفاق سے میں تعمیل ارشاد سے پہلے سخت بیمار ہو گیا۔ شدید جاڑا بخار آنے لگا۔ نہایت ضعف ہو گیا۔ اسی حالت میں ایک دن تاریخ کا خیال آ گیا۔ اور پلنگ پر پڑے پڑے ہی بڑا المباؤہ نکال لیا۔ (شادی نکاح صاحبزادہ و صاحبزادی حکیم محمد حیات دہلوی) = ۱۳۵۴ھ۔ ایک دن بھڑنے کاٹ کہا یا، بڑی تکلیف ہوئی۔ لیکن اسی تکلیف میں یہ

ایک دفعہ ایسا بھی اتفاق پیش آیا کہ ایک کتاب چھپ رہی تھی۔ کاتب اس کی آخری کاپی لکھ کر مطبع سے گھر لایا۔ کاپی میں کچھ جگہ خالی تھی اس کے لیے مضمون کی ضرورت تھی۔ خیال آیا کہ طباعت کتاب کی تاریخیں لکھ دی جائیں۔ چنانچہ کاتب کو روک لیا، اور میں، عابد حسن، مولوی فیاض رامپوری (جو اس وقت مہمان تھے) تاریخیں نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ حسن اور خالد بھی آگئے اور مادے ڈھونڈنے لگے۔ لڑکوں کو تو عدد بھی یاد نہ تھے، عابد حسن کو بھی مشق نہ تھی، مولوی صاحب کو تاریخ گوئی کا بہت شوق تھا لیکن نہایت ست طبیعت تھی۔ بیشتر محنت میری ہی رہی خود بھی متعدد مادے نکالے اور قطعے لکھے اور دوسروں کے مادوں کو بھی نظم کیا۔ غرض تھوڑی دیر میں اتنی تاریخیں جمع ہو گئیں کہ کتاب کے خالی صفحے کے علاوہ جہاں چند سطروں کی جگہ ملی تاریخیں لکھو ادیں۔ ان میں سے میرے حصے میں دو ایک تاریخیں آئی تھیں وہ صفحہ ۷۴ پر درج ہیں باقی چھ سات تاریخیں دوسروں کے نام پر چسپاں کی گئیں۔

بعض تاریخیں ظریفانہ رنگ کی ایسے لوگوں کے متعلق کہیں اور ان کو سنائیں کہ انہوں نے لطف حاصل کیا اور برانہ مانا۔ لیکن اس طرح کی ایک تاریخ لکھ کر ایک صاحب تک پہنچائی تو انہوں نے بہت ناگواری کا اظہار کیا۔ مصرع تاریخ یہ تھا: (ریش دراز پر یہ عقیقہ نیا سجا) = ۱۳۲۹ھ اس طرح کی بعض تاریخیں غیبت کی حد میں داخل ہیں کہ وہ لوگ سن کر بُرا مانیں گے۔ ان میں سے بعض ہزل و فحش کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور بعض شاید جرم قانونی کی حد میں بھی آجائیں۔ یعنی میرا یہ شوق خبط کی حد تک بڑھا ہوا ہے۔

آیات قرآن سے تاریخ نکالنا بھی ایک کمال ہے۔ اور یہ ذہن کی رسائی اور تلاش نہایت قابل تحسین اور موجب حیرت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کی قرآنی تاریخیں نہایت عجیب و اعلا دیکھنے سننے میں آئیں ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دونوں تاریخیں نہایت عمدہ ہیں (ان العاقبة للمتقين) اور (انی متوفیک ورافعک الیٰ ومطہرک) خصوصاً دوسری بڑی عجیب و غریب ہے پہلی پر اہل فن کو یہ اعتراض ہے کہ عاقبہ کی (ة) ت نہیں بلکہ ہ ہے، اس لیے ۴۰۰ کی جگہ پانچ عدد لیے جائیں گے اور یہاں

دفتر تواریخ

(ت) کے (۴۰۰) شمار کئے گئے ہیں۔ اور ة کو (ت) لکھنا املا ہے قرآن کے خلاف ہے۔ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاواہ کی عمارت کی تاریخ کسی نے آیت سے خوب نکالی ہے: (لِيُذَكِّرَكُمْ وَيُعَلِّمَكُمْ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) اگرچہ اس میں بھی حکمت میں (ت) کے (۴۰۰) عدد لیے گئے ہیں۔ جنگ عظیم یورپ کی تاریخ کسی نے الفاظ قرآن سے عجیب نکالی ہے (بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ)

اس کمال میں میری شرکت ہے بھی، اور نہیں بھی ہے۔ یعنی ایسا شاذ و نادر ہوا ہے کہ کسی واقعہ کے وقت خاص طور پر اس کے لیے قرآن مجید سے تاریخ نکالی ہو۔ بلکہ اکثر و بیشتر یہ ہوا ہے کہ تلاوت کے وقت یاد سے ہی کسی آیت میں مستقبل قریب کا کوئی سنہ نکل آیا اور اس تاریخ کو لکھ کر رکھ لیا۔ جب اس کے مناسب واقعہ پیش آیا وہ تاریخ چپکا دی۔ کتر ایسا بھی ہوا ہے کہ سنہ ماضی نکل آیا، اور تاریخ برجستہ و موزوں ہوئی تو ڈھونڈ کر کسی گزشتہ واقعہ پر چسپاں کر دی۔ اس آخری قسم میں میری ایک عجیب تاریخ داخل ہے۔ یعنی ایک بار ایک آئیہ کریمہ میں ۱۲۹۶ھ نکلے۔ یہ سنہ میری ولادت سے آٹھ سال پہلے کا ہے۔ لیکن تاریخ نہایت نفیس اعلیٰ تھی۔ بیکار چھوڑنے کو جی نہ چاہا۔ اموات خاندان کا رجسٹر دیکھا۔ معلوم ہوا اس سال میں حضرت مولانا فضل عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے۔ یہ میرے پردادا کے چھوٹے بھائی تھے، بڑے کامل درویش اور خاندان نیاز یہ نظامیہ بریلی کے خلیفہ تھے۔ میری والدہ خالہ وغیرہ بہت سے افراد خاندان کے پیرو مرشد تھے۔ تاریخ کے لیے بھی ایسا ہی با صفات آدمی درکار تھا۔ چنانچہ ان کی روح پاک کو اس کا ثواب پہنچا دیا۔ چونکہ اس دفتر تواریخ کے ”دفتری“ کے وجود بے جود سے بھی پہلے کی بات تھی اس لیے اس میں درج کرنے کی گنجائش کہاں تھی۔ اسی رجسٹر پر لکھ دی اور اب یہاں حاضر ہے:- (عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا) ایسی پرانی اور خواہ مخواہ کی تاریخ اور نہیں ہے۔ لیکن اپنے زمانہ تاریخ گوئی کے اندر کی ایسی اور بھی تاریخیں ہیں جو واقعہ کے مدتوں بعد نکلی ہیں۔ ان میں ایک نہایت خوبصورت تاریخ میرے خالہ زاد بھائی محمد عظیم الحق جنیدی کی ولادت کی ہے، یعنی (وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا) یہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اپنے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے دعا ہے۔ اور ایک مولانا

دفتر تواریخ

حالی مرحوم کے لیے بھی سورہ یسین کی آیت سے مختصر و موزوں، تاریخ خوب نکلی ہے۔ (فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ) یہاں میں نے اساتذہ فن کے اصول پر دونوں لفظوں میں (ہ) اور (ة) کے یکساں عدد (پانچ) ہی لیے ہیں۔ لیکن ایک اور جگہ اس کے خلاف بھی کیا ہے اور سرسید وغیرہ کی تواریخ کے اتباع میں (وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ) میں (ة) کے ۴۰۰ لیے ہیں یہ منشی اخلاق علی صاحب قبلہ میرٹھی کی اہلیہ کی تاریخ وفات ہے۔

ایک مرتبہ ۱۹۱۶ء میں تلاوت کرنے میں اسی آیت کریمہ پر نظر پڑی ہذا مِنْ فَضْلِ رَبِّي، عدد نکالے تو ۱۹۱۸ء۔ اس وقت میرا پہلا بچہ کوئی سال بھر کا ہو گا لیکن خیال آیا کہ انشاء اللہ میرا ہی کوئی بچہ اس وقت تک اور ہو جائے گا اور اس کے لیے یہ تاریخ موزوں ہوگی۔ لکھ کر رکھ لی۔ اتفاق سے ۱۹۱۸ء میں لڑکی پیدا ہوئی۔ لیکن ہذا اسم اشارہ مذکر کے لیے تھا۔ برادر عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی نے کہا یعنی ہذا الانعام۔ اس سے چار سال بعد تیسرا بچہ لڑکا ہوا تو اسی تاریخ کو یوں کر لیا (ہذہ من فضیل ربی) یہاں پھر الٹی بات ہو گئی یعنی مذکر کے لیے اشارہ مونث، تو اس کی تاویل کی گئی ہذا النعمة اسی طرح دوران تلاوت میں اس آیت مقدسہ سے تاریخ نکل آئی تھی: (لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ

تَحْزَنُونَ)، یہ راشد الخیری کی تاریخ وفات قرار دی گئی اور رسالہ عصمت دہلی کے ماتمی پرچہ میں چھپوادی۔ میں کبھی کبھی ایک تاریخ ایک سے زیادہ آدمی کے حوالے کر دیتا ہوں خصوصاً جب دیکھتا ہوں کہ دوسرا مصرف پہلے سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ یہ راشد الخیری والی تاریخ مفتی الیاس حسین صاحب کرپوری کی اہلیہ کی تاریخ وفات بھی کر دی۔ اور انھوں نے یہ کام لیا کہ اس کو بھی دوسرے قطعہ تاریخ کے ساتھ پتھر پر کندہ کرالیا۔

اس آیت کی تاریخ کے سلسلے میں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قرآن مجید میں یہ آیت ضمیر غائب کے ساتھ بھی ہے اور بہت مشہور ہے۔ قدیم زمانے کے مختلف بزرگوں نے اس آیت کے مختلف حصوں سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مختلف اولیاء اللہ کی تواریخ وفات نکالی ہیں جو اس قدر دلچسپ و موزوں ہیں کہ میں ان تاریخوں کو بھی ان بزرگوں کی کرامات سمجھتا ہوں، اس لیے درج کرتا ہوں:

دفتر تواریخ

واللہ ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون	سلسلہ کے کسی قدیم بزرگ کی تاریخ وفات
۱۰۸۵ھ	تاریخ وفات مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۹۹ھ	تاریخ وفات مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۵۰ھ	تاریخ وفات مولانا شاہ نظام الدین حسین صاحب بریلوی
۱۳۲۲ھ	

آخری تاریخ والد مرحوم کی نکالی ہوئی ہے۔ انھوں نے آیت پر (واللہ) کا اضافہ کیا ہے۔ اسی لیے میں نے لکھنے میں اس کو جدا کر دیا ہے۔ یہ اضافہ بھی خوب ہے۔ میری بعض اور بھی قرآنی تاریخیں دلچسپ ہیں۔ جنگ ترکی و اٹلی واقع ۱۹۱۱ء کے متعلق کس قدر خوبصورت اور موزوں تاریخ نکلی ہے:

(إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ)۔ یا ہندو مسلم فساد میں ہندوؤں کی شکست کے متعلق: وَتَذَلُّ مَنْ تَشَاءُ۔ ۱۳۲۹ھ

۱۹۲۷ء

آیت قرآنی کے علاوہ اور عربی کی تاریخوں میں بہترین مادہ یہ ہے جو مسجد برلن (جرمنی) کی تعمیر کے لیے اذان کے الفاظ سے نکل آیا ہے: (حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ)۔ یہ محض اتفاق تھا کہ ادھر ذہن منتقل

۱۹۲۶ء

ہو گیا۔ اسی طرح ایک دن کسی کتاب میں عربی کا ایک مصرع معنی خیز نظر آیا، سنہ نکالے تو ۱۹۰۳ء نکلے۔ اس کو شاہ نظام الدین حسین صاحب بریلوی کی تاریخ وفات بنا دیا۔ وہ مصرع یہ ہے: كَيْفَ يَمُوتُ الَّذِي يَكُونُ تَقِيًّا۔ میں عربی اتنی نہیں جانتا کہ اس زبان میں بے تکلف نظم لکھ سکوں۔ اس لیے ان چیزوں کے علاوہ عربی تاریخیں بس اس طرح کی ہیں جیسے والد مرحوم کی تاریخ وفات (بَرَدُ اللَّهِ الْعَلِيِّ مَضْبُجُهُ) یا حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب قصوری نقشبندی جماعتی کی (رَضِيَ عَنْهُ اللَّهُ الْبَاقِي)۔ ایک تاریخ البتہ ذرا دلچسپ نکل آئی ہے جو اگرچہ عربی کے مندرجہ بالا مصرع سے ماخوذ ہے لیکن نام آجانے کے سبب سے نہایت موزوں ہو گئی ہے۔ یعنی کورٹ انسپکٹر مولوی محمود الحسن صاحب مرحوم کی تاریخ وفات (مَاتَ الَّذِي كَانَ مَحْمُودًا) عربی تاریخوں کا ذکر ختم کرنے سے پہلے یہ بھی لکھ دوں کہ قرآن مجید سے نکلی ہوئی چند تاریخیں ایسی بھی رکھی ہیں جن میں سنن، ماضیہ یا آیت نکلتے ہیں لیکن ان کو کہیں چپکایا نہ جا۔ کایا چپکانے کا بھی وقت نہیں آیا۔ مثلاً (حَسَنَتْ مُسْتَقْرَأًا) (حَسَنَتْ مَرْتَفَقًا) (أَوْلَيْتُكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ

دفتر تواریخ

من ربهم ورحمة) (لذة للشربین) (مفازا حدائق واعنابا وكواعب اقرباً وكاسادهاقا) (الذین یرثون الفردوس). (لا تقولو المن یقتل فی سبیل اللہ الموات) اس میں (و) بھی شامل ہو جائے تو ۱۹۳۶ء میں کام آسکتی ہے۔ یہ اس لیے لکھ دی ہیں کہ نوشتہ بماند سیہ بر سفید بر نویسنده رانیست فرد امید داشته آید بکار۔

فن تاریخ گوئی کے اساتذہ و ماہرین نے معمولی قاعدہ کے علاوہ بعض دشوار التزامات قائم کر کے تاریخیں کہی ہیں ان میں سے ایک نہایت مشکل قاعدہ یہ ہے کہ ہر حرف کے نام ملفوظی کے عدد لیے جائیں۔ مثلاً لفظ (علم) کے عدد معمولی قاعدے سے اس طرح شمار کیے جاتے ہیں۔

(ع ل م

۷۰ + ۳۰ + ۲۰ = ۱۲۰)

اور اس کو حساب جمل یا قاعدہ زبر کہتے ہیں یہی عام طور پر رائج ہے۔ لیکن حروف علم کے اس اسماء ملفوظی یا حروف باطنی کے عدد اس طرح شمار کیے جائیں گے۔

(عین لام میم

۱۳۰ + ۷۱ + ۹۰ = ۲۹۱)

اس قاعدے کو زبر و بنیات کہتے ہیں۔ میں ان حکمالات کا مرد میدان نہیں ہوں اس لیے ہمیشہ سادہ معمولی تاریخیں لکھیں، لیکن ایک مرتبہ رسالہ جامعہ، دہلی میں نگینہ کے کسی صاحب کمال کی ایک تاریخ اسی صنعت زبر و بنیات میں دیکھی۔ اس میں ایک یہ کمال اور تھا کہ مصرع تاریخ اور قطعہ کے مصرع سب غیر منقوٹ تھے۔ تاریخ اچھی تھی۔ مجھے اس صنعت میں کوشش کرنے کا خیال آگیا چونکہ اس کو جامعہ ہی میں شائع کرنے کا قصد تھا اس لیے تاریخ کے لیے کوئی ایسا واقعہ تلاش کیا جو دلچسپی کا باعث ہو۔ اس زمانے میں نور ان کانفرنس ہوئی تھی اور اس میں ترکوں کے قائد اعظم مصطفیٰ کمال پاشا کی صلح و کامیابی کی دہوم تھی۔ اسی کو ہدف تاریخ بنایا اور یہ تیر مارا:

عادل، محمود عصر و بہرورد
صلح حاصل مراد دل کرد

صلح کردہ کمال کامل
حادر اکرد ملہم الہام

۱۳۴۱

مصرع تاریخی کے اعداد اس طرح لیے گئے ہیں:

(صاد لام جا۔ حالف صاد لام۔ میم رالف دال۔ دال لام۔ کاف رادال)

۱۳۴۱ (۳۵ + ۲۰ + ۱۰ + ۷۱ + ۳۵ + ۳۵ + ۱۱۱ + ۲۰ + ۹۰ + ۷۱ + ۹۵ + ۱۱۱ + ۹ + ۹ + ۵۱ + ۹۵)

دفتر تواریخ

اس کے علاوہ اسی واقعہ کی ایک تاریخ غیر منقوط کی قید اٹھا کر زبر و بنیات میں کہی۔ اور ایک زبر و بنیات کی شرط چھوڑ کر غیر منقوط میں کہی۔ اسی زمانے میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم نظر بندی سے آزاد ہوئے تھے۔ ایک تاریخ ان کی زبر و بنیات میں بغیر شرط غیر منقوط کہی یہ سب تاریخیں صفحہ ۶۶ و ۶۷ پر درج ہیں۔

ایک صنعت پہ پیدا کی جاتی ہے کہ مادہ تاریخ کے الفاظ کے صرف ابتدائی حروف، یا درمیانی حروف یا آخری حروف کے اعداد لیتے ہیں، اور اس کی طرف کسی خوبصورت پر ایہ میں اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہ کاریگری بھی آسان نہیں ہے۔ اس صنعت کی سب سے اچھی، اور غالباً اردو میں سب سے پہلی تاریخ حکیم مومن خاں دہلوی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی وفات پر کہی ہے۔ بہت مشہور ہے اور تاریخ و قطعہ دونوں سننے کے قابل ہیں، اس لیے یہاں نقل کرتا ہوں:-

انتخاب نسخہ دیں مولوی عبدالعزیز
جانب ملک عدم تشریف فرما کیوں ہوئے
مجلس درد آفریں تغزیت میں میں بھی تھا
دست بیداد اجل سے بے سرو پا ہو گئے

بے نظیر و بے عدیل و بے مثال و بے مثل
آگیا تھا کیا لکھیں مردوں کے ایماں میں خلل
جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ آکر بے بدل
فقر و دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم علم و عمل

ق ی ض ن ط ر ل م

۲۰ + ۳۰ + ۲۰۰ + ۹ + ۵۰ + ۸۰۰ + ۱۰ + ۱۰۰

۱۲۳۹ھ

میں نے بھی اس کی تقلید میں طبع آزمائی کی ہے۔ نتائج ملاحظہ ہوں:-

(۱)۔ صرف شروع کے حروف سے، بلوہ کانپور کی تاریخ:-

۲۰ ۹ ۱۰۰۰ ۳۰۰

لب شورش و غدر و طغیان و مرگ

یہ تاریخ سنئے کہ کہتے ہیں کیا

۱۳۴۹

۔ مولوی محسن کا کوردی کی تاریخ ہے "ردیم نمود اندوہ دغم دردوالم راج و تسم"

ا غ د ا ر س ۵۰ ۳

۱ + ۳ + ۱۰۰۰ + ۱ + ۲۰۰ + ۶۰ = ۱۲۶۶ھ

دفتر تواریخ

(۲) صرف درمیانی حروف سے، شاہد لگیر اکبر آبادی کی تاریخ وقات:-

۴ ۹۰ ۸۰ ۳۰۰ ۶۰۰ ۷۰۲۰۰ ۹

سب بے سرو پا ہو گئے دلگیر کے جانیسے اب لطف و کرم، شعر و سخن، عشق و وفا، وصل و ادا

(۳) صرف آخری حروف سے، ایک مہمان نوازی کی تاریخ:-

جو چاہو دیکھنا تاریخ اس مہمان نوازی کی تواضع فیض و لطف و کرم کی انتہا دیکھو

۴۰۰ ۸۰ ۸۰۰ ۷۰

۱۳۵۰

(۴) درمیانی حروف چھوڑ کر، شاہد لگیر کی تاریخ وقات

۵۰۰+۶۰۰+۳۰۰+۱۰۰+۳۰۰+۱۰۰+۷۰۰+۳۰۰+۲۰۰+۷۰+۵۰+۱+۶

وفا و ناز و کرم، ذوق و شوق و شعر و سخن

دل بگفت کہ بے دل ز مرگ او گشت

۱۳۵۳ھ

(۵) آخری حروف چھوڑ کر شاہد لگیر کی تاریخ وقات

سال مرگش گفتہ ام حامد کہ اندر بجر وے آہ و افسوس و ملال و صدمہ و غم بید است

۱۳۵۳

ان صنائع میں اور تاریخیں بھی کہی ہیں جو ۸۸ اور ۱۵۹ پر درج ہیں۔

ایک عجیب و غریب شاخسانہ یہ نکالا گیا ہے کہ مادہ تاریخ کے لیے واقعہ کی مناسبت سے صرف ایک لفظ ایسا تلاش کرتے ہیں جس کے حروف کے اعداد برابر برابر لکھنے سے سنہ مطلوبہ پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ کسی قدیم (ایک سو برس پرانے) جدت پسند تاریخ گو نے کسی باغ کی تاریخ لفظ طوباسے یوں نکالی ہے ط و ب ا

۱۲۶۹

یہ صرف سو جھ جانے اور بن آنے کی بات ہے۔ نہ ہر سنہ کی اس طرح تاریخ نکل سکتی ہے نہ ایک لفظ ہر واقعہ کے لیے موزوں ہو سکتا ہے۔ بہر حال تاریخ گوئی کی کتابوں میں ایجادات کی مثال میں اس طوباکا ذکر ضرور آتا ہے۔

اس صنف تاریخ گوئی پر میر تقی میر دہلوی کا یہ شعر خوب صادق آتا ہے:

مشک و سنبل کہاں وہ زلف کہاں شاعروں کے یہ شاخسانے ہیں

دفتر توارخ

بہا گاؤں کا گاؤں طوفاں میں ایسا
 بچائیں تو اللہ والے بچائیں
 مثال اس کی ممکن نہیں پیش کر دیں
 یہ وہ درد ہے جس کا درماں ہے مشکل
 مجھے اس سے عبرت دلانا ہے مقصد
 زمیں جیسے بستی سے خالی ہوئی ہے
 مجھے اک نئی بات سو جھی ہے، لیکن
 غرض میں نے تاریخ کہہ دی کہ یہ جا
 ب ہ ج ا

۱۳۵۲

عدد جمع کرنے کی حاجت نہیں ہے

برابر برابر ہے لکھنا ہی کافی

ایک اور جدت ناسخ لکھنوی کو سو جھی ہے۔ فرماتے ہیں:

از حائے حکیم ہشت بر گیر سے مرتبہ نصف نصف کم کن

یعنی ۱۳۴۸۔ بیشک نئی بات ہے، لیکن صرف اسی سنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ نہ پہلے تھی
 نہ صدیوں بعد تک ہو سکے گی۔ تمام اکائیوں میں صرف (۸) کے عدد سے یہ بات نکل سکتی
 ہے۔ البتہ اس میں ترمیم کر کے آئندہ سال (۱۳۵۷ھ) کے لیے یوں کہا جاسکتا ہے:-

از زائے زمانہ ہفت گیرید سے مرتبہ کم کیند دودو

یعنی ۱۳۵۷۔ اور یہ بات بھی اسی ایک سال میں ممکن ہے۔

ایک مشکل و جدید صورت یہ بھی اختیار کی جاتی ہے کہ ماہ تاریخ میں سنہ ۱۰۰۰
 لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے اور اس کے اعداد سے بھی وہی سنہ نکلتا ہے۔ یہ تاریخ ۱۰۰۰
 کے لیے تو اس کی ضرورت نہیں اس لیے کہ جب لفظوں سے سنہ ظاہر ہو رہا ہے تو اعداد
 سے نکلے یا ناکلے۔ مقصد یاد دہانی پورا ہو گیا۔ لیکن چونکہ لفظوں میں بیان کرنے میں کچھ

بعد کو مولوی محسن کاکوروی کی یہ تاریخ اسی صنعت کی نظر آئی۔ منشی جمال الدین محسن اپنی ہمدانی پوری سے انصاف

دوم تمخواہ کی تاریخ ہے: از جیم جمال دیں۔ برکے دو بار انصاف سے۔ قرآن (۱۲۶۳)

دفتر تواریخ

استادی نہ تھی، اس لیے یہ کمال دکھایا جاتا ہے۔ اساتذہ سلف کی کوئی مثال اس وقت نہ مل سکی کہ بطور نمونہ پیش کرتا۔ میں نے اس میں بھی کچھ وقت ضائع کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔

(۱) بگو حامد، ”ہزاروں صدوں و سال بگذشتہ“ (۱۹۰۲)

(۲) ہے تاریخ الفاظ و اعداد میں کہ۔ ”سن آج تیرہ سو بتیس ہیں“

۱۳۳۲

(۳) تیرہ سو اٹھارہ ہوئے آج یا تیرہ سے اٹھارہ ہوئے (بول چال میں سو کو سے

۱۳۱۸

۱۳۱۸

بھی کہہ دیتے ہیں)

(۴) اس صنعت میں میں نے یہ کاریگری بھی کی ہے کہ مادہ تاریخ کے الفاظ میں

سنہ ہجری بتائے ہیں اور ان کے اعداد سے سنہ عیسوی نکالے ہیں تاکہ واقعہ کے دونوں سنہ ساتھ ساتھ دریافت ہو سکیں۔

قطعہ

جو آتے ہی کی اس نے برپا قیامت
مشاہیر عالم ہوئے کتنے رخصت
وہ کابل کا والی، وہ فخر امارت
وہ عبدالحمید آفتاب حذاقت
تو کہہ دو کہ۔ ”تیرہ سو اٹھارہ ہجرت“

۱۹۰۱

صدی بیسویں تھی کہ قہر الہی
ابھی سال پہلا ہی تھا اس صدی کا
وہ وکٹوریہ، ملکہ برطانیہ کی
وہ رستم کرے جس کی رستم غلامی
جو پوچھے کوئی سال ان حادثوں کا

ہے لفظوں میں ہجری، عدد عیسوی کے نئی تاریخ گوئی کی صنعت
یہ تاریخ جب کی نہیں، اب کی لکھی ہوئی ہے۔ غرض تاریخ گوئی کے تھال میں
اس طرح کے خدا جانے کتنے شگوفے پھوٹے ہیں۔

تاریخ گوئی کا ایک عارضہ لازمہ ترقیہ و تخریب ہے۔ کبھی ماڈے میں چند اعداد کی
کمی یا بیشی رہ جاتی ہے۔ اور مادہ کی خوبی کے سبب سے اس کو چھوڑا نہیں جاسکتا، اس لیے اس

دفتر تواریخ

میں الگ سے کچھ بڑھا گھٹا کر پورا کر دیتے ہیں۔ اور اس جمع و فرق کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہ اصل میں ایک قسم کا عیب ہے لیکن بعض تاریخوں میں یہ عیب ہنر بن گیا ہے۔ مثلاً مرزا غالب دہلوی نے غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ (رستخیز بیجا) سے نکالی ہے۔ اس میں رستخیز کے (۱۲۷۷) میں سے (۴) عدد کم کئے جائیں گے۔ اس کی طرف لفظ (بے جا) سے اشارہ کیا ہے لیکن رستخیز بیجا (یعنی بے موقع قیامت) غدر کے لیے اس قدر موزوں ہے کہ یہ تاریخ غالب کی دوسری پوری تاریخ (غدر ہندی) سے کم پر لطف نہیں ہے۔

یا مثلاً ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں کسی نے تعمیر حوض کی تاریخ کبھی تھی (از "حوض لطیف" آب بردار) آب بردار کہہ کر کس قدر موزوں تخریجہ کیا ہے۔

اکبر بادشاہ کی تاریخ وفات مشہور ہے: (الف کشیدہ ملائک ز فوت اکبر شاہ) ۱۰۱۵
الف کشیدن (افسوس کرنا) محاورہ ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور دلچسپ تخریجہ قابل ذکر ہے۔ کسی نے شہادت حضرت امام حسینؑ کی (واقعہ ۶۰ھ) کی تاریخ کبھی ہے (آہ بیروں آمدہ از اسم ذات) اسم ذات (اللہ) کے (۶۶) عدد میں سے (آہ) کے (۶) نکالے ہیں۔ بات خوب سو جھمی، لیکن پوری ادانہ ہوئی۔ یعنی تاریخ تو نکل آئی، لیکن یہ بات نہ نکلی کہ "اللہ نے بھی آہ کی"۔ اسم ذات کہنے سے اسم ہی مراد ہو گا مستی نہیں۔ یوں کہنا چاہیے تھا (آہ از اللہ بیروں آمدہ)

استادوں نے قاعدہ یہ رکھا ہے کہ ایک دو سے زیادہ عدد گھنٹے بڑھانے نہ جائیں۔ لیکن لوگوں نے زیادہ اعداد کے تعمیر و تخریجہ میں بھی جدت پیدا کر کے حسن و لطافت کو بڑھایا ہے۔ حکیم مومن خاں دہلوی نے اسی قسم کی زور طبیعت اکثر دہایا ہے۔ کسی کی شادی کی تاریخ لکھی ہے: (سما پر بہم ز بہرہ و مشتری) = ۱۲۶۸ھ اپنی لڑکی کی تاریخ ولادت نکالی ہے:

نال کتنے کے ساتھ ہاتف نے کبھی تاریخ "دختر مومن" ۱۳۴۰

ایک تاریخ اور قطعہ دونوں بہت دلچسپ کہے ہیں۔ فرماتے ہیں: ۱۱۔

۱۲۵۹ھ

شخصی دہلی خلق آزاد بچہ انفال رشوت خوار
خوار ہوا بارے اس سال لوگوں کا تہا یہ اقبال

دفتر تواریخ

نام بتاوں کیا اے یار ناموزوں ہوں گے اشعار
ہاں تو پوچھے گر تاریخ اس سے کیا بہتر تاریخ
سب نے کہا جب چھوٹا اللہ کام اُترا شخہ مردک نام

۱۳۲۰-۶۱=۱۲۵۹ھ

۱۲ مولوی محسن کا کوروی نے تخرجہ کیا ہے:

لا جواب است مصرع تاریخ ”چشمہ فیض از دم طالب“

۱۳۳۲-۱۲=۱۳۲۰ھ

میں نے بھی ترمیم و تخرجہ سے بہت کام لیا ہے۔ از لب ہاتف، از دل شاد، از روے
الہام تو معمولی ترکیبیں ہیں، سبھی کرتے آئے ہیں۔ میں نے اور صورتوں سے بھی کمی یا
بیشی کی ہے، اگرچہ ان میں بھی مجھے دعوائے انفرادیت و ایجاد نہیں ہے۔ چند مثالیں
لکھتا ہوں:-

اٹھ کر کہی ایک نے یہ تاریخ کیا چاند غروب ہو گیا ہے

۱-۱۳۵۳ھ

میاں سر فضل حسین کی تاریخ وفات:-

ذکر تھا تاریخ کا، یہ ایک نے بڑھ کر کہا

آہ اک ماتم ہے ملک و قوم کا ان کی وفات

۱۳۵۵=۱+

ایک جلسہ کے متعلق یہ تاریخ کہی تھی:-

بڑی کمی ہے تو کیا بے سبب یہ ہے افسوس
نہ آئے ناظم بزم ادب یہ ہے افسوس

کمی ہے ایک کی، اور وہ سکرپٹری کی کمی
کمی سے ایک کی تاریخ ہو گئی پوری

۱-۱۳۴۹

ایک اور تخرجہ ہے:-

”نسیم خلد جاں افزا سے تو باد“

کشیدم آہ و گفتم سال رحلت

۱۳۵۴=۶-

۱۲

شاہد کے جسم پر یہ کفن و مصیبتا

تاریخ مرگ سے بھی نکلتی ہے آہ آہ

۱۲-۱۳۴۸

اس سے زیادہ کمی و بیشی میں نے صرف اس حالت میں جائز رکھی ہے جب کسی

دفتر تواریخ

مشہور مصرع یا مثل سے تاریخ نکلی ہے اور اس کے لیے ضرورت ہوئی ہے۔ اس میں بھی کوشش کی ہے کہ برجستہ و موزوں ہو۔ مثلاً

بے مثل برآمد سنہ ازیں مصرع مشہور
اسی ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

۱۹۱۲ = ۵۷۰ء

۳۳۹

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھانگے

دل پکار اٹھا جو ٹوٹا اس طرح جو رفلک

۱۹۲۶ = ۳۳۹ء

گرچہ حاصل مجھے حافظ کا ہے کیا خاک انداز

فیض سے حافظ شیراز کے نکلی تاریخ

خیزد در کا سہ زر آب طر بناک انداز

اسی صدائیت کہ از حسن عروسی آمد

۱۹۳۲ = ۳۶۳ھ

۳۱۱

گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

جان مجروح سے نکلی تاریخ

۱۹۳۶ = ۳۱۱ھ

اس کے علاوہ لفظوں کے بہم جمع و تفریق سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً

(۱) شدور جو ار رحمت داخل نصیر عالم

۸۵۸ + ۲۹۱ = ۱۳۴۹ھ

(۲) شاہ مجنوں ز تاج و تخت جدا

۲۵۵ - ۱۸۱۰ = ۱۳۵۵ھ

(۳) منزل جنت میں داخل راشد الخیری ہوئے

۵۸۰ + ۱۳۵۶ = ۱۹۳۶ء

(۴) رقم سال و فالتش کرد حامد کہ، نیر داخل فردوس نشہ

۲۶۰ + ۱۰۹۵ = ۱۳۵۵ھ

بعض مادہ تاریخ میں سنہ ہجری و عیسوی دونوں نکالے ہیں۔ مثلاً

حامد لکھو سال عیسوی و ہجری بے مثل خزانہ کلام شعر

۵۸۲ + ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء

سال و دعا بگو، کند حشر خلیل با خلیل

۵۸۲ + ۱۳۲۳ھ = ۱۹۲۵ء

دفتر تواریخ

ایک دلچسپ واقعہ کی تاریخ ۲۲۹ پر درج ہے۔ اس کا دوسرا شعر یہ ہے:
اگر لکھنا ہو حامد سال ہجری عیسوی یکجا کہو: اپریل کی ساعت شماری، یہ قیامت ہے

$$\begin{array}{r} 581 + 1355 \\ \hline 1936 \end{array}$$

بعض تاریخیں پورے شعر سے نکالی ہیں۔ یہ سب ایسی ہیں جن میں کسی مشہور مصرع سے تاریخ نکالنے کے لیے اپنا مصرع بڑھا دیا ہے اور دونوں مصرعوں میں تاریخ پوری کر دی ہے۔

نہ کافی بودہ آیا اس کہ ناگاہ ز فتنہ فتنہ دیگر برآمد

$$\begin{array}{r} 358 \\ 1558 \\ \hline 1916 \end{array}$$

حامد ہے یوں اب بھی شاکر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ

$$\begin{array}{r} 625 \\ 1231 \\ \hline 1916 \end{array}$$

ترک تھے کا سوچ کیا فی الحال کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

$$\begin{array}{r} 1012 \\ 918 \\ \hline 1932 \end{array}$$

اس سے آگے اہل فن نے اور بھی بڑے بڑے کمالات دکھائے ہیں۔ یعنی قصیدے کے قصیدے کہے ہیں اور ان کے ہر مصرع میں تاریخ نکالی ہے۔ دو دو چار چار شعر کے ایسے قطعے تو مرزا داغ دہلوی وغیرہ نے بھی کہہ دئے ہیں اس صنعت کی ایک نظم حال میں شائع ہوئی ہے۔ سید مقبول حسین وصل بلگرامی نے بادشاہ جارج پنجم کے جشن جوبلی (منعقدہ ۱۹۳۵ء) کے متعلق ۲۵ شعر کی نظم لکھی ہے جس کے تمام پہلے مصرعوں میں ۱۳۵۲ھ اور سب دوسرے مصرعوں میں ۱۹۳۵ء نکالے ہیں۔ یہ کوشش ہر حال میں لائق تحسین ہے، لیکن اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ اکثر مصرع اور شعر نظم کے لحاظ سے بھی نہایت دلکش و برجستہ ہیں، اس لیے یہ نظم تاریخی یادگار ہے۔ اس کے سب عنوانات اور سرخیاں بھی تاریخی ہیں مثلاً نغمہ بہاراں (تاریخ و تقریب جشن جبلی) چند اچھے شعر بطور نمونہ و یادگار نقل کرتا ہوں:۔ ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۵ء

ایسا ہے جشن اس کا رفعت پناہ جو ہے خورشیدِ حلم جو ہے، شاہوں کا شاہ جو ہے

$$\begin{array}{r} 1352 \\ 1935 \\ \hline \end{array}$$

دفتر تواریخ

وہ شاہ جارج پنجم رشک جہاں و سلطان	وہ تاجدار اعلیٰ، ماہ کمال و ذی شان
۱۳۵۴	۱۹۳۵
وہ شاہد عنایت جس کا زمانہ شیدا	وہ مقصد شجاعت، جود و سخا کا دریا
۱۳۵۴	۱۹۳۵
کیا رعب، کیا ہے سطوت، کیا جود کیا ہے دولت	کس میں یہ شان و شوکت، اللہ ایسی طاقت!
۱۳۵۴	۱۹۳۵
صدقے شکوہ جس پر، اجلال ہو تو ایسا	عالم کو فخر جس پر، اقبال ہو تو ایسا
۱۳۵۴	۱۹۳۵
کس طور کس روش سے پچیس سال گزرے	دور حکومت ایسا، ہو خلق شاد جس سے
۱۳۵۴	۱۹۳۵
افزوں رہے برابر اقبال، اوج دولت	ہو شاہ کو مبارک یہ خاص روز بہجت
۱۳۵۴	۱۹۳۵
اے وصل کچھ نہ پوچھو، دل خوب جانتا ہے	تاریخ کا یہ قطعہ جس فکر سے لکھا ہے
۱۳۵۴	۱۹۳۵
نقاد حال دیکھیں، صنعت کا ہے یہ گلشن	ہے شعر شعر یکسر بجزری و عیسوی سن
۱۳۵۴	۱۹۳۵

اس سے بڑھ کر کمال کی مثال کسی قدیم فارسی کا قصیدہ ہے جو شاہجہاں بادشاہ کے کسی جشن کے موقع پر لکھا گیا ہے۔ قصیدہ کے ۲۵ شعر ہیں، لیکن ان ۵۰ مصرعوں میں صد ہا تاریخیں رکھ دی ہیں۔ یعنی ہر مصرع سے الگ الگ تاریخ نکلتی ہے۔ پھر منقوٹ و غیر منقوٹ حرفوں سے نکلتی ہے۔ ایک کے منقوٹ اور دوسرے کے غیر منقوٹ سے نکلتی ہے۔ مصرعوں کے پہلے حرفوں کو جمع کرنے سے نکلتی ہے۔ قافیہ کے سب آخری حرف (ن) جوڑنے سے نکلتی ہے۔ مصرعوں کے پہلے حروف سے ایک شعر بن جاتا ہے، ان میں جہی کئی تاریخیں ہیں۔ غرض عجیب و غریب کمال دکھایا ہے۔ میں نے اس قصیدہ کو نقل کر کے رکھ لیا تھا، لیکن اس وقت نہ ملا۔ اس لیے اس کا نمونہ درج نہ ہو سکا۔ میرے والد صاحب قبلہ نے عم مکرم مولوی حبیب الرحمن صاحب قبلہ مرحوم کی مرادعت حجاز و شام و عراق

دفتر تواریخ

کی تہنیت میں ایک قصیدہ لکھا تھا اس کے ہر مصرعہ اولیٰ سے ۱۳۲۸ھ نکلتے ہیں اور دوسرے مصرعوں کے حروف اولیٰ سے بھی یہی سنہ نکلتا ہے۔ حاجی صاحب کا تاریخی خطاب (افتخار الحجاج) تجویز کیا ہے۔ اس قصیدہ کے بعض مصرع تاریخی یہ ہیں:-

۱۳۲۸ء

(زار روضہ نبی زکی) (حاجی عرش رتبہ صالح) (ذائق راح مسجد اقصیٰ)

۱۳۲۸

۱۳۲۸

۱۳۲۸

(لیلا آسا شتر سوار حجاز) (حاجی خانہ خدا آمد)

۱۳۲۸

۱۳۲۸

بہر حال کثرت تواریخ کا ایک نمونہ ذیل کے شعر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو کلیات نعت مولوی محسن مرتبہ مولوی نور الحسن سے نقل کیا جاتا ہے۔ منشی عبدالحمید صاحب نے کسی بچہ کی ولادت کی تاریخ لکھی ہے:-

شمع بزم آراے عالم آمد فصل بہار

طالع بیدار عزت نیر برج شرف

۱۸۴۹ء

۴

۱۲۶۵ھ

(۱) پہلے مصرع سے ۱۲۶۵ھ نکلتے ہیں

(۲) دوسرے مصرع سے ۱۸۴۹ء نکلتے ہیں

(۳) پورے شعر کے حروف منقوطہ سے سنہ ہجری

(۴) پورے شعر کے حروف مہملہ (غیر منقوطہ) سے سنہ عیسوی

میرا کار نامہ اس صنعت میں بالکل صفر ہے۔ یہ کمال مہارت کا کام ہے۔ میرے پلے میں نہ مشق و مہارت، نہ ذوق و جودت، نہ زور و ہمت۔ اس لیے کبھی اس طرف توجہ اور کوشش ہی نہ کی۔ بعض واقعات کی متعدد تاریخیں لکھیں، لیکن سب الگ الگ وزن و قافیہ کی۔ ایسی نہیں جو یکجا ہو کر اس صنعت کا چھوٹا سا قطعہ بھی بنا دیں۔ کبھی اتفاق سے بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا ہے تو دو مادے ہموزن نکل آئے ہیں، اور بجائے الگ الگ نظم کرنے کے شعر بنا کر قطعہ کے آخر میں رکھ دیا ہے۔ یہ اتفاق بھی صرف دو بار پیش آیا ہے۔ وہ اہل کمال کے سامنے پیش کرنے کے لائق تو کیا ہیں لیکن اپنی اس تازہ تاریخ کے مطابق کہ ”ملا شہیدوں میں کیا خوب کاٹ کر انگلی“ ان میں سے ایک درج کرتا ہوں:-

جناب راز چاند پوری کے مجموعہ نظم کی تاریخ کہی تھی۔

دفتر تواریخ

ترتیب کلام کے ہیں دو سال مصرع ہیں یہ دونوں زیور نظم
جو نظم ہے مہر نامہ شعر جو شعر ہے سلک گوہر نظم

۱۹۲۵ء

۱۹۲۵ء

بس میری رسائی تو یہیں تک ہے کہ بات بات پر تاریخیں کہی ہیں۔ چنانچہ اس وقت مندرجہ بالا تاریخ نقل کرنے کے خیال کے ساتھ ذہن اس مثل کی طرف منتقل ہو گیا کہ ”انگلی کاٹ کر شہیدوں میں داخل“ یا ”ہم بھی لہو لگا کے کہ شہیدوں میں مل گئے۔“ اور چند منٹ میں اسی مثل سے وہ تاریخ نکال لی جو اوپر کہی ہے۔ یا جیسے اس مضمون کے صفحہ اول کی تاریخیں، کہ عنوان سے آخر صفحہ تک اس طرح کہی ہیں کہ ایک آدھ سطر لکھ کر کاغذ ہاتھ سے رکھ دیا اور تاریخ نکالنے لگا پھر دو ایک سطریں لکھیں پھر تاریخ کہنے لگا۔ اسی طرح مادے نکالتا گیا اور لکھتا گیا۔ یہ تاریخ گوئی کا شوق کبھی کبھی خبط کی حد تک پہنچ جاتا ہے، تلاوت، نماز، مطالعہ کتب ہر حالت میں تاریخ ہی دماغ میں بسی رہتی ہے۔ جہاں کوئی موزوں لفظ یا فقرہ، مثل یا مصرع سنایا دیکھا اور ذہن اس کے اعداد کی طرف متوجہ ہوا۔ جس زمانے میں تاریخ گوئی کا ذکر و فکر زیادہ رہتا ہے اور کتاب تاریخ گوئی کو بار بار دیکھنا پڑتا ہے اس وقت کتنے مادے لفظوں کی مختلف ترتیب سے بے وجہ و ضرورت پیدا کر دیتا ہوں اور ان کو کتاب کے حاشیہ پر اور بین السطور میں لکھ دیتا ہوں اور جب وہاں جگہ نہیں رہتی تو علیحدہ ورق چپکا لیتا ہوں اور اپنے مادوں کو لکھتا رہتا ہوں۔ اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ مثلاً ۱۳۵۵ء کے مادے صاحب کتاب نے (۳۱) درج کئے ہیں، اور میں نے (۵۷) کا ان پر اضافہ کر دیا ہے۔ اسی طرح ۱۹۳۶ء کے (۱۵) مادے کتاب میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور میں نے (۵۳) مادے اپنے قلم سے لکھ دئے ہیں۔ اسی حساب سے سنین ہجری و عیسوی کے دس دس سال گزشتہ کے تین سو سے زیادہ مادے میں نے نئے بڑھائے ہیں۔ ان میں سے بعض میں نے استعمال کئے اور اس دفتر تواریخ میں لکھے ہیں۔ لیکن اکثر ایسے ہیں جن سے میں نے کام نہیں لیا یا ضرورت پیش نہیں آئی۔

میں نے اپنی کثرت تاریخ گوئی کا ”مظاہرہ“ ایک اس طرح بھی اکثر کیا ہے کہ کتابوں کے پورے سرورق (مائٹل پیج) تاریخوں سے تیار کر دئے ہیں۔ اپنی تمام تصنیفات شاعری (جو سب کی سب قلمی وغیر مطبوعہ ہیں) کے سرورقوں پر اوپر نام کتاب بلکہ اس

دفتر تواریخ

سے اوپر کی بسم اللہ یا آیات سے لے کر نیچے اپنے نام تک تاریخی ہی تاریخی مرتب کر دی ہیں۔ مجموعہ کُنت، دیوان غزلیات، مجموعہ منظومات، رباعیات سب میں یہی کاریگری کی ہے۔ بجز صرف اس دفتر تواریخ کے کہ اس کو سادہ رکھا ہے اس کا نام (دفتر تواریخ) تو بہت پرانا اور تاریخی ہے۔ کتاب کے اور اپنے نام کے سوا سرورق پر اور کچھ نہیں لکھا۔ سب سے زیادہ تاریخی اسی میں ہونی چاہیے تھیں۔ لیکن میں نے اس سادگی میں ہی ایک جدت سمجھی ہے اسی طرح بعض دوسرے لوگوں کی کتابوں کے ٹائٹل پیج بھی تاریخی مرتب کر دئے ہیں۔ اسی ترتیب میں بعض دلچسپ و عجیب مادے نکل آئے ہیں۔ یعنی کتاب یا شاعر و مصنف کا نام و تعریف، تاریخی ہونا کوئی نئی بات اور دشوار بات نہیں۔ لیکن دو ایک بار شخص کا پتہ اور نشان بھی نہایت بے تکلف، مادہ تاریخ بن گیا ہے۔ مثلاً اپنی ایک کتاب پر اپنا پتہ اور عہدہ اس طرح درج کیا ہے۔ (لکچرار فارسی وارڈو سنٹ جانس کالج آگرہ) یا حال ہی میں (یعنی ۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء) کو جناب محمد مرتضیٰ صاحب صدیقی انکم ٹیکس آفسر نے دیوان حضرت آئی ہدیہ عنایت کیا ہے۔ کتاب پر سرورق اور اس کا نام نشان پہلے ہی سے کچھ نہیں ہے۔ یعنی کتاب نام تمام ہے۔ لیکن اب کہیں دستیاب نہیں ہو سکتی اس لیے نادر و قیمتی ہے، میں نے دیوان کا نام اور پورا ٹائٹل پیج تاریخی تجویز کر دیا۔ اس میں نیچے اس ہدیہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

ہدیہ جناب محمد مرتضیٰ صاحب صدیقی انکم ٹیکس آفسر بہ مقام آگرہ

۱۳۵۶

۱۹۳۷

اسی طرح کی نمائش تاریخ گوئی یوں ہی عمل میں لائی گئی ہے کہ بعض مواقع پر احباب کو قطعاً تہنیت خوش خط لکھ کر اور فریم کرا کے پیش کئے ہیں۔ ان میں بھی اوپر سے نیچے تک، عنوان سے اپنے نام تک تاریخی بھر دی ہیں۔ اس کا ایک نمونہ اس دفتر بے معنی کے صفحہ ۱۸۶ پر درج ہے۔ دوسرا اس کے دوسرے حصے میں لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

اسی طرح تقریباً بیس برس ہوئے ہوں گے وطن میں اپنے قدیم و جدید کتب خانہ کو مرتب کرنے اور فہرست بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ مختلف السنہ و علوم و فنون کی کتابیں الماری کے الگ الگ خانوں میں رکھنا تھا۔ اس کے لیے تفسیر، حدیث، فقہ، قواعد، سیرت، تاریخ،

دفتر تواریخ

شاعری وغیرہ موضوعات کی الگ الگ تاریخیں نکالیں کہ پرچوں پر لکھ کر الماریوں کے خانوں پر چپکادئے جائیں اور فہرست میں تاریخی عنوانات درج کئے جائیں۔ وہ ترتیب اور تحریر اور وطن کا قیام سب نا تمام ختم ہو گیا، اور اب وہ تاریخیں بھی ختم ہو گئیں۔ صرف ان کی یاد رہ گئی اور اب یہاں یادگار رہ جانے لگی۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

اس وقت یہ مصرع فارسی لکھتے ہی خیال آیا کہ اس مصرع سے ایک تاریخ تو مدت ہوئی تعمیر کر کے نکالی تھی اب بھی کوئی موزوں تعمیر ہو سکتا ہے یا نہیں کہ مندرجہ بالا واقعہ (اضاعت محنت و نامتالی کتب خانہ) کی تاریخ موجودہ سنہ میں نکل آئے۔ چنانچہ فی البدیہہ یہ قطعہ و تاریخ مرتب ہو گئی:-

بندہ تدبیر کرد خرقہ بدوخت خندہ تقدیر کرد و چاک شدہ
یادگار یست با چینس تاریخ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

$$1356 = 113 + 1243$$

پہلی تاریخ صفحہ ۷۲ پر درج ہے۔ اس کے تعمیر کی یہ صورت ہے:
(گفت تاریخ دل ز روئے قلق^{۱۰۰۰} اے بسا آرزو کہ خاک شدہ) یہ اور وہ کچھ تاریخیں نہیں ہیں۔ لیکن اس وقت لطیفہ ضرور ہو گیا۔

اسی طرح بہت سی تاریخیں ایسی ہیں جو کسی تحریک یا موقع پر فی البدیہہ یا بعد فکر نکل آئی ہیں، لیکن ان کو قطعہ میں نظم کرنے کا موقع یا ضرورت نہ پیش آئی، اور اس دفتر تواریخ میں بھی نہ لکھی گئیں۔

مثلاً کسی صحبت نا جنس کے منتشر ہونے پر تاریخ لکھی تھی۔ ”ہو گیا دور وہ بادی بلغم“

کسی ایسے ہی شخص کے ڈوب کر مر جانے کو سن کر ذہن منتقل ہو گیا اور تاریخ نکلی ”غر قاب اولی۔“ بچے نے قرآن شریف ختم کیا تو تاریخ نکالی: ناظرہ خوان کلام پاک۔ پھر ۱۱۰۰ سر۔ بچے نے ختم کلام پاک کیا تو اس کی تاریخ بجزی میں خوب نکلی: ختہ مصحفہ المجید^{۱۳۵۱} ایک صاحب کی شادی کا ہنگامہ گرم تھا، یعنی سعی و کوشش ہو رہی تھی۔ اس معاملہ کی بہت سی تاریخیں اس کتاب میں درج ہیں جن میں شادی کے ذکر و فکر کی دو لفظوں میں (غم شادی) خوب تاریخ ہے۔ جب وہ معاملہ درہم و برہم اور بات چیت ختم ہو گئی تو (شادی ختم)

دفتر تواریخ

تاریخ نگلی تھی، لیکن اس کو منظوم کرنے کا موقع نہ ملا۔

ایک ارشاد کو بار بار سنا اور وہ تاریخ کے الفاظ میں آگیا: ”فرمودہ مرشد بھی ہے فرمودہ حق“ اسی طرح ”تاکید ذکر“ کا مادہ ذہن میں آگیا تھا۔

۱۳۵۴

میں نے تاریخ ادب اردو کے سلسلے میں تاریخ ہند کے واقعات متعلقہ کو مرتب کیا اس کا تاریخی نام ”خلاصہ تاریخ“ رکھ دیا۔ تاریخ ادبیات فارسی کا خاکہ بنانا شروع کیا اس کا نام رکھ دیا تاریخ العجم۔ ۱۹۳۷ء

۱۳۵۵ھ

منشی دیانز این صاحب نگم بی اے اڈیٹر رسالہ زمانہ کانپور نے مشاہیر شعر او مصنفین کی تصاویر کا مجلد الم بھیجا۔ اس پر تاریخی نام لکھ دیا: ”مرقع نادور فضلاء عصر“

۱۹۳۶ء

میں ۱۹۲۸ء سے ڈائری لکھتا ہوں۔ اس سال میرے بچے خالد کو کہیں سے نئی ڈائری مفت کی ہاتھ آگئی اور اس نے بھی اپنا روزنامہ لکھنا شروع کر دیا۔ میں نے تاریخ کہی کہ ”حبط والد وے ہم بہ خالد“ میں نے اپنی ڈائیوں میں اپنے حبط تاریخ گوئی کو بھی اکثر قائم رکھا ہے۔ یعنی ہر سال تاریخی نام تجویز کئے ہیں جو اکثر اس دفتر میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ان روزناموں کے اندر سال یا روزنامہ کے شروع یا ختم ہونے کی تاریخیں بھی کبھی کبھی لکھ دی ہیں۔ مثلاً روزنامے کا آغاز = ۱۳۴۷ روزنامہ کا آغاز ہوا = ۱۳۵۴ ختم شدہ = ۱۳۴۹ ڈائری بالکل ختم = ۱۳۴۸ ختم روزنامہ = ۱۳۵۲ بیاض بالکل ختم = ۱۹۳۶ میمورینڈم کے صفحہ پر عنوان لکھ دیا، یادداشت ضروری = ۱۹۳۶

اسی طرح ادبیات اردو کی تاریخ لکھنی شروع کی جس میں آغاز اردو سے پہلے زمانے کی مختصر تاریخ لکھی، اور پھر اردو کا آغاز، اس کی تدریجی رفتار، ترقی، تغیر بیان کیا، تمام اردو لٹریچر اور مشاہیر نظم و نثر کی مختصر و جامع تاریخ لکھنی تھی۔ اس میں مختلف موضوعات و مباحث پر جا بجا لکھنے کے لیے بہت سے قسم قسم کے تاریخی عنوانات تجویز کر رکھے۔ چونکہ سلسلہ دیر تک جاری رہنے والا تھا جیسا کہ اب تک چل رہا ہے۔ اس لیے مختلف سنہ کے مادے نکال لیے۔ یا یوں کہیے کہ نکالتے ہیں جس مادے میں جو سنہ پورا ہو گیا۔ اس کو لکھ رکھا۔ ملاحظہ ہوں:

منشورات قدیمہ

ذکر اکابر اردو

ذکر زبان اردو کے قدیم

۱۳۵۶

۱۳۵۵

۱۳۵۵

دفتر تواریخ

انتخاب کلام اردو	تاریخ و تبصرہ جدید	بے مثل ترقیات اردو کے جدید
۱۳۵۶	۱۹۳۵	۱۹۳۵
تاریخ پاکستان اردو	داستان مختصر احوال زبان	تذکرہ الہند ستانی
۱۹۳۶	۱۹۳۶	۱۹۳۶
التذکرہ	تصانیف مشاہیر نثر	حصہ نثر ختم ہو گیا
۱۳۵۶	۱۹۳۷	۱۹۳۶

شاعران ہند کی تاریخ ہے

۱۹۳۷

یہ مضمون کچھ ایسی بے اطمینانی کی حالت میں لکھا جا رہا ہے کہ طرح طرح کے اشغال و افکار سے ذرا فہرست ملتی ہے تو کچھ لکھ لیتا ہوں۔ کبھی کبھی فقرہ کو نامتمام چھوڑ کر یکایک اٹھ جانا پڑتا ہے، اور پہلے سے میں نے اس کا کوئی خاکہ بھی نہیں سوچا تھا، نہ اتنے طویل مقدمہ کا قصد تھا۔ اس لیے اس میں کوئی نظام اور ترتیب قائم نہیں رہی۔ میں سمجھتا تھا کہ اب مضمون ختم پر آ گیا۔ لیکن اس وقت بعض پرانے تاریخی لطیفے یاد آئے۔ جو اس دفتر تواریخ میں درج کرنے کے لیے بھی وقت پر اور موقع پر یاد نہ آئے تھے۔ بعد کو خیال آیا تو سوچا کہ صرف مادے ہی ہیں۔ نظم و قطعہ کچھ نہیں۔ اب ان کو کہاں بے بد لکھوں۔ لیکن اس مقدمہ میں اکثر ایسی ہی چیزیں درج ہو رہی ہیں جو کتاب میں شامل نہ ہو سکیں اس لیے لکھتا ہوں۔

۱۹۱۰ء میں مدرسہ عالیہ ریاست رامپور سے میں نے پنجاب کے درجہ منشی کا امتحان دیا۔ اتفاق سے اپنی اور اپنے استادوں کی امید کے خلاف میں تمام یونیورسٹی میں اول نمبر پر پاس ہو گیا۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا، اور مجھے بھی انعام میں ایک منگلی ٹوپی (حامد کیپ) عنایت ہوئی۔ میں نے ازراہ نظر افت اس ٹوپی کی تاریخ ہی۔

از تاج نواب برترکلاہ۔

۱۳۲۹ء

سال آئندہ میں منشی فاضل کے امتحان میں شریک ہوا۔ میرے ساتھ دو اور طالب علم ایسے تھے کہ ہم تینوں نے اسی سال فارسی اور اردو دونوں کے امتحانات

دفتر تواریخ

دئے۔ اس کا نتیجہ بڑا دلچسپ رہا۔ یعنی ایک طالب علم منشی فاضل میں یونیورسٹی میں اول نمبر پر کامیاب ہوا، لیکن اردو کے امتحان میں ناکام رہا۔ دوسرا اردو میں اول اور فارسی میں فیل۔ اور میں اول کسی میں نہیں اور پاس دونوں میں۔ میں نے فارسی والے کے لیے تاریخ لکھی۔

ان کا رہا فاضلوں میں اول نمبر تاریخ ہوئی ہے، منشی فاضل تر

۱۹۱۱ء

اور اپنے لیے کہا: ”آیا ہے یہ دونوں طرف حرفِ مشدد کی طرح“

۱۳۳۰

میں نے سوچ سوچ کر اپنی تاریخ گوئی کا پورا تجزیہ کر دیا ہے۔ اب صرف ایک بات رہ گئی ہے۔ اور اتفاق سے سب سے آخر میں سب سے پہلی یا بہت پہلی تاریخ گوئی کا نمبر آیا۔ آغاز مضمون کے وقت تو یہ بات ذہن میں تھی ہی نہیں کہ موقع پر درج کرتا۔ دور چل کر یا د آئی تو خیال کیا کہ اب آخر میں لکھ دی جائے گی، یہ ”صادق قول ہے اول بہ آخر نسبتے وارد“

۱۹۳۷ء

۳۴ برس سے کم نہ ہوئے ہوں گے، غالباً ۱۹۰۳ء کے آخر یا ۱۹۰۴ء کے شروع میں جبکہ میں اسکول میں بھی داخل نہ ہوا تھا۔ گھر پر والد صاحب قبلہ سے درس نظامیہ کی عربی کتابیں پڑھتا تھا، اور ماسٹر سے انگریزی اس زمانے میں میں نے ایک ناول تصنیف کیا تھا۔ بادامی کاغذ کی چھوٹی تفتیح کی کاپی اور پنسل ساتھ رکھتا تھا جہاں موقع ملتا تھا سب سے چھپا کر اس کو لکھتا تھا۔ کبھی کبھی ایک عجیب و دلچسپ جگہ یہ کتاب تصنیف ہوتی تھی۔ یعنی جاڑوں کے زمانے میں رضائی اوڑھ کر عربی کتاب کا سبق پڑھنے کے لیے والد کے پاس باہر مردانہ مکان میں تخت پر جا بیٹھتا تھا کبھی ایسا ہوتا کہ سبق کے بعد والد اپنی وکالت کے کام میں مصروف ہو جاتے اور میں سبق یاد کرتا رہتا۔ اس میں بھی بڑی دیر ہو جاتی۔ میں سبق یاد کر چکتا، لیکن والد موکلوں سے گفتگو میں مشغول ہوتے اور مجھے اٹھنے کی اجازت نہ مل سکتی۔ اس وقت میں اپنی کاپی اور پنسل نکال لیتا اور رضائی کے اندر اپنا ناول لکھنا شروع کر دیتا لیکن یہ اتفاق بہت کم پیش آتا تھا۔ اکثر دوسرے اوقات ہی میں لکھتا تھا۔ بہر حال وہ ناول مکمل کر لیا اور کافی ضخیم ہو گیا۔ یعنی اس کاپی سائز کے ۱۵۰ صفحہ سے کم نہ ہوں گے۔

دفتر تواریخ

اس میں حسن و عشق اور جاسوسی دونوں مضامین شامل تھے۔ ناول جیسا کچھ ہو گا ظاہر ہی ہے میں نے بڑے ہو کر کبھی اس کو دوبارہ پڑھ کر بھی نہیں دیکھا۔ لیکن ہمیشہ احتیاط سے رکھا کہ یادگار رہ جائے۔ اس زمانے میں تاریخ گوئی کا شوق پیدا ہو چکا تھا، جہاں کسی کے مرنے کو سنا تاریخ کہہ دی۔ والدہ کہا کرتی تھیں، ”اس کی تو وہ کہاوت ہے مرے موٹا بھروسے لوٹا“ یہ جملہ معترضہ ہے کہ ایک دن خیال آگیا تو اس زمانے میں اس مثل سے میں نے تاریخ نکالی تھی۔

کہی ہو جس کسی نے جس کسی پر مگر میری یہ حالت آج کل ہے
میری تاریخ گوئی کی ہے تاریخ ”مرے موٹا بھروسے لوٹا“ مثل ہے

۱۹۳۶

غرض تاریخ گوئی کے شوق نے اُس زمانے میں اس ناول میں تاریخیں داخل کرنے کا خیال پیدا کر دیا۔ چنانچہ ناول کی ہیروئن کا سرقہ وانگوا عمل میں لایا گیا۔ اور پھر ہیرو، ہیروئن دونوں کو جامِ شہادت پلایا گیا۔ اس کے بعد ان کے ماتم میں جلسہ تعزیت منعقد کیا گیا اور اس میں تعزیت کی تقریریں اور منظوم نوحے اور تاریخیں پڑھوائی گئیں۔ یہ سب چیزیں میں نے تیار کیں اور ناول کو انہی پر ختم کیا۔ میں اس ناول کو اس شاعری اور تاریخ گوئی کی یادگار کے طور پر بھی مانتی رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھ سے اس کی حفاظت میں کوتاہی ہوئی۔ پرانے کاغذات میں سے لہیں میرے لڑکوں کو ہاتھ آگیا۔ انھوں نے پڑھا، پھاڑا، پھینکا خدا جانے کیا کیا۔ اتفاق سے اب دو ایک سال ہوئے اس کی آخری کاپی وہ بھی درمیان سے ناتمام، کہیں ردی میں مل گئی اور میں نے رکھ لی۔ ان اوراق میں ایک ناتمام نوحہ منظوم، ایک مضمون نثر اور چند قطعات تاریخ ہیں۔ سارا ناول پنسل بی سے لکھا گیا تھا۔ اس لیے ان صفحات پر پنسل کی تحریر اب مٹ چلی ہے۔

مضمون تعزیت اور نوحہ منظوم کو اس دفتر تواریخ سے کوئی تعلق نہیں، نہ ان میں فی نفس کوئی خوبی ہے، نہ اس زمانے کا نادر کارنامہ ہے، نہ اس زمانے میں قابل ذکر۔ لیکن محض یادگار قدیم باقی رکھنے کی غرض سے چند فقرے اور چند شعر نقل کرتا ہوں۔ مضمون مقفی عبارت میں لکھا گیا تھا۔

”ہریکانہ و بیگانہ کی صورت سے اثر غم عیاں ہے، ہر کس و ہر کس“

دفتر توارخ

کادل آتش اندوہ والم سے بریاں ہے، ہر اپنا پر لیا ان دونوں کے ہجر و فرقت
کی آگ سے تپاں ہے، ہر خیر خواہ و بد خواہ کا چہرہ ان کے ماتم میں زرد مثل
رنگِ زعفران ہے“

نوحہ منظوم کا نمونہ یہ ہے:-

جو تھے کل شہنشاہ مسد نشیں وہ ہیں آج افسوس زیر زمین
نہ آیا تھا جن کو گدیوں پہ چیں وہ کرتے ہیں مٹی کے ڈھیلوں پہ چین
یہ کیا دشمنی ہے تجھے میرے ساتھ اٹھاتا نہیں ہے جو کینے سے ہاتھ
دیا تو نے کیوں خان کے دل پہ داغ اجاڑا بھلا تو نے کیوں ان کا باغ
یہی بیگم خان کا حال ہے کہ اک اک گڑی ان کو اک سال ہے
غرض جس میں اوصاف تھے سب بھرے نہ کیوں اس کے مرنے پہ کوئی مرے

تاریخوں کے چند نمونے بھی پیش کرتا ہوں۔ ہیر و کانام عظیم الدین خاں ہے اور
ہیر و سن کا خورشید بیگم۔ سرقہ و اغوا و مرگ سب کی تاریخیں ہیں۔ ان واقعات کا سنہ
تصنیف کے زمانے سے دو ایک سال قبل کار کھا گیا ہے یعنی ۱۸۹۸ء، ۱۳۱۶ھ اور ۱۳۰۸
فصلی، یہ عجیب بات ہے کہ ان تاریخوں میں سنہ فصلی کی متعدد تاریخیں ہیں۔ اور عجیب تر
یہ کہ اس کے بعد سے آج تک میں نے کوئی ایک تاریخ بھی غالباً سنہ فصلی میں نہیں لکھی
حالانکہ اور لوگوں کے مجموعات توارخ میں فصلی و سبت دونوں سنوں کے مادے نظر
آتے ہیں۔ لیکن میں نے ان دونوں کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ بہر حال اس زمانے کے خواہ
مخواہ کے در دسر کا نتیجہ اور ان ناوٹی تاریخوں کا نمونہ یہ ہے:-

ہوا ہے واقعہ چوری کا خاں کے گہرا یا کہ کوئی رویا، کسی نے ”خدا پناہ“ کہا
ذرا سی فکر سے ہم نے نکال کر تاریخ ”پا قیامت صغریٰ ہوئی ہے آہ“ کہا

۱۸۹۸ء

جس نے یہ چوری کا قصہ سن لیا وہ بہت ہی مضطرب بیچیں ہوا
مادہ تاریخ کا منقوط میں ”شور و غم برپا ہے اب“ دل نے کہا

۱۳۱۶ھ

خدا جانے کہاں گم ہو گئی وہ جو تھی عشت مآب اور نیک دختر

دفتر تواریخ

سن ہجری حضرت میں یہ تاریخ
 کہی دل نے - ہوئی گم ایک دختر
 ۱۳۱۶ھ

فصلی میں کہی یہ میں تاریخ
 خورشید کو کون لے گیا ہے
 ۱۳۰۸ھ

سن ہجری میں فوت کی تاریخ
 ”دل سے صبر و قرار اٹھا“ ہے
 ۱۳۱۶ھ

ہاے از دنیاے فانی خاں والا شاہ گذشت
 فکر تاریخ عظیم الدین خاں چوں کرد دل
 حیف صد افسوس شخصے صاحب عزت بمر د
 گفت رضواں سال فصلی مصدر شوکت بمر د
 ۱۳۰۸ھ

صاحبِ حشمت عظیم الدین خاں
 از لبِ ہاتف ندا آمد مرا
 شد گرفتار ہاے در چنگال موت
 ”مصدر شوکت بمر دہ“ سال فوت
 ۱۳۱۶

عظیم الدین خاں کی جب سنانی
 تو میری ہو گئی بس ایسی حالت
 ہوئی تاریخ کی جب فکر مجھ کو
 کہ کہدے مصرع تاریخ رحلت
 کسی نے آن کر مجھ کو سنادی
 کہ گویا قلب پر بجلی گرا دی
 سروش غیب نے فوراً ندا دی
 خدا نے اب اُسے جنت میں جادی
 ۱۳۱۶ھ

گھر میں خورشید کے نہونے سے
 لالہ رو اور سرو قد جو نہیں
 باپ اور ماں کا غم میں بیٹی کے
 مصرع تاریخ فوت کا یہ کہا
 ہو گیا سونا باغ باے آج
 باغ بھی بس ہے زاغ باے آج
 ہے پریشاں دماغ باے آج
 ہو گیا گل چراغ باے آج

۱۔ نقل کرنے کے بعد عدد جوڑے تو ۱۳۰۶ آتے ہیں۔ اس زمانے کی غلطی کی یاد دہار رہی۔

۲ (ہاے) ناموزوں ہے۔ (آہ) ہونا چاہیے

۳ مصرع کا معنی کر رہا ہے۔ مصرع تاریخ میں اور اس کے سبب سے سارے قطعے میں (ہاے) کو معنی کر پڑھنے کے سبب تا فر و گرائی پیدا ہوئی۔ مصرع تاریخ یوں موزوں ہو سکتا تھا (گل آن چراغ باے آج)۔

ہر کہ اس قصہ عجیب شنید ہاتف چرخ سال در فصلی
کرد بسیار آہ و واویلا
”بیگم افسوس کشتہ شد“ گفتا

۱۳۰۸ ف

مرگ خورشید و عظیم الدین سے
لب پہ ہر شخص کے سارے گہر میں
مجھ کو دی چرخ سے ہاتف نے ندا
سال فصلی میں یہ کہہ دے تاریخ
ہر کوئی رنج سے سر گرداں ہے
نالہ ہے شور ہے اور افغاں ہے
فکر تاریخ میں کیوں حیراں ہے
ہرے کا ماتم میں جگر بریاں ہے

۱۳۰۸ ف

غرض میری تاریخ گوئی کی پوری داستان یہ ہے۔ اس پر اتنا اضافہ اور یاد آ گیا کہ
میں اکثر و بیشتر تاریخ کہنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تاریخ کی
فرمائش کرے یا میں خود کہنے بیٹھوں اور کوئی مادہ اعلیٰ نہ سہی اوسط درجہ کا نہ نکل آئے۔
لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں قطعاً ناکام رہا ہوں۔ میں نے دوسروں کے بچوں
کی ولادت پر بہت سی تاریخیں کہی ہیں۔ اور بعض مرتبہ بہت جلد اور بہت اچھے مادے نکال
لیے ہیں، لیکن جب میرا پہلا بچہ ہوا اور اس کی تاریخ کہنی چاہی تو ہر چند کوشش کی لیکن
کوئی ڈھنگ کا مادہ نہ نکلا جو قابل نظم اور لائق اندراج ہوتا۔ آخر میں نے کوشش چھوڑ
دی۔ حالانکہ اس بچے کی ولادت سے چند گھنٹے بعد پچھراؤں کے ایک بزرگ مولوی
شرف الدین صاحب مرحوم نے قطعہ تاریخ مجھے ارسال فرمادیا تھا۔ اور اس کے بعد رام
پور سے میرے قدیم دوست مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب نے بڑی بر جستہ اور
خوبصورت تاریخ کہہ کر بھیجی تھی۔ لخت دل مبارک باد (۱۳۳۲) مجھے یہ سادہ سے الفاظ
بھی نہ سوجھے۔ ”یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں۔“

کبھی کبھی تاریخ گوئی میں میرا امتحان بھی لیا گیا ہے۔ یعنی ۱۹۴۶ء میں میں نے فن
تاریخ گوئی کے نام سے ایک مضمون رسالہ زمانہ کانپور میں چھپوایا تھا۔ اسی میں اس فن کے
متعلق کچھ تاریخی معلومات لکھی تھیں اور بعض اساتذہ قدیم کی تاریخیں درج کر کے اپنے
صرف وہ مادے پیش کئے تھے جو پورے مصرعوں میں نکلے ہیں۔ اس مضمون کی اشاعت

۱۳۰۸ (فغاں) اور (ہر ایک) کی جگہ (ہر) کی خوب رہی۔

دفتر تواریخ

کے بعد مسٹر حامد اللہ افسر بی اے میرٹھی کا الہ آباد سے خط آیا جس میں اس مضمون کا حوالہ تھا اور کسی شخص کے لوح مزار کے لیے تاریخ کی فرمائش تھی۔ میری ان سے کبھی کی شناسائی بھی نہ تھی۔ سمجھا کہ میرا امتحان مقصود ہے۔ اتفاق سے فوراً تاریخ نکل آئی اور یہ قطعہ افسر صاحب کو بھیج دیا۔

کیا سکھ کی نیند سوتے ہیں زیر زمین عزیز ملتی ہے جان دے کے، یہ راحت وہ چیز ہے
لوح مزار کے لیے تاریخ بر محل ایوان استراحت عبدالعزیز ہے

۱۳۳۹

اس کے جواب میں افسر صاحب نے بڑی تعریف کی۔ اور اتنی جلدی ایسی اچھی تاریخ کہنے پر بڑی حیرت ظاہر کی۔

میں فرمائشوں سے بہت گھبراتا ہوں اس لیے کہ اس فن پر قادر نہیں، خدا جانے بن آے یا نہ بنے، لیکن فرمائشوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ میں خود اپنے شوق اور جذب سے ہی کیا کم وقت ضائع کرتا ہوں۔ اس پر تعمیل فرمائشات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ عزیزوں اور دوستوں کی فرمائشوں کے علاوہ، کچھ اجنبی اور بیرونی اصحاب کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ آگرہ کے بعض ایسے حضرات تاریخ کے لیے تشریف لائے ہیں جن کی میں نے نہ کبھی صورت دیکھی نہ نام سنا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو میری کیا خبر، تو فرمایا کہ فلاں صاحب نے کہا تھا قادری صاحب سے تاریخ لکھواؤ۔ میں نے راشد الخیری کی تواریخ وفات رسالہ عصمت میں چھپوائیں۔ ان کو دیکھ کر کسی بزرگ نے ریاست پالن پور (آجرات) سے خط لکھا۔ ان تاریخوں کی تعریف کی اور اپنے والد مرحوم کی تواریخ وفات کی فرمائش کی وہ مرحوم وہاں کے دائرہ صوفیہ کے سجادہ نشین تھے۔ میں تعمیل ارشاد میں فلسفہ کا ایک صفحہ عنوانات و قطعات تاریخ سے خوش خط مرتب کر کے ارسال کر دیا جو صفحہ ۱۸۳ پر منقول ہے۔ حال ہی میں چند روز ہوئے عبد القیوم صاحب اسرائیلی سنبھلی آئے۔ اور اپنے کسی دوست کا خط دکھایا ان صاحب نے لکھا تھا کہ قادری صاحب سے دو قطعہ تاریخ ایک اردو ایک فارسی لکھوا کر جلد بھیج دو۔ میں ان کے نام تک سے نا آشنا تھا انھوں نے کہیں میرا نام

دفتر تواریخ

سن لیا ہوگا، بہر حال دو ایک گھنٹہ ہی میں دو قطعے اور چند عنوانات تاریخی ترتیب دے کر
قیوم صاحب کو پیش کر دئے۔ غرض ان واقعات کی انتہاد شوار اور شمار بیکار ہے اس لیے
اب مقدمے کا ختم ہونا بہتر ہے۔

حامد حسن قادری

۱۹۳۷ء

۱۱ اپریل ۱۹۳۷ء

دفتر تواریخ

سیر گل گلشن تواریخ	ضمیمہ ذکر الکمال	گلدستہ نفائس تواریخ
۱۹۳۷	۱۹۳۷	۱۹۳۷
گلستان تواریخ قدیمہ	فی مآثر الباقیات الصالحات	مجموعہ تواریخ مشاہیر
۱۹۳۷	۱۹۳۷	۱۹۳۷
<u>آئینہ تواریخ متقدمین</u>	یا	<u>ضمیمہ یادگار اسلاف حامد</u>
۱۹۳۷		۱۳۵۶

میری تاریخ گوئی کا مقدمہ تو ختم ہو چکا، اس کے بعد اس ”ضمیمہ کی ترتیب“ کا خیال اس لیے پیدا ہوا کہ میرے اسلاف کرام میں جو بزرگ اس فن تاریخ گوئی کے ماہر گزرے ہیں، اس سلسلے میں ان کی ”یادداشت تواریخ“ قائم اور یادگار باقی رہ جائے جیسا کہ میں نے والد صاحب کے جمع کلیات کی تاریخ میں کہا تھا۔

جمع نظم والد مغفور کن سطرے و شعرے ازاں ضائع مکن
مصرع سعدی ست حامد سال وفات ”نام نیک رفتگاں ضائع مکن“

۱۹۱۳ء

میری یاد میں میرے خاندان کے دو بزرگوں کو تاریخ گوئی کا بہت شوق تھا۔ ایک میرے والد مغفور دوسرے ایک رشتہ کے چچا (والد کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی) مولوی حاجی حبیب الرحمن صاحب قبلہ میرے حقیقی چھوٹے چچا مولانا محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ بھی شاعر و ادیب و مصنف تھے، لیکن تاریخ گوئی سے ان کو دلچسپی نہ تھی۔ کبھی کوئی تاریخ کہی ہو تو میرے علم میں نہیں۔ میں نے والد صاحب قبلہ کا تمام کلام ایک مجلہ میں جمع کر دیا ہے۔ اسی کلیات میں تاریخیں بھی ہیں۔ لیکن مولوی حبیب الرحمن صاحب قبلہ کی نظمیں اور تاریخیں (اگرچہ محدودے چند ہی ہیں) کسی نے جمع نہیں کیں اور اب شاید سب کا دستیاب ہونا بھی دشوار ہے۔ اس لیے ان کی تاریخیں جو میرے پاس موجود ہیں اور جو آئندہ مل سکیں سب بچنے درج کرنا چاہتا ہوں۔

والد صاحب مغفور کی صرف چند تاریخیں یہاں نقل کرتا ہوں۔ ان کو جی بات بات پر تاریخ کہنے کا ملکہ حاصل تھا۔ مجھے یہ شوق انھیں سے پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن وہ بڑے جید عالم اور باکمال شاعر تھے۔ تاریخ گوئی میں اساتذہ و مشاہیر کا سا پایہ رکھتے تھے۔ بعض تاریخیں ایسی نادر و نایاب، بیساختہ و برجستہ کہہ دی ہیں کہ میرا اسارا ”دفتر“ ان کے

دفتر تواریخ

مقابلے میں پیچھے ہے۔ پھر عربی و فارسی دونوں زبانوں کے نہایت ارفع و اعلا شاعر تھے۔ فارسی میں تو ہزار ہا شعر ان کی یادگار ہیں۔ عربی میں بھی صد ہا شعر کہے ہیں اور عربی کی تاریخوں پر قصیدے کے قصیدے لکھے ہیں۔ مثلاً اپنے پیر و مرشد کی ایک تاریخ وصال تو آئیہ کریمہ سے نکالی ہے جس کا ذکر اس مقدمہ کے صفحہ ۷ پر آچکا ہے۔ دوسرا مادہ تاریخ یہ کہا ہے:- (قدر ضی اللہ العالی) اس پر ۲۵ شعر کا عربی قصیدہ کہا ہے۔ نمونہ یہ ہے:-

۱۳۲۲

مات نظام الدین حسین	قدسه اللہ العالی
فاز مفازاً محترماً	فی فردوس الاجلال
واللہ ان اهلکنی	هذا الخرن فاولنی لی
ارخ قلبی تاریخا	یخبر عن حسن الحال
عنه وعمن هو علیہ	قد رضی اللہ العالی

۱۳۲۲

مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ مدظلہ کے تعمیر مکان کی کیا خوب تاریخیں لکھی ہیں:-

بریں قصر احسن ہزار آفریں	ہمیں درجہ بر مرد کار آفریں
--------------------------	----------------------------

۱۳۲۵

۱۳۲۵

اگر تاریخ تعمیرے گزیں دیدم چنیں دیدم

۱۳۲۵

انہوں نے مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ کے ولادت فرزند (محبوب الرحمن مرحوم) کی تاریخ فرمائی ہے:- (ذریعہ شرف گوہر آمد برون)

۱۳۲۸

ایک اور صاحب نے پچھراؤں میں مکان بنوایا۔ ان سے سب لوگ مذاق کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رشوت کے روپیہ سے مکان بنایا ہے۔ والد نے تاریخ کہہ دی

(ذریعہ جواہر رشوت)

۱۳۳۸

ریاست رامپور میں تمام بازار از سر نو بنے۔ ہر گلی پر پھانک بنایا گیا۔ ان دروازوں

دفتر تواریخ

پر نصب کرنے کے لیے سرکاری طور پر شعرا سے تاریخوں کی فرمائش ہوئی۔ والد صاحب نے تاریخ کہی: (دروازہ مرور بازار رامپور) یہ تاریخ ان کے محلے کے دروازے پر

۱۳۳۹

کندہ ہے۔

اپنے برادر زادہ عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی (ایم اے پروفیسر آگرہ کالج) کے نشرہ ختم قرآن کی تاریخ: (چشم بدور نشرہ طاہر) تخریجہ و ترمیمہ کے ساتھ بھی بعض تاریخیں

نہایت نادر فرمائی ہیں۔ مثلاً: ۱۳۲۹ھ

چو بخت رفت فرزند سعادت یار خاں

طبع غم گینم برسم تعزیت تاریخ گفت

جوہر جان عزیز از جسم شوکت یار خاں

شد سعادت یار خاں از فرط غم بے حس چورفت

۱۳۲۹ = ۱۶۹۱

۳۶۲

۱۳۲۹ = ۶۸

۱۳۹۷

مولوی محمد یوسف صاحب مجددی رامپوری کی شدید علالت سے صحت یابی کی تاریخیں بھی تخریجہ کے ساتھ کہی تھیں:-

من بیر اسقام الغم

یوسف اخرجہ اللہ

۱۳۲۹ = ۱۵۶ - ۱۳۸۵

۱۵۶

از کام نہنگ غم ورنج آمدہ بیروں

کلکم پے تاریخ رقم کرد کہ یوسف

۱۳۲۹ = ۱۵۶ - ۱۳۸۵

۱۵۶

مولوی نور الرحمن بی اے کے فرزند اکبر (مقبول الرحمن) کی ایک تاریخ ولادت پورے شعر سے نکالی ہے:-

گل نوزادہ نور علی نور

مبارکباد از بہر تو یا نور

۱۹۱۲ء

دوسری تاریخ اس سے بھی بہتر بلکہ عجیب اور نادر و بے نظیر ہے:- (آب روے نور نور چشم نور) میں جب اس تاریخ کو دیکھتا ہوں حیرت ہوتی ہے کہ کیا الفاظ جمع فرمائیے ہیں۔

سبحان اللہ!

میں نے بھی تاریخ کہی تھی:- "کرے نشرہ طاہر اللہ مبارک" لیکن "چشم بدور" کی نیابت ہے!

دفتر تواریخ

غشی علی اکبر صاحب مراد آباد میں امین عدالت تھے۔ ان کی تاریخ وفات کیا خوب فرمائی ہے۔ ”علی اکبر امین خلد بریں۔“

۱۳۳۰

حضرت مغفور کی آخری تاریخ وہ ہے کہ جو اپنے پھوپھی زاد بھائی اور نہایت محبوب دوست کی وفات پر پورے شعر سے نکالی ہے:-

از سنہ ہجرت بمابہ پنجمیں یومِ ساوس بعد عشر اولیں
وقت ظہر از سبت ، در خلد بریں رفتہ برب ذکر رب العالمیں
”جان جود و اتقا احمد علی رحمۃ اللہ علی احمد علی“

۱۳۳۰

نظم میں جو زمانہ وفات بتایا گیا ہے وہ ۱۶ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ہے۔ اس سے نو مہینے بعد ۲۰ صفر ۱۳۳۱/۱۹۱۳ء کو خود والد صاحب قبلہ کا وصال ہو گیا۔

اللهم اغفر لا حمدین بجاه حبیبك ومطلوبك سید الكونین

۱۹۳۷

۱۔ احمدین (دوا احمد) سے مراد ہیں عم مغفور مولوی احمد علی صاحب اور والد مرحوم مولوی احمد حسن صاحب

دفتر تواریخ

تواریخ از علامہ مولوی حاجی حبیب الرحمن صاحب

۱۹۳۷

عم مرحوم مولوی حبیب الرحمن صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ عالم علوم قدیمہ تھے اور تمام زندگی طالب علمانہ رنگ میں گزار دی۔ اگرچہ بظاہر زاہد خشک معلوم ہوتے تھے لیکن طبیعت میں نہایت لطیف ظرافت تھی۔ شاعر بھی تھے اور شاعر سے زیادہ سخن فہم و نکتہ سنج تھے۔ ایک مرتبہ برادر مکرم مولوی محمود علی صاحب کی شادی کے موقع پر میں نے سہرا لکھا، جس کی زمین تھی لڑی سہرے کی، خوشی سہرے کی، حبیب چچا نے سن کر فرمایا، ”حامد نے سہرے کی مادہ لکھی ہے۔“ ایک بار میں نے محرم میں سلام لکھا پھر اوں میں ان کو سنایا ایک شعر پر پھڑک گئے۔ بڑی تعریف کی، شعر یہ تھا:-

شکر کر لختِ دل زہرا ترے ہاتھ آگیا اے شہادت تجھ کو ایسا دوسرا ملتا نہیں
شاعری کا شغل بہت کم تفریح کے طور فرماتے تھے۔ اس لیے کوئی طویل و مستقل
نظم قصیدہ وغیرہ ان سے یادگار نہیں ہے۔ تاریخ کہنے کا بھی یہی حال تھا کہ کسی کی فرمائش
کے علاوہ اپنی خوشی سے جب کہی ہیں کسی ظرافت و تفریح کے موقع پر اور اسی رنگ میں
کہی ہیں بہر حال میرے پاس جو چند تاریخیں ہیں درج کرتا ہوں۔ تاریخ یا نظم میں اپنا نام
کبھی نہ لکھتے تھے۔ کسی دوسرے کے نام سے منسوب کر دیتے تھے۔

تواریخ وفات شاہ فدا حسین صاحب

(۱)

حضرت خضر رہ عرفان و شہود غرقِ رحمت شدہ اتا نہ
پیر خرد گفت بگو شمس کہ یقین مرشد اقدس شدہ فانی فی اللہ

۱۳۱۵ھ

(۲)

از غم قبلہ ارباب یقین گشت نہ خون دل خاصاں جہاں

دفتر تواریخ

کلکِ قاسم بنو شت سال وصال رحلتِ مرشد پا کانِ جہاں

۱۳۱۵ھ

تاریخ تعمیر کوٹھی منشی غلام صفدر صاحب قبلہ

جب یہ اک تازہ بنا صفدر ذیشان نے کی
بام خورشید سے ہاتف نے یہ دی ہے آواز
چرخِ پراوج سے نازان ہوئی یہ کوٹھی
رشکِ قصر مہ تابان ہوئی یہ کوٹھی

۱۸۹۶ء

تاریخ اسپ مولوی احمد سعید صاحب قبلہ

چوں بہ احمد سعید عالی قدر غوثِ اعظم اسپ نجدی داد
ہاتفِ غیبِ گفت در وصفش تحفہ نیک از شہ بغداد

۱۸۹۷

یہ گھوڑا غالباً کسی تاجر بغدادی سے خرید آگیا تھا۔ مولوی احمد سعید صاحب قبلہ مرحوم سے ان کے ہم عمر اعزہ و احباب ہمیشہ ہر طرح کا مذاق کیا کرتے تھے۔ خود مولوی احمد سعید صاحب قبلہ بھی ایسی باتیں کرتے تھے کہ لوگوں کو تفریح کا موقع ملتا تھا۔ اسی گھوڑے کے متعلق انھوں نے فرمایا کہ حضرت بڑے پیر صاحب کا عطیہ ہے۔ دوستوں کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب نے تاریخ کہہ دی۔

تاریخ انتقال ہمشیرہ مولوی نور الحق صاحب مرحوم

یہ تاریخ عم مرحوم کی زندہ دلی و ظریف طبعی کا نہایت دلچسپ نمونہ ہے۔ ان کے برادرانِ خاندان میں مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ سب سے چھوٹے اور سب کے محبوب تھے۔ برادرانِ بزرگ ان کی چھیڑ کے پہلو نکالتے رہتے تھے۔ ان کی شادی مولوی نور الحق صاحب کی صاحبزادی سے ہونے والی تھی کہ لڑکی کی پھوپھی یعنی طفیل چچا کی ہونے والی بھپس کا انتقال ہو گیا۔ اس سے شادی میں تعویق ہو گئی۔ جن لوگوں کے لیے یہ واقعہ کچھ بہت دردناک نہ تھا ان کو دلگی کا موقع ملا۔ حبیب چچا نے تاریخ کی۔ اور ایک دلچسپ لطیفہ نظم کر دیا یہ تاریخ بہت مشہور ہوئی۔ مجھے اسی زمانے میں اس کا سننا اور پڑھنا یاد ہے۔

مرے مہرباں صاحب عزوجاہ جناب طفیل احمد محترم

جو پیران کلیر سے آئے یہاں
 نہ راحت سے جاں تھی، نہ قابو میں جی
 نہ جاتا تھا دل سے کسی وقت درد
 پریشاں ہوئے دیکھ کر ان کا حال
 کسی سے نہ ہر گز کہا رازِ دل
 کرتپور پہنچی جو اس کی خبر
 منگا کر بہل چل دیں پتھراؤں کو
 لگیں کہنے بیٹا ، ترے واسطے
 بجائے مسرت یہ کیسا ہے رنج
 بلا گیا گیا ہے سب احباب کو
 اٹھو رنج و غم کا یہ موقع نہیں
 ہوئے ان سے مجبور تو یوں کہا

کہاں کی خوشی کس کا شادی بیاہ
 اجی کھا گیا جان پھپھس کا غم

۱۳۱۵

تاریخ ولادت فرزند اولیں جناب مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ

بچہ کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو مولوی حبیب الرحمن صاحب قبلہ
 نے پہلے سے تاریخ کہہ رکھی اور اسی پر نہایت پر لطف و بڑے ظرافت قطعہ تیار
 کر رکھا۔ اتفاق سے مردہ لڑکا پیدا ہوا عم محترم نے تہنیت کہ مضمون میں
 تعزیت کو بھی شامل کر دیا، نظم بہت دلچسپ ہو گئی اور خوب مشہور ہوئی۔

دیکھتا کیا ہوں میں ہنگام سحر ،
 صحن دار و در و دیوار کی ضو
 منعقد بزم طرب ہے ، جس نے
 ہاتھ میں ساقی و مطرب نے یہاں
 آگے سلطان کے از بہر نثار
 بڑے ضیا چھوٹی حویلی آج
 روکش نور سمیلی ہے آج
 زیب بزم جم و کے لی ہے آج
 جامِ مے، بر بط و نے لی ہے آج
 سیم و زر سے بھری تھیلی ہے آج

دفتر توارخ

دیکھ کر میں نے کہا، آپ نے کیوں
کس لیے ہاتھ میں ساتی نے بشوق
شادیا نے یہ بجے ہیں کیسے
صاحب بزم سے پھر یہ پوچھا
سامنے جس کے رخ مہر ہے زرد
آمد اس بزم میں شیریں کی ہے یا
مجم اقبال ہوا طالع، یا
سیرت حاتم طے لی ہے آج
ساغر و بربطے لی ہے آج
کیسی مطرب نے یہ لے لی ہے آج
روشنی کیسی یہ پھیلی ہے آج
چاندنی چاند کی میلی ہے آج
خیر مقدم لیلی ہے آج
آمد پور طفیلی ہے آج

کیسی مجلس ہے یہ اور کیسی خوشی

بولے۔ ”یہ جشن فضیلی ہے۔“

۱۳۱۷

ناگہاں دایہ پکاری ہے ہے !
میرے بچے سے امانت اپنی
گم ہوا گوہر جاں ، اب خالی
بطن مادر ہی سے راہ جنت
سر پہ ماں باپ نے قسمت سے بلا
گم ہوا گوہر جان ان کا تو پھر
باغ مقصد نے ، لٹی جس کی بہار
اتنے میں کیا ہوا وہ جشن کہ اب

تاریخ فتح یابی مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ در مقدمہ با مولوی حشمت علی

صاحب قبلہ مرحوم

یہ تاریخ بھی مولوی حبیب الرحمن مرحوم کی فارسی شاعری اور زندہ

دلی کا دلچسپ نمونہ ہے۔ قطعہ تاریخ میں کسی کا نام درج نہیں کیا اس لیے کہ

فریقین مقدمہ اور رفقائے کار سب عزہ و اقارب تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی

حشمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو اس وقت خاندان میں سب سے بڑے

بوڑھے تھے) مقدمہ بازی میں بڑے مشاق تھے۔ عمر بھر عزیزوں سے

دفتر تواریخ

مقدمہ بازی جاری رکھی۔ آخر مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ سے بھی مقدمہ بازی کی باری آگئی۔ یہ حضرت مصنف تاریخ کے برادر اصغر ہیں۔ مولوی حشمت علی صاحب قبلہ کے سب بیٹے داماد اس فن مقدمہ بازی میں ماہر ہیں سب پیر و کار تھے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ نے (جن کی طرف تاریخ کے پہلے شعر میں لفظ جوآنے سے اشارہ کیا ہے) اپنی طرف سے پیروی کے لیے سید اشفاق حسین صاحب کو بھیجا (ان کو لیے ہاشمی کہا ہے) ان کی حسن تدبیر سے مقدمہ میں کامیابی ہو گئی۔

جوآنے کہ نادیدہ روے مصاف
بروتاختہ شیخ فسانی بحق
سحر خیز و شب زندہ دار اہل دل
شب و روز باشد بحق مشتغل
رہا کردہ از خاطر ش حب مال
نکردہ وے ترک مشق نبرد
براہ خدا محض بے طمع نفس
بخوں بر اور بدنجان تمیز
فرستاد پوران و دمساد را
نبرد آزماں ، قومی ہیکلاں
یکے را بر تند بادے زکبر
رسیدند و گشتند کوشان بزم
چو شیرثیاں حملہ آور شدند
بر ہا کشیدند تیغ جفا
بگرز ستم ضرب بر ضرب بود
نکردند در کینہ خواہی دریغ
چو کردند این، یہ ہنگامہ گرم
رواں کرد آخر لیے ہاشمی

بہ پیکار کس کا ہمت نہ بست
کہ درس رسیدہ است تاسی وشت
بروں از ریا ، مرد ایزد پرست
نہ بنی کہ در کنج خلوت نشست
کشیدہ ز دنیا بیک بار دست
کہ این عہد کردہ است روز الست
بجنگ عزیزے کمر پخت بست
چو گر گے سرگو پسندے سخت
خروشاں بمیداں چو پیلاں مست
بقامت بلند ال بتقدیر پست
یکے را ز نخوف بکیواں سرست
بدلہا و جانہا بازو و دست
سر فوج برنا کہ غافل نشست
کشادند تیران خونیں زشت
کہ گر کوہ بودے ازاں می شکست
بہر صورتے کز بشر ممکن ست
جواں را دل از شور ایشاں سخت
بروے دلبراں سفاک دست

دفتر تواریح

یے ہاشمی آں یے ارجمند
ہمانا کہ جاں برز سر پنچہ اش
چونصر خدا ہدم جان اوست
برفت و بیک حملہ حیدری
ندیدند از بیم آن شبل حق
بنا چار مردان شیر افکنان
ز پا اوفتادند انجام کار
کند ریز دیوان پر زور را
کہ فرزند شیر خدا دیدر ست
پیل و نہنگ ونہ شیر نرست
ظفر زیر حکم غلام دے ست
سرو پا و دلہائے گرداں شکست
بحال قرار و نہ جائے نشست
رمیدند کمرہ چو رہبہ پست
بہ پیش خلایق چو از بام طست
زبردست حافظ کہ بالاترست

جواں یافت از دست ترکاں پناہ

توگوئی، ”زچنگال شیراں برست“

۱۳۳۲ھ

میرے پاس یہ نظم خود عم مہفور کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بصورت مسودہ موجود ہے۔ ان کا خط شفیہ تھا۔ اور ان کے سب بھائیوں سے اچھا تھا ان کے علاوہ تاریخیں دستیاب نہیں ہوئی۔ عم محترم نے ۳ رجب ۱۳۴۱ھ ۲۰ فروری ۱۹۲۳ء کو انتقال فرمایا۔

جو ار رحمت نجیب نصیب باشد

۱۳۴۱ھ

حامد حسن قادری
آگرہ، حکیموں کی گلی، قاسمی گلی

۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء
۳ صفر ۱۳۵۶ھ پنجشنبہ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات حافظ عبدالشکور صاحب پھراپونی وقاضی محمد یقین صاحب پھراپونی

دونوں کا انتقال ایک ہی دن ۱۵ رمضان ۱۳۲۶ھ روز جمعہ مطابق
۲ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ اس کی مناسبت سے یکجائی تاریخ کہی گئی میں اس
زمانے میں رامپور میں پڑھتا تھا۔ قطعہ میں عابد حسن کا نام ڈال دیا تھا۔ یہ تاریخ
پہلے نہ ملی کہ اس ”دفتر تواریخ“ میں اپنی جگہ پر لکھی جاتی آج کا نذات
میں سے نکل آئی۔ حامد حسن قادری، ۲۵ فروری ۱۹۳۰ء آگرہ

روزِ آدینہ و ماہِ رمضان
چل بے عبد شکور اور یقین
ایک حافظ تھے تو قاضی تھے ایک
دونوں تھے مصدر مہر و الفت
دونوں تھے باعث فخر پھراپوں
رنج دونوں کا نہ کیوں ہو عابد
اٹھ گئے ایک ہی دن دنیا سے
یہ ہوئی دونوں کی یکجائی تاریخ
کہ، ہوے ساتھ ہی رخصت دونوں

۱۹۰۸ء

دفتر تواریخ

شمار تواریخ جلد ہذا

شمار تواریخ	مادہ تاریخ آخری الفاظ	صفحہ
۱۰۰	برپا گویا	۲۶
۱۰۰	فتح مبینے حاصل	۶۷
۱۰۰	کاغذ زر	۹۹
۱۰۰	قومی ترہے	۱۳۳
۱۰۰	نقاد لکیر	۱۶۱
۱۰۰	ممتاز منزل	۱۸۶
۱۰۰	بہی دہی	۲۱۷
۱۰۰	گنجینہ تواریخ	آخری صفحہ
<hr/> ۸۰۰		

نوٹ: ص ۱۲۵ سے ۱۳۳ تک کتاب میں سے چاک کر کے نکال دئے گے۔ ان میں بھی بہت ہی تاریخیں تھیں۔ وہ اس شمارے میں شامل نہیں ہیں۔

دفتر تواریخ

دفتر تواریخ

۱۹۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تواریخ انتقال امیر الشعرا منشی امیر احمد صاحب امیر نیائی لکھنوی

آن قدح بشکست و آل ساقی نماند

(۱)

۱۳۱۸ھ

شاعری کا ہو گیا اب گل چراغ

(۲)

۱۹۰۱ء

(۳) حضرت امیر نیائی کا انتقال اکتوبر ۱۹۰۰ء میں ہوا ہے۔ اس لیے سن عیسوی کا یہ مادہ تواریخ میں ہے۔

وللاخرة خیر لک من الاولی

۱۹۰۰ء (سورہ واسطیٰ)

تاریخ وفات ہر مجبشی ملکہ و کٹوریا قیصرہ ہند

ز جہان ملکہ معظمہ رفتہ

۱۹۰۱ء

تاریخ تخت نشینی ملک معظم اڈورڈ ہفتم قیصر ہند

مالک تخت و تاج

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات ہنرہائی نس امیر عبد الرحمن خاں امیر افغانستان

آہ خسرو کابل از دنیاے فانی رفت

۱۹۰۱ء

تاریخ تخت نشینی ہر مجبشی امیر حبیب اللہ خاں امیر افغانستان

ہوی رونق تخت کابل دو چند آج

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات منشی فیروز شاہ خان صاب رامپوری

دفتر تواریخ

ہوئے اک فرشتہ خوروانہ

(۱)

۱۹۰۱ء

ذائقہ موت کا چکھا ہے

(۲)

۱۳۱۸ھ

افسوس آہ شہر خموشان میں جا بے

(۳)

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات مسماۃ اشرف خادمہ رامپوری

از سر حسرت بگو تاریخ او راہی ملک عدم اشرف شدہ

۱۳۱۸ھ

تواریخ وفات مولوی نظام الدین صاحب پچھرا یونی کہ در چاہ غرق شد

غرق چاہ

(۱)

۱۳۱۹ھ

اب شق ہوا غم سے سینہ میرا

(۲)

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات حاذق الملک حکیم عبدالمجید خان صاحب دہلوی

حسنت مستقرا

شد ہائے غروب مہرطب یونان

۱۳۱۹ھ

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات نجو خالہ کہ نزد والدہ مولوی محمد صدیق صاحب قیام داشت

اک جہان نظروں میں کالا ہو گیا

نجو خالہ کہ سنانی جب سنی

کیا یہ اے باری تعالیٰ ہو گیا!

فرط غم سے چیخ اٹھے مہدی چچا

گہر کی برکت کا ازالہ ہو گیا

یہ لغت جہاڑا چچا صدیق نے

سب غموں سے یہ تو بالا ہو گیا

چیخ انھیں دادی رسولن ہائے ہائے

بے بدل مینے کہی تاریخ فوت

انتقال نجو خالہ ہو گیا

۱۳۱۹ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات غلام پہلوان رستم ہند
ندا آمد پے سال از دل زار
شجاع و رستم ہند وستان مرد

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات قاضی نصیر الدین صاحب چاند پوری
ففی رحمہ اللہ ہم فیہا خلدون
ہوا ہے تیر قضا آہ پار سینہ کے

۱۹۰۲ء

۱۳۲۰ھ

تاریخ دربار تخت نشینی ملک معظم اڈورڈ ہفتم قیصر ہند

(مطبوعہ انتخاب لائوب لاہور)

آج کا دن ہے خوشی کرنے کا دن
دل نے حامد کے کہی تاریخ جشن
آج کا دن عیش اور عشرت کا ہے
جشن شاہ صاحب ثروت کا ہے

۱۹۰۳ء

قطعات تاریخ طبع مثنوی ستم عشق مصنفہ منشی گوہر علی خان گوہر رام پوری

(۱)

مثنوی شاعرے تصنیف کرد
سرنگون چون بہر تاریخ شدم
نام آن عالی ہم گوہر علی ست
زدندا ہاتف کہ - نادر مثنوی ست
۱۳۲۱ھ

ستم عشق مثنوی عجیب
از دل زار بلگ تاریخ شدم
چاپ گر دید خوشخط و اعلیٰ
آمد - نظم شاہد زیبا
۱۳۲۱ھ

(۲)

واللہ باہتمام و حسن
گفتا دل من ز بہر تاریخ
مطبوع شدہ کتاب منظوم
وہ گوہر لائوب منظوم
۱۳۲۱ھ

(۳)

قصہ دلفریب نظم نمود
منشی گوہر علی بند خیال

دفتر تاریخ

بانگ آمد بگوش من اے زار
از فلک دُرّ نظم اہل کمال
۱۳۲۱

(۵)

مثنوی ستم عشق کا جلوہ دیکھو
نظم ایسی نگہ چرخ نے کب دیکھی ہے
دیکھ کر مثنوی گوہر عالی مقدار
بولا ہر شخص کہ بیشک یہ درافشاں ہے

فکر تاریخ جو کی بول اٹھادل فوراً
مثنوی ستم و جور عجب لکھی ہے

۱۳۲۱ھ

تاریخ طبع شہادت نامہ مولفہ منشی گوہر علی خاں گوہر راپوری

خوب لکھا ہے شہادت کا بیان
مرجا صد مرجا صد مرجا
فکر جب تاریخ کی مجھ کو ہوئی
قصہ غمناک ہے۔ دل نے کہا

تاریخ وقات مولوی محمد لطیف صاحب
۱۳۲۱ھ

نہ تھی درکار چشم و الطیف پاک باطن کو
ہوئی راہ عدم طے۔ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی
ہیں پھر اوں۔ بریلی۔ راپور اب سو گواران کے
نہیں ماتم میں ان کے۔ صرف بیٹے اور پوتے ہی
ہوئی تاریخ۔ خواب شب میں جب خواب عدم نکلی
”آہی ارہ گئے وہ آج کیا سوتے کے سوتے ہی“

قطعاً تاریخ طبع کتاب عجائب مقناطیس مولفہ سید عبدالرحمن صاحب مقیم کلکتہ

(۱)

بہت ہی با سلیقہ اور بہ خوبی
عجائب عبدالرحمن نے لکھے ہیں
لکھے ہیں میر صاحب نے عجائب
کہ چشمے فیض کے جاری کئے ہیں
ہیں اس میں لفظ یا بکھرے ہوئے پھول
لکھے ہیں نقطے یا موتی جڑے ہیں

ندا آئی لب ہاتف سے اے زار

عجائب قوت تحریک کے ہیں

۱۳۲۱ھ

(۲)

عبد رحمان نے خوب لکھی ہے
فکر تاریخ جب ہوئی تو کہا
واقعی اک عجیب کتاب ہے یہ
چشمہ فیض بے حساب ہے یہ

اے خاکسار مصنف اول ”زار“ تخلص کرتا تھا۔ اس کے بعد حسب ارشاد استاد مکرم حضرت راز راپوری
اپنے نام کے جزدا علی (حامد) کو تخلص قرار دیا۔

دفتر تواریخ

تاریخ وصال تاج الاولیا حضرت شاہ نظام الدین حسین صاحب قدس سرہ
حضرت شاہ نظام الدین حسین آنکہ بود از وے کمال اہل کشف
از جہان بے بقا شد در حجاب با خدا گشتہ وصال اہل کشف
کلک حامد از پے سال وصال زد رقم ۔ شد انتقال اہل کشف

۱۳۲۲ھ

تاریخ وفات نواب محسن الملک

اولئک ید خلون الجنة یرزقون فیہا (سورہ مومن۔ رکوع ۵۔ پارہ ۲۳)

۱۳۲۵ھ

تاریخ وفات نواب مرزا خان داغ دہلوی استاد و نظام دکن

(مطبوعہ اخبار دہلیہ سکندری ریاست رام پور) انہ فی الاخرۃ لمن الصالحین

۱۳۲۲ھ (بقہ و۔ رکوع ۱۶)

ہائے داغ آہ اے دلی

تیری حالت پہ ہے بہت افسوس
اٹھ گئے اس جہان۔ فانی سے
ایسے اٹھے کہ اٹھ گئی گویا
چھوڑ کر تجھ کو خستہ حالی میں
مر گئے تیرے چاہنے والے
یادین ہم کو مدرسے تیرے
حاذق الملک اور واصل خاں
تجھ کو کہتے تھے آسمان مطب
”داغ نواب میرزا“ نے اب

۱۳۲۲ھ

تو عجب شے ہے وہاں اے دلی
جس طرف کی نگاہ اے دلی
کر گئی چٹ کمال والوں کو
دیکھی ہر سو۔ اُداسی چھای ہوئی

عظیم مہدی الجید خاں

دفتر تواریخ

کہیے دونوں کا حال سن سن کر
ہاے اے داغ آہ اے دلی
تاریخ وقات مولوی محمد حسین آزاد

”شد بروں آزاد از غم خانہ کون وفساد
۱۳ - ۱۹۲۳ = ۱۹۱۰ء

تاریخ وقات مولوی ذکاء اللہ دہلوی:

(۱) وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین (سورہ بقرہ - رکوع ۱۶)

۱۳۲۸ھ

(۲) باشفیح ام ذکاء اللہ

۵۳۱ + ۷۸۷ = ۱۳۲۸ھ

تاریخ ولادت محبوب الرحمن فرزند مولوی عبدالرحمن صاحب رئیس پچھراؤں

مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۱۲ء اندور

پیدا ہوا ہے نور نظر راحت جگر ہر شخص جس نے دیکھ لیا اس کو شاد ہے
آیا ہے پہول شاخ تمنا میں۔ اس لیے تاریخ ہے کہ: یہ گل باغ مراد ہے

۱۳۲۸ھ

نام تاریخی

حفیظ الرحمن

۱۳۲۸ھ

تاریخ کامیابی خود در امتحان میٹرک لیشن

رام پور ہائی اسکول کے جلسہ تقسیم انعام میں میں نے ایک نظم پڑھی تھی۔ اس کا ایک شعر مشتمل بر تاریخ لکھا جاتا ہے

جب پاس ہو گئے تو یہ تاریخ کی رقم شکر خدا کہ ہو گئے پاس امتحان میں ہم

۱۹۰۹ء

تاریخ نزلہ وز کام راقم

جبکہ ۱۹۱۰ء میں امتحان نشی کی تیاری ہو رہی تھی

دفتر تواریخ

امتحان کے قرب میں نزلہ ہوا یہ بھی واژوئی تقدیر و بخت
اس قدر اٹھتی ہے کھانسی زور سے دل ہوا جاتا ہے گویا لخت لخت
فکر ہے تاریخ کی تم کو اگر کہہ دو حامد۔ اندنوں نزلہ ہے سخت

۱۳۲۸ھ

تاریخ ترتیب خلاصہ اخلاق جلالی بطرز نوی

مرتبہ خاکسار وراقم

(۱)

خلاصہ لکھا کیسانادر نفیس

۱۳۲۸ھ

(۲)

ندا آئی لب ہاتف سے لکھ تاریخ اے حامد
بڑا عمدہ خلاصہ ہے یہ اخلاق جلالی کا

۱۹۱۰ھ

تاریخ کامیابی عابد حسن فریدی و ظہیر عالم چشتی در امتحان میٹرکولیشن

فرحین بما الہم اللہ من فضلہ (آل عمران۔ آیت ۱۶)

۱۹۰۸ھ

تاریخ تحفہ تصاویر از مولوی عابد حسن فریدی

مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۱۰ء در راجپور

نمائش سے مجھے عابد نے بھیجیں خوب تصویریں یہی ہیں میری دلچسپی کی تدبیریں بہت اچھی
کوئی ہے شاہ ان میں کوئی بیگم، پہلواں کوئی یہ سب وہ لوگ ہیں۔ ہیں جن کی تقدیریں بہت اچھی

اگر منظور اظہار مسرت ہے تمہیں حامد

کہو تاریخ : بھیجیں پانچ تصویریں بہت اچھی

۱۳۲۸ھ

دفتر تواریخ

تاریخ ولادت مولوی محمد اعظم الحق جنیدی بی بی اے بی ٹی

خلف حضرت قبلہ و کعبہ مولوی انوار الحق صاحب ناظر پشتر رحمۃ اللہ علیہ

(از آیت قرآن مجید)

وَجَعَلَهُ رَبُّ رَضِيًا

۱۳۲۸

تاریخ ضرب شدید کے برپائے مولوی فضل احمد صاحب سابق قانون گورسید
گیا کوئی عیادت کو تو پوچھا اس نے یہ جا کر
کہا اک روز میں بیٹا ہوا تھا گھر کہ اتنے میں
اٹھا دیکھا کہ بہائی گر پڑے ہیں سیڑھیوں پر سے
لگی تھی چوٹ ایسی سخت اٹھ سکتے نہ تھے بالکل
یہ کیونکر چوٹ بہائی فضل کے عبدالاحد آئی
مجھے آواز زینہ سے گدا گدا گدا آئی
کہا میں نے بلا کیسی یہ اے رب صدمہ آئی
اٹھانے کے لیے گھبرا کے نیچے سے مدد آئی

سنایہ واقعہ جس نے بہت صدمہ ہوا اس کو

کسی شاعر کی یہ تاریخ ہے ضرب اشد آئی

۱۳۲۸ھ

تواریخ نصب پمپ درخانہ مولوی حبیب الرحمن صاحب وغیرہ

(۱) خزانہ آب شیرین کا ہے یا پمپ

۱۳۲۷ھ

(۲) ہے چشمہ فیض اچھا بنایا

۱۳۲۷ھ

(۳) ہوی سیراب چشمہ سے خدائی

۱۳۲۷ھ

۱۔ اقم کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے عظیم الحق نام میں محمد اور جنیدی اول و آخر بڑھا کر تاریخی نام کر دیا تھا جس میں ۱۳۲۸ نکلتے ہیں۔

۲۔ یہ آیت کریمہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے جو انہوں نے اپنے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے فرمائی تھی۔

(۴) واہ اچھا بنا ہے چشمہ فیض

۱۳۲۸ھ

(۵) خزانہ ہے پمپ آب شیرین کا واہ

۱۳۲۸ھ

(۶) دریا سے تو بڑھ کر ہے یہ پمپ حقیقت میں

۱۹۱۰ء

(۷) چاہ کی ضرورت نہ رہی

۱۹۱۰ء

تاریخ تصنیف کشف المعضلات فی شرح المعنیات مصنفہ مولوی سید اولاد حسین صاحب

شادان منشی فاضل پروفیسر مدرسہ عالیہ ریاست رامپور

(مطبوعہ کتاب مذکور)

شارح دُزہ حضرت شادان	جن کو دریا کہیں منیلت کا
ایسے عالم کو سارے عالم پر	سکہ بیٹھا ہے ان کی شہرت کا
ایسے کامل کہ ہو علی سینا	لے سبق ان سے فنِ حکمت کا
بند ہو یوسف و خلیل کا دم	دیکھیں جوہر اگر طبیعت کا
آئیں میدان شاعری میں اگر	جوش زن بحر ہو طراوت کا
ایسے ماہر ہیں وہ بلاغت میں	کہ ٹھکانا نہیں مہارت کا
دھوم ہے ان کے فضل کی ہر سو	غل ہے دنیا میں قابلیت کا
کس بلا کا دماغ ہے ان کا	ذہن پایا ہے کس قیامت کا
کی ہے تالیف اک کتاب لطیف	جو نمونہ ہے ان کی جودت کا
ہے کرشمہ یہ ایک ادنیٰ سا	آپ کے علم کا لیاقت کا
یہ معمون کی شرح لکھی ہے	یا ہے دفتر کوئی فصاحت کا
ہر معنی کا حل ہے صاف ایسا	کوئی پہلو بہا نہ وقت کا
مخزن و معدن بلاغت ہے	لفظ لفظ آپ کی مہارت کا
نقطہ نقطہ ہے گوہر معنی	حرف حرف اک چمن ملاست کا

دفتر تواریخ

الغرض دیکھنے کی چیز ہے یہ وصف کب ہے قلم کی طاقت کا
فکر تاریخ ہے اگر حامد
کہہ دو: گلشن کہلا بلاغت کا

۱۹۱۰ء

تواریخ ترتیب و طبع تذکرہ نمخانہ جاوید مولفہ لالہ سری رام ایم اے دہلوی
(مطبوعہ تذکرہ مذکور)

(۱)

کیا خوب یہ تذکرہ ہے سبحان اللہ
تاریخ کی فکر ہے تو حامد لکھو۔
روشن ہو اسب میں اس سے نام شعرا
بے مثل خزانہ کلام شعرا
حامد لکھو سال عیسوی و ہجری
۵۸۲ + ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء

(۲)

تذکرہ لکھا ہے بے مثل و نظیر
اک نظر جس نے اسے دیکھ لیا
سب میں مشہور یہ افسانہ ہوا
عاشق و والہ و دیوانہ ہوا
تذکرے طبع ہوئے بہترے
سچ تو یہ ہے کہ کوئی ایسا نہ ہوا
تذکرہ کیا ہوا یہ اے حامد
بادۂ شعر کا خم خانہ ہوا

۱۹۱۱ء

(۳)

ہیں جلوہ گر قرینہ سے سب شاعران ہند
حامد نے جلد دوم کی تاریخ یہ لکھی
ہے یہ نمونہ انجمن اہل ہند کا
یہ انتخاب ہے سخن اہل ہند کا

۱۹۱۰ء

(۴)

تاریخ شاعروں کی ہے یہ یا مشاعرہ
یہ تذکرہ ہے یا شعرا کی ہے انجمن

دفتر تواریخ

ہر نقطہ اس کتاب کا ہے رشک آفتاب
 پہیلی ہوئی کہیں ہے بلاغت کی چاندنی
 ہر لفظ اس کتاب کا ہے غیرت چمن
 دریا کہیں ہے اس میں فصاحت کا موجزن
 کیوں آفتاب بن کے نہ چمکے جہان میں
 ہیں قدر دان تذکرہ شاہنشہ دکن
 ترتیب جلد دوم کا حامد یہ سال لکھ
 چہا پا گیا ہے خوب یہ گلہ دستہ سخن

۱۹۱۰ء

(۵)

خوش سلیقہ ہیں بڑے لالہ سری رام ایم اے
 یوں تو لکھے ہیں بہت تذکرے لوگوں نے مگر
 اس میں حالات کے جمع سب عمدہ عمدہ
 ایسی ہی طبع ہوئی جیسی کتاب اچھی ہے
 یہ کتاب آپ نے لکھی ہے بہت ہی اچھی
 ہم نے تالیف نہ دیکھی کوئی ایسی اچھی
 اور غزلیں بھی لکھیں چھانٹ کے اچھی اچھی
 کاغذ اچھا قلم اچھا ہے چھپائی اچھی
 کہہ دو۔ تاریخ لکھی ہے شعرا کی اچھی

۱۹۱۱ء

(۶)

سچ تو یہ ہے حق میں اردو شاعری کے یہ کتاب
 سال ہجری کی اگر ہے فکر اے حامد حسن
 رحمت پر وردگار و خالق مطلق ہوئی
 کہہ دو: اردو شاعری کو اس سے اب رونق ہوئی

۱۳۲۹ھ

تاریخ وفات ہزہای نس میر محبوب علی خان بہادر نظام حیدر آباد دکن

(۱)

پا کرد محشر وفات نظام
 ز جادوے الطاف شاہانہ اش
 بہر شرق و غرب و شمال و جنوب
 مسخر نمودہ جہان را قلوب
 بیا دید گردد جہان ہست کس
 بدین خلق نیلو بدین و صنف خوب

رسید این ندا از لب جبرائیل

کہ ناگاہ مہر دکن شد غروب

۱۹۱۱ء

دفتر تواریخ

(۲)

چراغ دکن بجھ گیا آہ آج

۱۳۲۹ھ

(۳)

نظام کوہ و قار

۱۳۲۹ھ

تواریخ وفات غشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی مقیم رامپور

ایک طویل مرثیہ تاریخی مع مندرجہ ذیل تاریخوں کے یادگار تسلیم مرتبہ صبر رامپوری میں شائع ہو چکا ہے اس
مرثیہ میں سے صرف آخری بند کے چند شعر جو تاریخ پر مشتمل ہیں درج کرتا ہوں۔

(مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء بمقام مہوہ چھاوٹی)

(۱)

جس پہ تھا نکتہ وری نکتہ رسی کا خاتمہ
گرچہ ہونا ہے سبھی کی زندگی کا خاتمہ
ورنہ اب تک ہو گیا ہوتا کبھی کا خاتمہ
ہو گیا گویا کہ بزم شعر ہی کا خاتمہ
ہو گیا آج آہ اردو شاعری کا خاتمہ

۱۹۱۱ء

ہو گیا اوس استاد لکھنوی کا خاتمہ
اور ابھی تسلیم کو ہم سے جدا ہونا نہ تھا
ان کے دم سے ایشیائی شاعری زندہ رہی
جاتے ہی تسلیم کے جاتا رہا لطف سخن
حامد غمگین لکھو تم مصرع سال وفات

(۲)

پامال خزان سخن کا باغ آج ہوا
بزم شعرا کا گل چراغ آج ہوا

۱۹۱۱ء

تسلیم سے تہی بہار وہ ہی نہ رہے
تاریخ وفات لکھ دو حامد تم بھی

(۳)

تھے ہندستان میں تسلیم شمع انجمن گویا

نظر آتی نہیں اب شاعری کی روشنی بالکل

دفتر تواریخ

اگر در پیش تم کو فکر ہے تاریخ کی حامد تو کہہ دو۔ درہم و برہم ہوئی بزم سخن گویا

۱۳۲۹ھ

(۴)

افسوس ہوے جہاں سے رخصت تھے شاعر نامدار تسلیم
رونق تھی سخن کی ان کے دم سے اس باغ کی تہے بہار تسلیم
مانے ہوئے تھے جہاں میں استاد رکھتے تھے عجب وقار تسلیم
تسلیم سا اب نہیں ہے کوئی ہونے کو تو ہوں ہزار ہزار تسلیم

حامد نے کہا یہ سال رحلت

جنت کو گئے سدہار تسلیم

۱۳۲۹ھ

لہم فیہا نعیم مقیم خلدین فیہا ابداً (توبہ رکوع ۳)

۱۳۲۹ھ

(۵)

جہاں سے حضرت تسلیم کیا ہوئے رخصت یہ کہیے آگیا بس شاعری ہی پر ادبار
دکھا سکے گا نہ اب کوئی ثانی تسلیم ہزار گردشیں کہاے پیر کج رفتار
یہ صدمہ لکھنو اور رام پور ہی کو نہیں کہ اس سے سارے زمانے کے جان دول ہیں نگار
ہمیں تھا پہلے ہی قحط رجال کا رونا رہا نہ وہ بھی جو تھا نکتہ دان گوہر بار

خیال ہے تمہیں تاریخ کا تو اے حامد

لکھو کہ: لٹ گئی لو آج شاعری کی بہار

۱۳۲۹ھ

(۶)

ان کے جانے سے سخن کا خانہ ویران ہو گیا

۱۹۱۱ء

دفتر تواریخ

تاریخ ختم قرآن محمد طاہر فاروقی عرف نوشہ میاں سلمہ خلف اکبر عم مکرم
جناب پروفیسر مولوی محمد محسن صاحب فاروقی منشی فاضل مدظلہ العالی

(نوشتہ بہ مقام جہادنی مہو)

کرے نشرہ طاہر اللہ مبارک!

۱۳۲۹ھ

حضرت والد ماجد راقم نے اس تقریب کی تاریخ خوب فرمائی ہے

”چشم بد دور نشرہ طاہر“

۱۳۲۹ھ

تاریخ سیر شالامارباغ لاہور

خاکسار راقم مئی ۱۹۱۱ء میں منشی فاضل اور عالم کے امتحانات کے لیے مدرسہ عالیہ رامپور کے
طلبہ اور پروفیسر سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی کے ساتھ لاہور گیا تھا۔ شالامارباغ کا
سفر اتوں میں ہوا تھا۔ واپسی میں اکتے ہی میں تاریخ لکھی تھی۔

دیکھ کر آئے ہیں شالامارباغ

۱۹۱۱ء

تواریخ طبع یادگار تسلیم مرتبہ حضرت صبر رام پوری

(۱)

تواریخ وہ صبر نے جمع کی ہیں کہ جن میں سے ہر ایک ہے پیکر غم
لکھو سال طبع تواریخ حامد یہ مطبوع اب ہو گیا دفتر غم

۱۹۱۱ء

(۲)

تسلیم کہ وہ مرثیے ہیں اس کتاب میں تاریخ طبع کی ہے اگر جستجو تمہیں
پڑھنے سے جن کے اڑتے ہیں منہ سے شرار غم
حامد لکھو: چھپی ہے یہ اب یادگار غم

۱۳۲۹ھ

دفتر تواریخ

تواریخ وفات مولوی ظہیر الدین حسین صاحب ظہیر دہلوی (یادگار ذوق)

(۱)

افسوس کہ از جہاں فانی
پرسید سن وفات حامد
آن شاعر بے نظیر رفتہ
گفتم - بہ جنان ظہیر رفتہ

۱۹۱۱ء

(۲)

ہو گیا رنگ شاعری پہیکا
فکر تاریخ ہے اگر حامد
نہ رہا لطف شعر بعد ظہیر
کہدو - کیا لطف شعر بعد ظہیر

۱۹۱۱ء

(۳)

رکھتا ہے دشمنی جو مشاہیر دہرے
جتا ہے دیکھ دیکھ کے اہل کمال کو
دیکھو کہ اس نے بیٹھے بٹھائے اک آن میں
تسلیم اور جلال کو اس نے اٹھا لیا
پیشک ظہیر آپ ہی اپنی مثال تھے
کیا کینہ تو ز طبع ہے اس چرخ پیر کی
یہ بددعا لگی ہے اسے کس فقیر کی
صورت ملا دی خاک میں داغ و امیر کی
پیر آن پہنچی ساعت رخصت ظہیر کی
عناقصفت ہے ہستی اب ان کے نظیر کی

لکھ دو سن وفات یہ اے حامد حزیں

اب یادگار مٹ گئی ذوق و نصیر کی

۱۹۱۱ء

نوشتہ بمقام مہو چھاونی

تاریخ کشتن مارسیاہ در خیمہ گاہ کدریا چھاونی مہو سنٹرل انڈیا

اکتوبر ۱۹۱۱ء میں چھاونی مہو میں طاعون شروع ہوا اور میں مع حکیم اختر حسین خان بیدل

مسٹر عبدالصمد خان میدان کدریا میں خیمہ نصب کر کے رہنے لگا۔ وہیں کا یہ واقعہ ہے۔

اتفاقاً آج اک مارسیاہ
تھا وہ پردار اور زہریلا بھی تھا
آگیا خیمہ میں لہراتا ہوا
مارڈالا اس کو یہ اچھا ہوا

دفتر تواریخ

دیکھنے کے واسطے ہر سمت سے
فکر ہے حامد اگر تاریخ کی
گرد اسکے جمع اک میلا ہوا
کہدو۔ اچھا قتل موزی کا ہوا

۱۳۲۹ھ

تاریخ جنگ خدمات خیمہ گد ریا مہو چھاونی سنٹرل انڈیا

اتفاق سے ہمارے خیمہ کے متعلق تین مائیں جمع ہو گئی تھیں روز آپس میں لڑا کرتی تھیں
۵ نومبر ۱۹۱۱ء کو ان میں سخت اور طویل لڑائی ہوئی۔ اسی دن میں نے یہ تاریخ لکھی تھی۔

حلیم بی کی جمیدن کی اور بڑی بی کی
عجب طرح کی لڑائی ہے آج تینوں میں
یہ بولی اب کے کہا کچھ تو تم ہی جانو گی
کہا یہ تیسری نے منہ سنبھال کر بولو
ذرا تو آ کے یہاں حملہ آوری دیکھو
ہر ایک ان میں سے ہے جوش میں بھری دیکھو
وہ بولی میں بھی کہوں گی کھری کھری دیکھو
نہ گالیوں پہ اتر آؤ تم ذری دیکھو
لڑائی دیکھ کے حامد نے یہ کہی تاریخ
کہ۔ آج خیمہ میں سے جنگ زرگری دیکھو

۱۳۲۹ء

تاریخ وفات مسٹر خورشید جی دستور پارسیان مہو

(۱)

آج رخصت ہو گئے خورشید جی
کہیں حامد سال فصلی آپ بھی
پارسیوں کو نہ ہو کیونکر ملال
ہو گیا دستور کا اب انتقال
۱۳۱۸ فصلی

(۲)

درد ل پارسیان آتش غم افتاد است
فکر تاریخ وفاتش چو دل حامد کرو
بے نہایت ہمہ راہست الم دستورے
این صدا خاست کہ۔ صد حیف غم دستورے

۱۹۱۲ء

تاریخ ولادت دختر عبدالصمد خان کلرک محکمہ کمبریٹ مہو چھاونی

(نوشتہ بہ مقام چھاونی مہو۔ ۱۰ مئی ۱۹۱۲ء)

چاند سی بیٹی خدا نے دی صمد صاحب کو
تاریخ پڑھ کر ابھی معلوم ہوئی ہے یہ خبر

دفتر تواریخ

روز آدینہ تھا اور ماہ مئی کی دسویں سن کے بیساختہ تاریخ کہی حامد نے کہ یہ برکت ہوئی اللہ کی نازل گہر پر کہ۔ مبارک ہو مبارک ہو عمدہ کو دختر

۱۹۱۲ء

تاریخ وفات مولوی احمد علی صاحب قبلہ رئیس پچھراؤں

نوشتہ بمقام مہوچھاوئی در ماہ مئی ۱۹۱۲ء

(۱)

کیوں ان کی وفات کا نہ ہو سب کو ملال اس حادثہ الم فزا کا ہے یہ سال تھے مولوی احمد علی فرزندہ خصال خلق نبوی کی تھے وہ ایک زندہ مثال

۱۹۱۲ء

(۲)

بسوے آن جہان خود گرچہ رحلت کرد زین عالم چو کردم فکر سال فوتش از ہاتف ندا آمد مگر زندہ است نام مولوی احمد علی قبلہ کہ شد جنت مقام مولوی احمد علی قبلہ

۱۳۳۰ھ

(۳)

انتقال از دہر کردہ مولوی احمد علی سال رحلت گنت حامد بہر لوح ترتیش آنکہ شغلش بود احسان و برہم شام و پیدہ مولوی احمد علی صاحب جنت آرامہ

۱۳۳۰ھ

(۴)

مولوی احمد علی صاحب کی آہ یہ خبر وحشت اثر جس دم سنی سنتے ہی جاتے رہے ہوش و حواس میں ہی کیا پچھراؤں بہر ماتم میں ہے تائی بی کا نم ہی کچھ تھوڑا نہ تھا مکاشن پچھراؤں میں آئی خزان عالم فانی سے رحمت ہوئی کیا کہوں کیا دل کی حالت ہوئی سر میں سودا دل و دشت ہوئی ہاے بیا نازل مسیت ہوئی اور کیوں وارہ یہ آفت ہوئی ساری دولت اس کی حالت ہوئی

دفتر تواریخ

خاک اب اڑنے لگی پھراؤں میں
 روشنی قصبہ میں تھی جس شمع سے
 پل کرم کا اب شکستہ ہو گیا
 ذات میں تھیں ان کے جو خوبیاں
 ان کے دم سے گرم تھا بازار خلق
 جس پہ ڈالی از رہ احسان نظر
 کی عیادت جا کے جس بیمار کی
 مرتے دم تک کی محبت جس سے کی
 تھے رحیم اتنے ہوا کوئی ملول
 وان لگی دل پر کسی انسان کے چوٹ
 ان کا ادنیٰ سے بھی ایسا خلق تھا
 تھی نہ پیری اس کا باعث بلکہ پشت
 جب ملے، جس سے ملے، جھک کر ملے
 الغرض وصف ان کے میں کیا کیا لکھوں
 کیا سے کیا بستی کی صورت ہو گئی
 وہ نہاں اب ریز تربت ہو گئی
 خشک اب نہر سخاوت ہو گئی
 ان میں سے ایک ایک رخصت ہو گئی
 زائل اس کی قدر و قیمت ہو گئی
 دور اس کی سب فلاکت ہو گئی
 وہ یہ سمجھا مجھ کو صحت ہو گئی
 ہو گئی جس پر عنایت ہو گئی
 اور طاری ان کو رقت ہو گئی
 درد سے یان غیر حالت ہو گئی
 جس نے دیکھا اس کو حیرت ہو گئی
 خم - تو اضع کی بدولت ہو گئی
 اس لیے جھکنے کی عادت ہو گئی
 بار غم سے پست ہمت ہو گئی

حامد محزون یہ لکھ سال وفات

اب ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی

۱۹۱۲ء

(۵)

تاریخ وفات عم مکرم مولوی احمد علی صاحب موصوف الصدر وعمہ مکرمہ
 زوجہ مرحومہ آل مغفور

چل بے تائی اور تائے میاں
 فکر تاریخ تھی کہ دل بولا
 خاندان پر یہ کیا ستم ٹوٹے
 آہ اب کوہ ہائے غم ٹوٹے

۱۹۱۲ء

دفتر توارخ

تاریخ وفات حکیم محمد حسن صاحب تمکین پچھرا یونی

(۱)

رفت چو تمکین سو ملک عدم صبر برفت از دل غمگین ما
سال وفاتش دل غم دیدہ ام گفت، بہ جنت شدہ تمکین ما

۱۳۳۰ھ

(۲)

تمکین یہاں سے ہو کے رخصت اللہ میاں کے پاس پہنچے
تاریخ وفات میں نے لکھی رضوان جنان کے پاس پہنچے

۱۳۳۰ھ

(۳)

تمکین بسوے خلد رفت

۱۹۱۲ء

(۴)

تمکین سخنور بجنان شد ز جہاں

۱۹۱۲ء

(۵)

رخصت ہوے اب حکیم تمکین

۱۹۱۲ء

تاریخ وفات ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

(۱) لہم فیہا نعیم مقیم خالدین فیہا ابداء (سورہ توبہ - آیت ۳)

۱۳۳۰ھ

(۲) باد فردوس خلد جا ہمیشہ = ۱۳۳۰ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات مولوی ظہیر الدین صاحب ابن مولوی شرف الدین صاحب پچھراؤنی

(۱)

ناگاہ ازین دہر سفر کرد ظہیر آہ
بے مشکل بر آمدن ازین مصرع مشہور
ہوش از سرما بُرد و شکیب از دل ما برد
این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

۱۹۱۲ء = ۱۳۳۰ھ - ۲۳۸۲

(۲)

ظہیر جنان مکان

۱۳۳۰ھ

(۳)

خلد کو ظہیر جوان ز کی گئے

۱۹۱۲ء

قطعہ تاریخ مشتمل بر تواریخ وفات جملہ عزیزان و ساکنان پچھراؤں درو باے طاعون
تالی بی۔ تائے میان۔ آمنہ۔ تمکین۔ ظہیر
کون کون اور ہوئے ہوں گے شہید طاعون
مرنے والوں کو خدا اپنے کرم سے بخشے
عورتوں کے لیے تاریخ غفرن نکلی
۱۳۳۰ھ

چاہتا تھا میں کوئی مادہ ایسا جس سے
فکر ہی تھی کہ دل زار سے نکلی تاریخ
حالت قصبہ کا پہر جاے نظر میں نقشا
حشر ہے قصبہ پچھراؤں میں برپا گویا
۱۳۳۰ھ

تاریخ کامیابی مولوی ظہیر عالم صاحب چشتی (بی اے ایل ایل بی وکیل سنبھل) در امتحان بی اے
(نوشتہ جون ۱۲ء اندور و مطبوعہ زمیندار لاہور)

شکر صد شکر ہوے پاس ظہیر
نکا پچھراؤں سے پہلا بی اے
کبل گیا غنچہ دل آج اپنا
کچھ مسرت کا ٹھکانا نہ رہا
کیوں نہ احباب ہوں شاد و خرم
جس قدر فخر ہو اس کو ہے کم
دیر سے منتظر مژدہ تھے ہم
نام اخبار میں دیکھا جس دم

دفتر تواریخ

لکھی حامد نے یہ ”عمدہ تاریخ“
ہو گئے بی اے ظہیر عالم

۱۳۳۰ء

تاریخ دیوان نواب محمد زماں خان صاحب بہادر نواب باندہ مقیم اندور

(اس تاریخ کے مصرع ضائع ہو گئے) نوشتہ در اندور

شاخ گل ہر شعر ہے دیوان میں

۱۹۱۲ء

تاریخ بچہ سگ کہ حکیم اختر حسین خان بیدل شاہجہان پوری در مہو حاصل کرد
گمانہ نکلے گا کہیں ایسا مہو اندور میں
قسمت سے تم کو مل گیا واللہ کیا بچہ ہے یہ
گمانہ نہیں ہے واقعی اک شیر کا بچہ ہے یہ
شکل اس کی جب آئی نظر تاریخ حامد نے لکھی

۱۳۳۰ھ - ایدل کو ملا

تاریخ ترک گفتن راقم ”چہاونی مہو“ را

۷ اکتوبر ۱۳۳۰ء کو مہو میں لکھی گئی یکم نومبر ۱۹۱۲ء کو میں مہو سے بقصد اناوہ روانہ ہو گیا۔

یہ نظم ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء کے رسالہ نقاد آگرہ میں شائع ہو چکی ہے۔ باونی ترمیم یہاں درج

کی جاتی ہے۔

خیر باد

اے مہو! اے منزل آرام و راحت الوداع!
الفراق اے مخزن خوبی و کان دل کشی!
خیر باد اے آنکہ ہستی مطلع انوارِ حسن
خیر باد اے آنکہ ہستی انتخاب روزگار
تو وہ خم خانہ ہے جو ہے تو بہ زاہد شملن
ہے جہاں سوزی کی شہرت تو وہ آتش خانہ ہے
تو وہ بت خانہ ہے آخر کر لیا کافر مجھے
ایسا جادو تیری ہر دیوار میں ہر در میں ہے
ہاں یہاں نکلا دل خستہ کا ارمان نمک

الوداع اے روکش گلزار جنت الوداع
الفراق اے شان رعنائی و جان دکشی
خیر باد اے آنکہ ہستی منبع اسرارِ حسن
خیر باد اے حرف زریں در کتاب روزگار
رہن مے ہیں سجد و زناں شیخ و برہمن
میرا دل بھی تیری شمع حسن کا پروانہ ہے
کہتے ہیں آتش پرست و بت پرست اکثر مجھے
عقل بھی مسکور ہے ایمان بھی چلر میں ہے
زخم خواہاں نمک تھا اور تو کان نمک

ہاں نہیں ہے تو وہی پہلو میں جس کے دل نہیں
 جن کو دعویٰ ہے خدائی کا وہ ہیں پتھر ترے
 راہ میں دل کا مچلنا یاد آئے گا ہمیں
 تیرے صحراؤں پہاڑوں اور گلزاروں کا لطف
 غم زدا کلفت شکن راحت جان۔ عشرت فزا
 ہر گلی کوچہ ترا ایک ایک باب حسن ہے
 کر لیا ہے تو نے میرے دل کو بھی نچیرنا
 دل مگر بھر بھی حریص لذت بیداد ہے
 ہے صدائے دل کہ اک داراے شکر اور بھی
 جان عاشق کے لیے انداز معشوقانہ تھا
 اشک اگر نکلے تو آخر کیا کرے رنجور تھا
 اول اول لذت آزار سے بیگانہ تھا
 ہے یہ میرے واسطے گویا قیامت کی گھڑی
 دے نہ ہرگز طعنہ بیزاری الفت مجھے
 کیا نہیں آگاہ جو رگروش ایام تو؟
 اے مہبان صداقت کیش و الفت آشنا
 بادل حسرت زدہ بادیدہ پر اشک خون
 کہد و حامد رخصت اے اہل مہو جاتے ہیں ہم

۱۹۱۲ء

تاریخ آتشزدگی در چھاؤنی مہو

(نوشتہ بہ مقام اتادہ۔ ۱۲ نومبر ۱۹۱۲ عیسوی)

وہ آگ بن کے جواک قبر کردگار آئی
 بھانے کے لیے مخلوق بے شمار آئی
 جو آیا اوسکے ہی سر پر قضا سوار آئی

کون ہے جو تیری تیغ ناز کا بسک نہیں
 اے مہو! یاد آئیں گے یہ دلنشیں منظر ترے
 تیری سڑکوں پر ٹہلنا یاد آئے گا ہمیں
 میرے دل سے کوئی پوچھے تیرے نظاروں کا لطف
 تیری بارش۔ تیرا سبزہ۔ تیرے گل۔ تیری ہوا
 چشم بنیا کے لیے تو اک کتاب حسن ہے
 تو وہ ترکش ہے بھرے ہیں جس میں لاکھوں تیر ناز
 ظلم تیرا گرچہ بے حد اور ستم ایجاد ہے
 زخم کھا کر ہو گیا مشتاق خنجر اور بھی
 ظلم جو تو نے کیا وہ عشوہ جانا نہ تھا
 آہ کی دل نے تو درد عشق سے مجبور تھا
 دل نے گر شکوہ کیا تو وہ کوئی شکوانہ تھا
 اے مہور خست کہ آہنچی ہے فرقت کی گھڑی
 میں نہ جاتالے نہ جاتی گرمی قسمت مجھے
 ترک پاس لذت غم کا نہ دے الزام تو
 رخصت اے اہل مہو اے مخلصان باصفا
 تم سے ہوتا ہوں جدا کس طرح لیکن؟ کیا لکھوں!
 ہے اگر منظور تاریخ فزاق پر الم

سنی جو یہ خبر دردناک، میں نے کہا
مہو میں آج قیامت بشکل نار آئی

۱۳۳۰ھ

تاریخ وفات زوجہ مولوی فرید احمد صاحب پچھرا یونی

(جس کو مولوی عبدالواحد صاحب پچھرا یونی نے تہذیب نسواں چھپوایا تھا)

نوشتہ بمقام اناوہ۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۲ء

کیوں شکوہ آسماں کریں ہم
تقدیر کو کیوں لگائیں الزام
ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے
راضی برضا رہے ہر انسان
غم کا بھی وہی ہے دینے والا
یہ غم جو فرید! تم کو پہنچا
حامد کا بھی دل ہے پارہ پارہ
بیوی کا بہت بڑا ہے صدمہ
پتھر کا جگر ہو تو پکھل جائے
یہ رنج نہ دے خدا کسی کو
یہ غم تو نکل سکا نہ دل سے
جز صبر نظر نہ آئی تدبیر
کی میں نے ہجوم غم میں جب فکر

کیوں گردش دہر کے ہوں شاکی
آخر کچھ اس سے فائدہ بھی؟
جو اس کی رضا وہی ہماری
ہاں شرط یہی ہے بندگی کی
دی ہے بندے کو جس نے شادی
کس طرح سے تغریت ہو اس کی
اور شق ہے زبان کلمک کی بھی
ہے شاق بہت ہی یہ جدائی
اس آتش غم میں ہے وہ گرمی
اس غم میں نہ بتلا ہو کوئی
کیا روئی جو آنکھ خون روئی
مرضی پہ خدا کی جب نظر کی
تاریخ بھی ہاتھ آئے کوئی

رضوان جنان نے دی یہ آواز

خاتون جنان کے پاس پہنچی

۱۳۳۰ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات والدہ سید مقبول حسین صاحب مولوی فاضل ساکن نوجوانوہ ضلع مراد آباد

نوشتہ بمقام اناوہ

(۱)

خاتون نیک مناقب

۱۳۳۰ھ

(۲)

نیک بی بی اٹھ گئیں دنیا سے آہ! خویش و بیگانہ کو ہے غم بیکراں
فکر جب تاریخ کی مجھ کو ہوئی کی نظر میں نے بسوے آسمان
یہ ندا آئی لب جبریل سے لکھ۔ گئی ہیں نزد خاتون جنان
۱۳۳۰ھ

(۳)

آمد از بہر طلب پیک اجل ۴ زین جہاں شدبارم آن خاتون
گفت تاریخ بگو شمع ہاتف کہ۔ روان شدبارم آن خاتون
۱۹۱۲ء

(۴)

نہ آن زن داشت خود را ہم صفاتے ندارد در جہاں این غم مثالے
چو فکر سال کردم۔ ازدول زار ندا آمد۔ غم مریم مثالے
۱۹۱۲ء

(۵)

بہ اندک تغیر

ندارد در جہاں این غم مثالے نہ آن زن داشت خود را ہم صفاتے
چو فکر سال کردم۔ ازدول زار ندا آمد۔ غم مریم صفاتے
۱۹۱۲ء

دفتر تواریخ

تاریخ وفات مولوی احمد حسن صاحب قبلہ و کعبہ و کیل رامپوری والد ماجد راقم

کہ بمقام ریاست رامپور بتاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۱۳ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۱۳ھ بروز چار شنبہ انتقال فرمود

پیوست با رحمت رب

۱۳۳۱ھ

تاریخ فتح ترکان در جنگ بلقان

۱۲ فروری ۱۹۱۳ء کو شام کے وقت مولوی بشیر الدین صاحب فیجر اسلامیہ ہائی اسکول

اناوہ کو تار کے ذریعہ سے ترکوں کی فتح کی خبر معلوم ہوئی۔ میں نے فوراً یہ تاریخ لکھی۔

ہے شکر خدائے جن و بشر کی اس نے کرم کی ہم پہ نظر

جو خشک ہوا جاتا تھا شجر پھر آنے لگے ہیں اس میں ثمر

دریائے کرم پھر موج پہ ہے پھر اختر طالع اوج پہ ہے

حملہ دشمن کی فوج پہ ہے سینوں کو کئے ہیں ترک سپر

پھر اپنا مقدر جاگا ہے دشمن میدان سے بھاگا ہے

ترکوں نے روکا آگاہے جاے گا کہاں دشمن بچ کر

بھیجی ہے خبر انصاری نے، کی رحمت حضرت باری نے

ہمت ہاری بلغاری نے، جب ترک نے وار کیا بڑھ کر

پھر اڈریا ٹوپل چھین لیا، پینتیس ہزار کو قتل کیا

بلغاریوں کو وہ زخم دیا، جو بھرنہ سکے گا تا محشر

راحت جو ہوئی یہ خبر سن کے وہ باہر ہے اندازے سے

تاریخ نکالی حامد نے فوراً کہ: ہوی ترکوں کو ظفر

۱۹۱۳ء

تاریخ کامیابی سید احمد رضا صاحب واسطی (بی ایل ٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول کانپور)

در امتحان بی اے

اس تاریخ کے متعلق یہ تصحیح ہے کہ ماسٹر واسطی صاحب اور ایک دوسرے بچے

اسلامیہ ہائی اسکول اناوہ امتحان بی اے میں شریک ہوئے۔ یہ دونوں حضرات ایک

دفتر تواریخ

دوسرے سے رنجش رکھتے تھے۔ حسن اتفاق سے واسطی صاحب کامیاب ہو گئے اور ماسٹر عنایت حسین صاحب ناکام، جن کو اپنی ناکامی کے ساتھ اپنے حریف کی کامیابی کا بھی سخت رنج ہوا۔ اس واقعہ کو مد نظر رکھ کر تاریخ میں عنایت کے دل یعنی حرف الف کے ایک عدد کا تخریج کیا گیا ہے۔

توڑ کر دل کو عنایت کے یہ ہاتھ نے کہا
آج بی اے ماسٹر احمد رضا صاحب ہوے

۱۹۱۳ء

تاریخ کتھدائی سید محمد ضمیر صاحب ایم ایس سی۔ ایل ٹی سندیلوے

نوشتہ بمقام پٹاودہ۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۳ء

”کتھدائی ضمیر است“ چو این بشنیدم ”جاودان باد مبارک“ دل شادانم گفت
 گل تاریخ چو در باغ فصاحت جستم روّندا بلبل دل۔ غنچہ امید شگفت

۱۹۱۳ء

تاریخ ولادت فرزند نرنیہ مولوی نذیر احمد العباسی ایم اے ریسرچ فیلو بڑودہ کالج

بہ فرمایش صاحب تاریخ یکم ستمبر ۱۹۱۳ء بمقام بڑودہ نوشتہ شد

ابن مولوی نذیر احمد العباسی

۱۳۳۲ھ

قطعہ تاریخ کامیابی مولوی عابد حسن صاحب فریدی ایم اے ایل ٹی درامتھاں ایل ٹی

(نوشتہ بمقام بڑودہ۔ جون ۱۹۱۳ء)

تمھاری کامیابی کی خبر پر نہ کیوں دل سے مبارکباد نکلے
 نہ کیوں ہو خاندان کو فخر تم پر نہ کیوں بستی کے دل سے داؤ نکلے
 نہ کیوں نکلے بڑوں کا نام تم سے کہ وجہ عزت اجداد نکلے
 تمھارے گھر رہی ہے دولت علم بہت سے عالم و زہاد نکلے
 کوئی پچھراؤں سے عالم نہ نکلا بہت قارون کی اولاد نکلے
 نہ نکلا ایک بھی اللہ والا ہزاروں ہمسر شداؤ نکلے
 اگر پچھراؤں کی حالت کو دیکھے دل عالم سے اک فریاد نکلے

دفتر تواریخ

حسد، بغض و عداوت، کبر و نخوت
 تنفر علم سے، دولت پہ نازاں
 بڑھی انگلش جنھوں نے، ان کے نزدیک
 انھیں کو ہم نے حق سے دور پایا
 تھی امید وفا جن سے وہ اصحاب
 محبت میں عداوت واہ کیا خوب
 انھیں معراج پا بوسی حکام
 غریق و رطہ، جہل مرکب
 بہت ڈھونڈا نہ نکلا ایک عالم
 مگر تم نے کھرے کھوٹے کو پر کہا
 مرچ علم کو دولت پہ سمجھا
 کہاں کی منصفی، تحصیلداری
 نہ کی حرص زمین و زر جنھوں نے
 کیا ہے زندگی کو وقف تعلیم
 زمانہ مان جائے کام وہ ہو
 سب احباب پر صل علی ہو

یہ اہل قصبہ کے ہمزاد نکلے
 یہ اوصاف اور یہ اسناد نکلے
 وہ گویا مائل الحاد نکلے
 بڑے جو شاعری اور ادب نکلے
 زیادہ بانی بیدار نکلے
 شکر کیا ستم ایجاد نکلے
 وہ نام ظاہری پر شاد نکلے
 زر و جاگیر کے منقاد نکلے
 مگر جاہل، سو بے تعداد نکلے
 حقیقت میں بڑے نقاد نکلے
 بڑے باہمت اور آزاد نکلے
 تم ان آفات سے آزاد نکلے
 وہی نکلے اگر کچھ شاد نکلے
 اسی شیریں کے تم فریاد نکلے
 زبان روکیں تو دل سے داؤ نکلے
 دل حساد سے فریاد نکلے

کہی بیسانتہ حامد نے تاریخ

فریدی واہ! تم استاد نکلے

۱۳۳۲ھ

تاریخ کامیابی سید سجاد حسین صاحب دہلوی در امتحان بی اے

نوشتہ بمقام بڑودہ۔ جون ۱۳۔

گزٹ نے آج سنایا یہ مژدہ جان بخش
 یہ فی البدیہہ ہے تاریخ کامیابی کی
 کہ نکلی قلب سے بیسانتہ مبارکباد
 خدا کا شکر گریجویٹ ہو گئے سجاد

۱۹۱۳ھ

تاریخ سے اوپر کے دو شعر حکیم سید محمد ولایت علی خاں صاحب عرف جشی میاں، طبیب و رئیس بڑودہ کا طبع ہیں جس وقت
 میں یہ نظم لکھ رہا تھا انھوں نے بڑتہ یہ شعر کہے اور میں نے ان کی فرمائش پر شکر یہ کے ساتھ شامل کر لیے۔

دفتر توارخ

نامہ متضمن تاریخ و تفریت دختر مولوی حافظ سعید الرحمن صاحب تاثیر پچھرا یونی

(مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۴ء بمقام بڑودہ اسٹیٹ)

ان فی ذلک لایت

۱۳۳۲ھ

اے میرے برادر مکرم
 اے خستہ دل و ستم رسیدہ
 یہ غم جو ملا تمہارے جی کو
 دنیا ہے ضرور معدن غم
 راحت کم ہے الم زیادہ
 مان باپ کا غم بھی ہے جگر سوز
 احباب کا غم بھی غم بڑا ہے
 اس غم کا بھی تم پہ در نہ تھا بند
 لیکن خاتون کی جدائی
 کس منہ سے کہوں کہ تم نہ روؤ
 لیکن ہے یہی خدا کا فرمان
 ہوتا ہے اگرچہ دل کو صدمہ
 اب صبر کرو سعید بھائی
 اللہ کی تھی وہ اک امانت
 حق نے جو اوسے دیا تھا تم کو
 سوئی تو یہ اُس کی تھی عنایت
 انسان کیا اور اس کی مت کیا
 رنج اس کے لیے جو کچھ اٹھائے
 سید ہی وہ خدا کے پاس جا کر
 یہ عرض کرے گی اپنے رب سے
 کی میری بہت انھوں نے خدمت

اے مورد صد بلا و صد غم
 صدرنج و ہزار غم کشیدہ
 اللہ نہ دے یہ غم کسی کو
 ہر دل ہے ضرور مسکن غم
 ہے ایک سے ایک غم زیادہ
 ہے بھائی بہن کا غم بھی دل دوز
 اولاد کا غم مگر برا ہے
 ضائع ہوئے بیٹے بیٹیاں چند
 اک حشر کو ساتھ لے کے آئی
 کس طرح نہ روؤ جب یہ غم ہو
 صابر رہے رنج میں مسلمان
 لیکن کہنا یہی ہے پڑتا
 سمجھو کہ وہ چیز تھی پرانی
 رکھا اُسے تم نے ایک مدت
 مالک تو نہیں کیا تھا تم کو
 واپس لے لی تو کیا شکایت
 کیا جانے ہے اس میں مصلحت کیا
 ہاں تم کو صلے ملیں گے اس کے
 اور ننھے سے ہاتھوں کو اٹھا کر
 ”بھیجا مجھے تو نے پاس جن کے
 رکھا مجھے جان کر امانت

دفتر تواریخ

صدے مرے واسطے سہے ہیں تکلیف میں وہ بہت رہے ہیں
 وہ مجھ کو سمجھ کے تیری نعمت کرتے تھے بہت ہی مجھ سے الفت
 آئی انھیں چھوڑ کر وہاں سے محبوب بہت ہوں باپ ماں سے
 صدمہ ہے جو میرا ان کے دل پر واقف ہے کون تجھ سے بڑھ کر
 منظور گذارش ادب کر سب عفو قصور اُم و اب کر
 بخش ان کے دلوں کو صبر و ہمت رکھ ان پہ سدا نگاہ رحمت
 غم کوئی نہ ان کے پاس آئے دل میں نہ کوئی ہراس آئے
 نعم البدل اک مرا عطا کر خوش ہوں وہ مرا الم بھلا کر
 جو کوئی امانت اب انھیں دے واپس نہ لے تا حیات اُن سے
 فرزند عطا ہو یا کہ دختر ہونیک نہاد و نیک اختر

المختصر اے سعید بھائی ہوگی اس میں بھی کچھ بھلائی
 رکھیے نظر اُس خدا پہ ہر دم پیدا کئے جس نے شادی و غم
 جنت کی طرف چلی گئی وہ پاک آئی تھی پاک ہی گئی وہ

حاجت اس کو دعا کی کیا جو

خاتون جنان کی گود میں ہو

۱۳۳۲ھ

تاریخ کامیابی منشی عبداللطیف رامپوری و محمد ابو ظفر خان بدایونی در امتحان منشی فاضل
 کامیابی آپ کی وجہ مسرت ہے لطیف آپ علم فارسی میں ماہر و کامل ہو۔
 فکر تھی ہو تہنیت نامہ میں اک تاریخ بھی دل پکار اٹھا کر لکھ دو۔ منشی فاضل ہو۔

۱۳۳۲ھ

تاریخ سرقہ بخانہ حکیم قمر الدین صاحب ناظم بڑودوی

نوشتہ بمقام بڑودو

چوری کیا آج ہاے مال ناظم

۱۳۳۲ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات مولانا شبلی نعمانی

کہ بتاریخ ۱۸ نومبر ۱۹۱۳ء بمقام اعظم گڑھ انتقال فرمود

(نوشتہ بمقام پھر اوں ضلع مراد آباد)

ناظم۔ ناشر۔ ادیب۔ نقاد

۱۹۱۳ء

بگو شبلی نعمانی ست اندر رحمت سماں

۵۶۳ + ۷۶۹ = ۱۳۳۲ھ

تاریخ از کلام ایزد

۱۳۳۲ھ

لنعم دار المتقين حبة عدن يدخلونها

۱۹۱۳ء

تاریخ وفات مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

کہ بتاریخ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء بمقام پانی پت انتقال فرمود

(نوشتہ بمقام بڑودہ اسٹیٹ)

مولوی خواجہ حالی صاحب پانی پتی

۱۳۳۲ء

(۱)

گل باغ اردو ادب بود حالی

۱۳۳۲ء

(۲)

ہو گئی آج آہ بزم شاعری خالی

۱۳۳۲ھ

(۳)

رائڈر عروس سخن ہوئی

۱۳۳۲ھ

دفتر تواریخ

(۴)

فبشرہ بمغفرة (سورہ یسین)

۱۹۱۴ء

بعد کو معلوم ہوا کہ ۳۱ دسمبر ۱۴۱۳ء ماہ صفر ۱۳۳۳ھ میں واقع ہوگا۔ اس لیے ہجری تاریخیں سب غلط ہو گئیں۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ غلطی مجھ سے کیوں کر ہوئی یہ تاریخیں اس کتاب پر اسی زمانے کے لکھی ہوئی ہیں۔

سال رحلت شدہ چوں شد حالی کیسہ رشعر و سخن از حالی

۱۳۸۱ - ۴۹ = ۱۳۳۲ھ

تاریخ وفات اے دل زار لکھ۔ شیش محل ہو گوشہ قبر

۱۳۳۲ھ

تاریخ وفات سید رعایت حسین صاحب برادر زادہ سید احمد حسین صاحب پیش کار

(۱) سررشتہ تعلیم ریاست رامپور (۲)

ہوی وفات رعایت حسین آہ رعایت جناں خلد یافت

۱۳۳۳ھ

۱۹۱۵ء

(۳)

(۴)

رعایت بہشت آلہ یافت بہ پیشکار رسیدہ است صدمہ فوقے

۱۹۱۵ء

۱۹۱۵ء

تاریخ سرقہ درخانہ قاضی مظفر حسین صاحب قاضی ریاست بڑودہ

(تاریخ تواریخ دن جہی ٹی تھی ترمیم ۱۵ ستمبر ۱۹۱۵ء کو لکھی گئی)

پوچھا قاضی جی سے کیسا ہے مزاج
آبدیدہ ہو کے فرمانے لگے
سب پہ طرہ یہ کہ چوری ہو گئی
تھا جو کچھ مال سنین ماضیہ
کیا سب اس رنج و اشمخال کا؟
"ایک پیری، فکر اس پہ کال کا
ہو بہلا اس دزد بد افعال کا
تھا سہارا حال و استقبال کا"

بول اٹھا دل یہ سن لر داستان

"سرقہ قاضی کے متاع و مال کا"

۱۹۱۵ء

دفتر تواریخ

تاریخ تالیف و اشاعت تذکرہ نمخانہ جاوید جلد دوم مولفہ لالہ سری رام ایم اے دہلوی

نوشتہ بمقام بزودہ۔ ۲ جنوری ۱۹۱۵ء عیسوی

(۱)

تذکرہ مطبوع شد نمخانہ جاوید نام
حامد اگر فکر داری سال تر بتیش بگو

ہست آن کان خن 'جان خن' شان خن
میکدہ گویا کشادہ بہرستان خن

۱۹۱۳ء

(۲)

دنگ ہیں سارے حسنین جہان
چھپ کے جب نکلا تو یہ دل نے کہا

تذکرہ میں ہے وہ شان دلبری
آج نکلا تذکرہ بن کر پری

۱۹۱۳ء

کیفیتیں درج تذکرہ ہیں
حامد لکھ سال طبع ثالث

سب فن خن کے ماہروں کی
تاریخ ہے یہ بھی شاعروں کی

۱۹۱۵ء

(۳)

گل اشعار خن سجان سے
لکھ دو تاریخ اشاعت حامد

ہوا آراستہ کاشانہ نظم
یہ بھی اچھا ہے پریشانہ نظم

۱۹۱۵ء

(۵)

اسی تذکرے سے ہے رونق خن کی
کہی اس کی تاریخ حامد نے فوراً

کیا اس نے احسان سب شاعروں پر
یہی بادہ شاعری کا ہے ساغر

۱۹۱۵ء

(۶)

صاحب تذکرہ ہیں خود ساقی بادہ خن
ساغر بادہ ہیں وہ سب شعر جو تذکرہ میں ہیں
سال کی فکر تھی مجھے، ہاتف غیب بول اٹھا

ساقی بادہ عنب آپ سا ذی کرم نہیں
جن کے مقابلہ میں کچھ قیمت جام جم نہیں
میکش شاعری کو بھی میکدہ سے یہ کم نہیں

۱۳۳۳ھ

دفتر تواریخ

(۷)

واہ کیا باغ سخن آج نظر آیا ہے شاد ہر شاعر اردو کا دل غمگین ہے
تذکرہ گلشن دلکش ہے، مولف اس کا باغبان اس کا ہے اور لائق صد تحسین ہے
جو غزل اس میں ہے گلبن سے نہیں شان میں کم تذکرہ کا جو خریدار ہے وہ گلچین ہے
بوے گل سے ہیں سواروح فزا معنی شعر شاخ گل شعر ہے، ہر لفظ گل رنگین ہے

دیکھی یہ شان تو تاریخ بھی ایسی ہی کہی

واہ یہ تذکرہ اک گلشن نو آئین ہے

۱۹۱۵ء

(۸)

حورین ہیں جس میں نثر کی جنت یہی ہے وہ پریاں ہیں جس میں نظم کی وہ قاف ہے بھی
تاریخ ایک مصرع روشن سے ہے عیان آئینہ عروس سخن صاف ہے بھی

۱۳۳۳ھ

(۹)

یہ تذکرہ ہزار دستان شائع ہوا با ہزار ترنم
ہیں صاحب تذکرہ سری رام بیشک ہیں وہ مستحق تحسین
جلوہ گستر ہیں تذکرے میں اہل سخن پسین و پیشین
وہ رشک مصوران چمن ہیں یہ رشک نگار خانہ چمن

دو سال ہیں ایک مصرع میں

باغ نیرنگ و باغ رنگین

۱۳۳۳ھ - ۱۳۳۳ھ

(۱۰)

شائق فن سخن کے واسطے کچھ عجیب دلچسپ مجموعہ ہے یہ
لکھ دو حامد تذکرہ کا سال طبع ظاہر و باطن ہیں دو نو زیب وہ

۱۳۳۳ھ

دفتر تواریخ

تواریخ کامیابی ناظر مولوی انوار الحق صاحب قبلہ پچھرا یونیورسٹی در مقدمہ مکان بنام پرانا قصاب

نوشتہ بتاریخ ۹ فروری ۱۹۱۵ء در بڑودہ

ناظر صاحب نے فتح پائی سب گائین خوشی کے اب ترانے
(۱)

حامد تاریخ تم بھی لکھ دو دی فتح علانیہ خدا نے
۱۳۳۳ھ

(۲)

کامیابی ہوئی ناظر جی کو لطف اللہ تعالیٰ سے آج
میں نے خوش ہو کے یہ تاریخ کہی جیتے ناظر جی پرانا سے آج
۱۹۱۵ء

(۳)

دعویٰ حق تھا مکاں مل گیا ناظر جی کو کیا پرانا کو ملا 'شیوہ' 'نس' و کین سے
کامیابی کی خبر سن کے کہا حامد نے مال مالک کو ملا غاصب کو تہ بین سے
۱۹۱۵ء

تاریخ وفات جدہ مکرمہ والدہ نصیر عالم صاحب قبلہ و کعبہ پچھرا یونیورسٹی

کہ بتاریخ ۲۰ فروری ۱۹۱۵ء بروز جمعہ نماز تہجد بمقام پچھراؤن انتقال فرمود (نوشتہ ۲۲ فروری)

جدہ من شد سو خلد بریں مرقدش از لطف حق پر نور باد
چون شنیدہ حامد زار این خبر گفت سال رحلتش، مغفور باد
۵ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

تاریخ نسو ہضمی راقم و رحمان علی ملازم راقم بہ مقام ریاست بڑودہ

(نوشتہ بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی مطابق ۷ فروری ۱۹۱۵ء بڑودہ)

ربیع الثانی کی گیارہویں کو ہوا رحمان و حامد کا برا حال
کہی یہ اگلے دن تاریخ میں نے رہا کل خادم اور آقا کو اسہال
۱۳۳۳ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات برکت النسا جدہ مولوی شمس الحسن صاحب پچھرا یونی

کہ تاریخ ۱۳ مئی ۱۹۱۵ء بروز جمعہ بمقام پچھراؤن انتقال فرمود

ہمان روز تاریخ گفتہ شد

نانی شمس الحسن کی فوت ہوئیں آگئی آج کیا مصیبت آہ
کہا میں نے زبانی شمسو اٹھ گئی آج گہر کی برکت آہ

۱۳۳۳ھ

تاریخ بازیافتن اسپ گم شدہ حکیم میر محمد رسول خاں صاحب شیدا موہانی رئیس بزودہ

تاریخ ۱۳ اگست ۱۹۱۵ء بازیافتہ شد و ہمان روز تاریخ گفتہ شد

گم شدہ اسپے بیافت باز محمد رسول

۱۳۳۳ھ

تاریخ تقرر سید احمد رضا صاحب واسطی بی اے ایل ٹی

بہ عہدہ ہڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول کانپور

اصول تاریخ گوئی کی وجہ سے ناجائز ہے کہ کثیر الحروف الفاظ کے درمیانی حرف کا تہ یا تخرج یا جائے۔ لیکن میں نے تاریخ ذیل میں ایک مناسبت خاص کی وجہ سے جو تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوگی بشرہ الدین کے دل یعنی حرف الف کے ایک عدد کا تخرج کیا ہے۔

رہے اک عرصہ تک اسلامیہ اسکول اٹاوہ میں وہیں انیس سو تیرہ میں بی اے کی ڈگری بھی وہاں سے سال آئندہ گئے پھر ایل ٹی پڑھنے تمنا تھی منیجر کو یہی سو جان اور دل سے دیا لالچ ترقی کا ، کہا اور کہلویا بھی ہمیشہ دیکھ کر اسلامیہ اسکول اٹاوہ کو جو بدعنوانیاں ہیں بورڈنگ اسکول دونوں میں دیا ہے امتحان ایل ٹی اب کے ، دغا یہ ہے ہوئے نوٹرز بر غیر انف مولانا بشیر الدین

محبت نیک خو و باہنر احمد رضا صاحب کہ میں بحر لیاقت کے کبر احمد رضا صاحب کہ شوق علم سے ہیں بہرہ ور احمد رضا صاحب کہ اچھا ہو یہیں آجا میں احمد رضا صاحب نہیں مانے کسی صورت مگر احمد رضا صاحب کہا کرتے تھے ہر دم الحمد للہ احمد رضا صاحب تھے اون سب سے بخوبی باخبر احمد رضا صاحب ہوں جلدی کامیاب و کامور احمد رضا صاحب نتیجہ آنے سے بھی بیشک احمد رضا صاحب

دفتر تواریخ

وہاں کے ڈیڑھ سو پر بھی ہے ترجیح ان پچاسی کو کہ پائیں گے یہاں بے درد سر احمد رضا صاحب
کہو تاریخ جس میں دل بشیر الدین کا ٹوٹے
سنادو۔ ہو گئے ہڈیاں سر احمد رضا صاحب

۱۹۱۵ء

تاریخ کتھدائی مسٹر حفیظ احمد دائمی بی اے اردو انسپکٹر ریاست بڑودہ

(۱)

عروس حفیظ

۱۳۳۴ء

تہنیت باد اے حفیظ احمد کہ تو با عیش آشنا شدہ

(۲)

دل مسرور و خرم حامد گفت تاریخ - کتھدا شدہ

۱۳۳۴ء

(۳)

ہوا خانہ آباد اب دائمی کا یہ امید دیرین بر آئی مبارک
اگر فکر تاریخ ہے تم کو حامد تو کہدو - ہو یہ کتھدائی مبارک

۱۳۳۴ء

تاریخ صحت یابی زوجہ مولوی حافظ سعید الرحمن صاحب تاثیر پتھر ایونی

(تاریخ ۱۶ جولائی ۱۶ مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۳۴ بروز یکشنبہ از ۱۲ تا ۱۳ ساعت شب در بڑودہ نوشتہ شد)

انہی مکرم سعید معظم بڑی تم پہ کی یہ عنایت خدا نے
کہ اچھا کیا اہلیہ کو تمھاری دکھایا یہ روز مسرت خدا نے
رہی تھی نہ امید کچھ زندگی کی نئے سرے بخشش یہ دولت خدا نے
دیا ہے ثبوت اپنی خلافت کا دکھائی ہے یہ اپنی قدرت خدا نے
بتائے ہیں معنی یہ لا تقنطوا کے یہ کی ہے بڑی تم پہ رحمت خدا نے

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

دفتر تواریخ

بنایا ہے جو دار محنت خدا نے
 کہ نازل جو کی ہے یہ آیت خدا نے
 کیا بتلا سے مصیبت خدا نے
 کہ بیوی کو دی یہ علالت خدا نے
 نہیں کی عطا تم کو دولت خدا نے
 کہ لی تم سے اپنی امانت خدا نے
 یونہیں کی ہے ان کو ہدایت خدا نے
 انھیں دی ہے کیسی بشارت خدا نے
 بڑی ان پہ کی ہے یہ رحمت خدا نے
 تو کی تم پہ ایسی کرامت خدا نے
 جو ڈالی تھی تم پر مصیبت خدا نے
 نہیں دی ہر اک کو یہ طاقت خدا نے
 کہ ہمت میں رکھی ہے برکت خدا نے
 عجب تم کو بخشا ہے ہمت خدا نے
 مرض سے وہ کردی تھی حالت خدا نے
 وہ کی سلب تاثیر صحت خدا نے
 نہ بخشا اُسے بھی اجابت خدا نے
 کہ اس کی نہیں دی اجازت خدا نے

یہ دنیا میں تھی آزمائش تمھاری
 لبشئ من الخوف والجوع دیکھو
 تو مصداق ہو اس کے دنیا میں تم بھی
 من الخوف میں ہے یہ حالت بھی شامل
 یہ والجوع اور نقص اموال ہی ہے
 والانفس میں ہے مرگ اولاد گویا
 یونہیں آزمایا ہے بندوں کو اپنے
 وہ بندے کہ صابر رہیں اور شاکر
 ہم المھتدون ان کو فرمادیا ہے
 رہے تم بھی سارے مصائب میں صابر
 کسی اور کو گر اٹھانی یہ پڑتی
 تو دیوانہ ہو جاتا کچھ کر نہ سکتا
 ملا ہے تمہیں اپنی ہمت کا ثمرہ
 تمھارا ہی تھا کام تہمرداری
 مریضہ کو تھی یاس کلی شفا سے
 دوا بھی رہی بے اثر کچھ دنوں تک
 دعا کون تھا جس نے مانگی نہ ہوگی
 ہوے تم نہ مایوس رحمت سے لیکن

ل ولبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والا نفس واللثمرات ط
 وبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون ۵ اولئك عليهم صلوات
 من ربهم ورحمة قف وأولئك هم المھتدون ۵ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال
 اور جان اور پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت
 آ پڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن
 پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں۔

دفتر تواریخ

رہے مستعد چارہ جوئی میں دائم
 نہیں سوئے راتوں کو اس فکر میں تم
 اسی غم میں بارہ مہینے گزارے
 کیا تم نے جو کچھ تمہیں چاہیے تھا
 کہ شکر اس کی عنایت کا اتنا
 یہی سمجھو گویا ہوا عقد ثانی
 کیا سجدہ شکر میں نے بھی اُس کا
 کہی میں نے تاریخ خوش ہو کے فوراً

عطا کی ہے بہابی کو صحت خدانے

۱۳۳۴ھ

تاریخ تقریب خطبہ مولوی محمود علی صاحب رئیس پچھراؤں
 بخانہ مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ رئیس

بتاریخ ۳ شوال ۱۳۳۴ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۱۶ء بروز پنجشنبہ انعقاد یافت و بتاریخ

۷ اگست ۱۹۱۶ء تواریخ نوشتہ و فرستادہ شد

(۱)

ہوئی منگنی ، وہ دن بھی لائے خدا
 لب آرزو سے یہ آئی صدا
 کہیں سب ولیمہ یہ شادی کا ہے
 کہو : پیش خیمہ یہ شادی کا ہے

۱۳۳۴ = ۱۳۳۳ + ۱

(۲)

منگنی ہو مبارک تمہیں بھائی محمود
 حامد کی طرف سے ہو یہ تاریخ قبول
 اللہ کا شکر اُس نے یہ دن دکھلایا
 شادی کا یہ آج پیش خیمہ آیا

۱۳۳۴ھ

خدا وہ دن کرے جلدی سے شادی کی گھڑی آئے
 کلی آئی جو نخل عیش میں اب پھول بھی آئے

۱۳۳۴ھ

خدا کا شکر منگنی ہو گئی محمود بھائی کی
 لکھی تاریخ منگنی کی دعا شادی کی ہے جس میں

تاریخ تعمیر مکان جناب ناظر مولوی انوار الحق صاحب قبلہ رئیس پچھراون

تاریخ ۳۱ اگست ۱۹۱۶ء مطابق یکم ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ بمقام بزودہ نوشتہ شد

شکر صد شکر آج ناظر جی
ہوے آباد اپنے گھر جا کر
خالہ کو بھی بہت مبارک ہو
اور ذکیہ کو بھی مبارک ہو
چھنو، چھمن کو، منا کو، فقن کو
شاد و خرم رہیں سب اس گھر میں
عمر و اقبال میں ترقی ہو
رہے آباد یہ مکان دائم
لکھو حامد وہ مصرعے جن سے

قبلہ و کعبہ - محترم - ذی شان
ہو مبارک انھیں جدید مکان
جا بسیں اپنے گھر با طمینان
رہیں گا ہے یہاں تو گاہ وہاں
ہو مبارک یہ اے خدائے جہاں
کھلیں کودیں پلپیں بڑھیں وہ یہاں
دولت و علم ہوں مزید برآں
ساکنان مکان رہیں شاداں
سال ہجری و عیسوی ہوں عیان

بن گیا ہے مکان شکر خدا

۱۳۳۴ھ

مختصر ہے مگر نفیس مکان

۱۹۱۶ء

مادے

تاریخ وفات حمیدہ خاتون خواہر زادہ شیخ شرافت حسین صاحب انسپکٹر پولیس غازی آباد

(کہ تاریخ ۲۷ شوال ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۹۱۶ء بروز یکشنبہ انتقال نمونہ)

(۱)

حمیدہ سدہاری ہے سوے خلد بریں

۱۳۳۴ھ

(۲)

گئی حمیدہ خاتون سو جنان

۱۳۳۴ھ

دفتر تواریخ

(۳)

ہے بارگراں غم جوان مرگ حمیدہ

۱۹۱۶ء

(۴)

شرافت پہ ٹوٹا ہے کوہ الم آج

۱۹۱۶ء

تاریخ طغیانی دریائے گنگ و بربادی ضلع بلیا (یوپی)

کہ تاریخ یکم ستمبر ۱۹۱۶ء واقع شد و باعث نقصان عظیم بود

(نوشتہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۶ء بمقام ریاست بڑودہ)

تھا سال گذشتہ گومتی میں سیلاب
گنگا نے کی اب کے گومتی کی تقلید
بلیا کو تباہ چند گھنٹوں میں کیا
پچیس تو گاؤں کرچکی ہے غرقاب
سنتے ہیں کہ غازی پور پردہا واہے
برباد ہوا اودھ کا صوبا افسوس
امسال اسے بھی جوش آیا افسوس!
جانیں ہوئیں اس کی نذر صدہا۔ افسوس!
ٹھنڈا نہ ہوا اب بھی کلیجا، افسوس
یہ سنگدلی! یہ ظلم! گنگا افسوس!

کہتی ہے زبان موج سے یوں گنگا
دریا کو قصور وار ٹھہراتا ہے
دریاؤں میں آتے ہیں جو طوفان ہر سال
یہ شامت اعمال ہے انسانوں کی
کرتے ہیں گناہ اور نہیں پچھتاتے
جب اشک ندامت کی کمی ہوتی ہے
سیلاب نہیں سزا ہے یہ قہر ہے یہ
انسان بھی نہ سمجھ ہے کتنا، افسوس!
ایسی سمجھ اور خرد کا دعویٰ! افسوس!
بھید اس کا کسی نے بھی نہ سمجھا افسوس!
بندوں پہ یہ قہر ہے خدا کا، افسوس!
حالت پہ خود اپنی نہیں آتا افسوس!
آتا ہے گناہ دہونے دریا افسوس!
یہ بات اگر ہے سچ تو پھر کیا افسوس!

یہ کون سا پند کا محل ہے حامد
آفت میں گھرے ہوئے ہوں بلیا والے
دیکھنا نہیں کچھ بھی جاویجا افسوس!
اور تو کہے ان کو وعظ اپنا افسوس!

یہ لفظ ترے موے پہ سو درے ہیں آتا نہیں ان کے حال پر کیا افسوس
تاریخ سادے جو لکھی ہے تو نے
گنگانے ڈبویا، ضلع بلیا افسوس!

۱۳۳۴ھ

(۴)

اب کے برسات نے غضب ڈھایا بار شین اب کے تھیں وہ طوفانی
کہ بڑھا حد سے آب گنگا بھی اور بلیا پہ پھر گیا پانی
منہدم ہو گئے مکان صدھا آہ کیسی ہوئی ہے ویرانی!
دشت غربت کی راہ لی سب نے جب وطن میں نہ خیریت جانی
پھر بھی کتنے تباہ ہو ہی گئے سیل تھا یا عذاب ربانی
آے بھاگے ہوئے بنا رس میں کیا بیان ان کی ہو پریشانی

کہہ دو تاریخ اس کی اے حامد

ہوی گنگا میں بھی ہے طغیانی

۱۳۳۴ھ

تاریخ حادثہ تصادم

کہ تاریخ ۳۱ اگست ۱۶، بوقت دہ ساعت شب واقع شد

(نوشتہ ۱۵ ستمبر ۱۶، بمقام بڑودہ)

این، ڈبلیو آر لائن پر لڑی ہیں گاڑیاں کس قدر نقصان ہوا ہے آہ جان و مال کا
رات کا تھا وقت، تاریخ اول ذی قعدہ تھی جب کہ کالا نور پر واقع ہوا یہ حادثہ
ہاتھیوں کی تھی لڑائی، الامان والحفیظ تھی پہاڑوں کی یہ ٹکر، کچھ ہنسی ٹھٹھانہ تھا
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں دس گاڑیاں انجن سمیت اس سے ہی اندازہ نقصانات کا ہو جائے گا
گو سب اس کا ابھی تک پردہ اخفا میں ہے لیکن آخر پردہ اس کا اٹھ بھی جائے گا تو کیا
ہم کو کیا ہوتی رہے گر مار پیچھے اب پکار ہونے والا جس قدر نقصان تھا سو ہو چکا
گو ہے نسیان و خطا کے ساتھ ترکیب بشر گرچہ ٹالے سے کسی کے ٹل نہیں سکتی قضا
گرچہ ایسا دیدہ و دانستہ ہو سکتا نہیں کمپنی کی اس میں، ممکن ہے، نہ ہو کوئی خطا

دفتر تواریخ

اس قدر ظاہر ہے لیکن روزِ روشن کی طرح ریل والوں کی ہے غفلت کچھ نہ کچھ اس میں ضرور گارڈ اور انجن چلانے والے پیتے ہیں شراب یہ اسی ام النجاشٹ کی ہیں ساری آفتیں الغرض اس کا تدارک کمپنی پر فرض ہے جستجو تاریخ کی ہے تجھ کو اے حامد اگر ہوتے رہتے ہیں تصادم اکثر اکثر جا بجا بے سبب تو آج تک پتا نہیں کوئی ہلا یہ سنا ہے اور دیکھا بھی گیا ہے بارہا کس طرح منزل پہ پہنچیں مست ہو جب رہنما پھر نہ ہو یہ حادثہ مجرم کو دے ایسی سزا لکھ: تصادم حیف! میل اور مال گاڑی میں ہوا

۱۳۳۴ھ

تاریخ ولادت زاہد حسن فریدی سلمہ ابن مولوی عابد حسن فریدی ایم اے

(۱)

کیوں دل و جاں کونہ ہو عابد کے بچے کی خوشی تار آیا۔ ہو کے خوش حامد جواب تار میں آج چمکا اختر تقدیر جان و نختِ دل لکھ۔ مبارک ہو مبارک ہو فریدی نختِ دل

۱۹۱۶ء

(۲)

منور ہو گیا گھر چہرہ روشن سے بیٹے کے پے تاریخ یہ آواز قلب شاد سے آئی تمہیں عابد حسن یہ آنکھ کا نارا مبارک ہو کہ لکھ۔ چھوٹی دلہن یہ چاند سا بیٹا مبارک ہو

۱۳۳۵ھ

تاریخ ولادت پسر ثانی مولوی مختار احمد صاحب پچھراپوئی

مولوی عزیز الرحمن صاحب کی فرمائش سے لکھی گئی۔ فرمائش یہ تھی کہ مشہور مصرع (زفتنہ فتنہ دیگر برآمد) تاریخ میں شامل رہے یا کم سے کم یہی مضمون ہو۔ چنانچہ اسی مصرع پر مصرع لگا کر تاریخ پوری کر دی گئی۔

نہ کافی بودہ آیا این سے؟ کہ ناگاہ = ۳۵۸

زفتنہ فتنہ دیگر برآمد = ۱۵۵۸

۱۹۱۶ء

یعنی ذات مولوی مختار احمد

تاریخ بیماری راقم

ملازمت بڑودہ کالج کے زمانے میں ۱۸ دسمبر ۱۹۱۶ء کو رات کے وقت میرے بائیں
گردے میں درد ہوا۔ مسہل لیا۔ اس لیے پانوؤں پر درم ہو گیا۔ اور وجع مفاصل کی شان
پیدا ہو گئی خون میں بھی حدت بڑھ گئی اور جسم پر دانے نکلنے لگے۔ یکم جنوری ۱۹۱۷ء کو
یہ تاریخ تھی۔

مجمہ پہ کرم کر اے مرے مولیٰ	وجع مفاصل سے ہوں پریشاں
گاجر۔ مولیٰ۔ لوکی۔ کولا۔ لے	کہانے کو بتلاتے ہیں اطباء
کل کالج جانے کا ہے ہولا	ہے درم ایسا چل نہیں سکتا
خون تعجب ہے کیوں کھولا	دانے نکل آئے ہیں بدن پر
ایک نہیں، بیماریاں سو لا	ہوں تو گنہ گار ایسا ہی میں
کان قابل العفو اولاً	انت الغفار للعاصی
قلب یہ میں تقویٰ کی ضولا	عفو خطا کر، شر سے بچالے
رگ رگ میں بہتی ہوئی اولاً	خون صالح پیدا فرما
پاؤں میں پھر زور تگ و دولا	ہاتھوں میں پھر تاب و تواں دے
جسم میں قوت ازسرنو لا	صحت دے ہر ایک مرض سے

حامد ہے یوں اب بھی شاکر ۶۷۵

مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ ۱۲۳۱ + ۶۷۵ = ۱۹۱۶ء

تاریخ عروسی مولوی ضیاء الرحمن

نوشتہ بمقام اناوہ

خوشی تو نے ہم کو دکھائی ضیا کی	ادا شکر کیونکر کریں خدا ہم
کہ تقریب شادی ہے بھائی ضیا کی	نہ کیوں بھائی بندوں کو بے حد خوشی ہو
ممائی۔ چچی۔ اور تائی ضیا کی	ہے مسرور ہر ایک، مان، خالہ پھوپھی

اکو انجرات میں سرخ کدو کو کہتے ہیں۔ ازروئے ظرافت و قافیہ اس لفظ کو شامل کر لیا ہے

دفتر تواریخ

ضیا کی نہ پوچھو کہ وہ خوش ہے کیا
کہ پتھراؤں سے دھوم کے ساتھ چل کر
تمنا سے دیریں بر آئی ضیا کی
کرتپور بارات آئی ضیا کی

تصور جہاں جا کے ہوتا ہے بے خود
ہے مست شراب مسرت۔ نہ کیوں ہو
ہوئی آج واں تک رسائی ضیا کی
بن آئی ضیا کی۔ بن آئی ضیا کی

شرافت کا سہرا ہے زینت وہ سر
سعادت کا کنگن ہے مردوں کا زیور
اطاعت کا پتکہ بندھا ہے کمر میں۔
وہ ہے خندہ رو حاجت غازہ کیا ہے
یہی ہے بڑی خوش ادائی ضیا کی
مزین ہے اس سے کلانی ضیا کی
ہے گرویدہ ساری خدائی ضیا کی
یہ ہے حسن، یہ دل ربائی ضیا کی
کہلائیں ہمیں سب مٹھائی ضیا کی

اگر فکر تاریخ ہے تم کو حامد

تو کہہ دو: ہوئی گتھائی ضیا کی

۱۹۱۷ء

نوٹ: چند ظرافت آمیز اشعار۔ چھوڑ دے گئے جو صرف سننے سنانے کے لیے تھے لکھنے کے لیے نہیں۔

تاریخ و وفات زوجہ اول مولوی عابد حسن فریدی

(۱)

ہے زائیرہ کی موت عجب صدمہ عظیم
یاں دل میں تھی جگہ تو گہرا آنکھوں میں تھا وہاں
بیٹی مطیع تھی تو بہن خیر خواہ تھی
تھی دل کی صاف اور طبیعت کی نیک تھی
بے حد سلیقہ مند بڑی باہنر تھی وہ
صدق و خلوص و مہر و محبت شعار تھا
کردیتی تھی معاف خطائیں اسی طرح
اتنی ہی پر خلوص تھی بندوں کے سامنے
تاریک گھر وہ کیوں نہوں جن کا وہ نور تھی
سسرال اور میسے کا نور و سرور تھی
بیوی تھی جاں نثار۔ بہو با شعور تھی
تھی مستقل مزاج، نہایت غیور تھی
بیکار بیٹھنے سے ہمیشہ انور تھی
کذب و ریاء و بغض و عداوت سے دور تھی
جس طرح حق سے طالب عفو قصور تھی
جس درجہ باخضوع خدا کے حضور تھی

دفتر تواریخ

تھی جنتی کہ مومنہ صالحہ تھی وہ امیدوار رحمت رب غفور تھی
ہوتی ہیں اس زمانہ میں کم ایسی بی بیائیں پچھراؤں میں تو فرد تھی وہ اور ضرور تھی

تاریخ انتقال کی میں نے جو فکر کی
آئی ندا کہ۔ زائیرہ جنت کی حور تھی

۱۳۳۵ھ

(۲)

زائرہ تھی باغ جنت کی کلی چند دن دنیا میں آکر کھل گئی
کیا یہاں آئی تھی رہنے کے لیے اک مسافر تھی سو منزل گئی
جب وہ دنیائے دنی کو چھوڑ کر جانب بخشنده عادل گئی
خود لب بخشش سے یہ آئی صدا حور تھی حوروں میں جا کر مل گئی

۱۳۳۵ھ

(۳)

زائرہ رفت از جہاں ، سوے خداے انس و جاں
در غم او جہانیاں ، درد بدل بلب فغاں
صدمہ مادر و پدر ، صدمہ شوہر و پسر
در رقم آورد آرز ، خامہ شود شرر فشاں
شور بکای خواہراں ، آہ غم برادران
نیز فغان دیگران ، بگورد از نہ آسماں
دیدہ چو از جہاں بہ بست ، دیدہ مانجوں نشست
او ز غم جہاں پرست ، ماز غم نیم جاں
روح پوشد زتن جدا ، راست بشد سو خدا
خور د بگو شم این صدا ، طائر روضہ جناں

۱۳۳۵ھ

۵ روزی الحجہ ۱۳۳۵ھ کو بمقام سنجای ضلع مراد آباد بعارضہ بخارہ موتی جبرہ انتقال کیا۔ پوتے محمد تاج

حالات نظم ہیں ستمبر ۱۹۱۷ء

پنجم ذیحجہ - روز شنبہ - وقت نیم شب
زائیرہ شد سوے جنت، روح او مرحوم باد

مرد درتپ، بادِ خلدش مروحہ جنباں شود
رفتہ تشنہ، روزیش جام از خمِ مختوم باد
تا دوہفتہ سختی امراض گوناگون کشید
تا ابد در خلد روح و راحتش مقوم باد
یاد گارش بچہ نہ مابہ در دنیا گذاشت
تندرست و زندہ این بے مادر و معصوم باد
خواب از چشمش بدرشد - رفت از جانش قرار
پر سکون و صبر قلبِ عابدِ معصوم باد
از پے سال وفات و بہر استغفار وے
گفتہ ام - جایش جوارِ رحمتِ قیوم باد

۱۳۳۵ھ

تواریخ ترتیب و طبع دیوان غنشی عبدالمجید ازل لاہوری

بفرمائش عم مکرم جناب مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ و سب

نوشتہ اکیم نومبر ۱۹۱۷ء

(۱)

ازل کا وہ دیوان رنگین چھپا
یہ مصرع کہا میں نے تاریخ کا
کہ ہے زیب کا شانہ شاعری
یہ اچھا ہے خم خاتہ شاعری

۱۹۱۷ء

(۲)

شائع ہو ادیوان ازل فیض ازل سے
تاریخ کی ہے فکر اگر آپ کو حامد
پڑھیے کہ بہت پائے گا لطف غزل کا
لکھیے کہ - مرقع غزلیات ازل کا

۱۹۱۷ء

(۳)

قدر اس کی کوئی جوہری شعر سے پوچھے
تاریخ مرصع کی مجھے فکر تھی حامد
دل لوٹ گیا ہے جو کبھی آنکھ پڑی ہے
دل نے کہا۔ جو شعر ہے موتی کی لڑی ہے

۱۳۳۵ھ

(۴)

چھپ گیا آخر وہ دیوان ازل
سال ہجری کلک حامد نے لکھا
جس کا ہر شعر و نغز پاکیزہ ہے
چشمہ فیض ازل پاکیزہ ہے

۱۳۳۶ھ

تاریخ وفات منشی نصیر احمد خاں صاحب ٹھیکہ دار راجپوری

برادر بزرگ منشی امتیاز احمد خاں صاحب رازمر حوم استاد و راقم

(تاریخ ۵ نومبر ۱۹۱۷ء، وفات یافت)

خان ذی قدر نصیر احمد نیک و باہمت و خوشخو و جواد
گفت پیغام اجل را لبیک جاں بہ غفار رواں بخش بداد
رفت زیں دار فناے ویراں سوے آں دار بقائے آباد
مرگ بیوقت برادر گویا کوہ غم بود کہ برراز افتاد

کلک حامد پے تاریخ و دعا

زدر رقم۔ بخشش حق باوے باد

۱۳۳۶ھ

تاریخ وفات منشی امتیاز احمد خاں صاحب رازر امپوری

کہ تاریخ ۲۱ نومبر ۱۹۱۷ء، وفات یافت

(۱)

جدا کرو استاد مارا اجل کہ بود امتیاز اند نغز نو
پے سال فوت و براہ دعا بگفتم کہ بخشش بروں رو

۱۳۳۶ھ

دفتر تواریخ

(۲)

خیر لمستقراً واحسن مقیلاً

۱۹۱۷

تاریخ ولادت پسر اول ماسٹر چھوٹے خاں صاحب بی اے، ایل ٹی

نوشتہ ۱۳ ارد سمبر ۱۹۱۷ء بمقام کانپور

چھوٹے خاں نور نظر ہو یہ مبارک تم کو عمر دے اس کو خدا صاحب اجلال کرے
جب سنی یہ خبر روح فزا اے حامد دی دعا دل نے کہ: اللہ خوش اقبال کرے

۱۳۳۶ھ

نام تاریخی کتاب بلاغت کہ بزبان انگریزی تالیف کردم

(۲)

آفتاب بلاغت

۱۹۱۷ء

(۱)

جنت البلاغۃ

۱۹۱۷ء

تاریخ ولادت دختر راقم کہ صالحہ نام دارد

از آیہ قرآن مجید

ہذا من فضل ربی

۱۹۱۸ء

۱۔ نھکانہ بھی بہتر سے بہتر اور خوابگاہ بھی عمدہ سے عمدہ (سورہ فرقان رکوع ۳)

۲۔ اس تاریخ کے متعلق یہ لطیفہ ہے کہ میں غالباً ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایک روز بڑودہ میں قرآن مجید کی ۱۳ اوت کر رہا تھا جب اس آیت پر پہنچا تو ذہن اس کے اعداد کی طرف منتقل ہوا۔ عدد نکالے تو ۱۹۱۸ نکلے۔ فوراً خیال آیا کہ انشاء اللہ اس سال میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا۔ اس کے لیے یہ تاریخ موزوں ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۹ مارچ ۱۸ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔

دفتر تواریخ

تاریخ اجرائی اخبار سعید کانپور

(جس کو میں نے ۱۸ء میں جاری کیا۔ یہ تاریخ اخبار کے سرورق پر لفظ "سعید" کے اوپر

۱۵ مارچ ۱۹۱۸ء سے ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء تک لکھی جاتی رہی)

"بچوں کا اچھا۔ دلچسپ اور مفید اخبار"

۱۳۳۶ھ

تاریخ سیر فتح پور سیکری آگرہ

۱۲ دسمبر ۱۹۲۰ء کو حجر درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتی میں لکھی گئی

ہوں آج کل وہ مورد رنج و محن کہ ہے
لائی ہے کھینچ کر مجھے بزم ادب یہاں
قائم خدا کرے رہے یہ بزم دیر تک
دوبار اس سے پہلے بھی آیا ہوں گو یہاں
وہ مولوی رند طریقت نہیں ہیں آج
افسوس چار یار نہیں ہیں شریک بزم
کیوں آتے آتے رہ گئے وہ لوگ کیا کہیں
گویا کہ سیر ہی سے دل منجمل کو بیر
گوسات آٹھ روز سے ہے لنگ پائے سیر
کیا لطف سیر صحبت احباب کے بغیر
ہے آج لطف سب سے سوا اور سب سے غیر
تھا اس حرم میں جن کے لطیفوں سے لطف دیر
کرتے ہیں ان کے واسطے ہم سب دعا خیر
یہ ماجرا بیاں کے قابل نہیں ہے۔ خیر

حامد آکر تلاش ہے تاریخ کی تجھے

لکھ "فتح پور سیکری کی لاجواب سیر"

۱۳۳۹ھ

تاریخ طبع شفقانی جنتری گیا

خوشنما۔ دلچسپ۔ کارآمد نفیس ہے بڑی نادر شفقانی جنتری
ہے گراں کلک مورخ فکر سال لکھ "چھپی نادر شفقانی جنتری"

۱۳۳۹ھ

تاریخ ولادت فرزند محمد امیر صاحب، ہمزلف بابو عابد حسن صاحب کانپور

سب فرمائش جناب بابو عابد حسن صاحب

حق نے بخشا ہے چاند سا بیٹا ہو مبارک تمہیں محمد امیر

۱۳۳۹ھ

دفتر تواریخ

ہے محمد منیر کے گھر میں . . . ماہ کامل کی اندنوں تنویر
مولود کے دادا

عمر و اقبال و دین و دولت و علم اس کا حصہ کرے خداے قدیر
حسن باطن میں حسن ظاہر میں ہو یہ اسلاف پاک کی تصویر
کیسا روشن ہے مصرع تاریخ
”اب ہے پر تو فلکن سراج منیر“

۱۳۴۰ھ

تاریخ وصال حضرت شاہ فاروق حسن صاحب مالک اخبار دبدبہ سکندری ریاست رامپور

(۱۳/ رمضان ۴۰ کو وصال ہوا۔ یہ تاریخ ۳۰ اپریل ۱۹۲۳ء کے دبدبہ میں چھپی)

وفات شاہ فاروق حسن بود وصال عاشقے باذات معشوق
دلش دُرجے پر از سر طریقت نکات معرفت را سینہ صندوق
بیا بد سرفرازی پیش خالق تواضع بود خویش پیش مخلوق
ہمیشہ سابق الخیرات بودہ است ۴ نماز در دخول خلد مسبوق
بگفتم حامداً سال وفاتش
کہ ”با فاروق امید حشر فاروق“

۱۳۴۰ھ

تواریخ صلح لوزان کانفرنس

(مطبوعہ رسالہ جامعہ علی گڑھ بابت نومبر ۱۹۲۳ء)

(۱)

(در صنعت زبرد بنیات غیر منقوط)

صلح کردہ کمال کامل عادل محمود عصر و ہمدرد
حامد را کرد ملہم الہام ”صلح حاصل مراد دل کرد“

۱۳۴۱ھ

۱۔ زبرد بنیات نہایت مشکل قاعدہ ہے۔ یعنی اس میں ہر حرف کے نام ملفوظی کے عدد لیے جاتے ہیں۔ مثلاً صلح
کے عدد اس طرح نکالے جائیں گے۔

ص ۹۵ + لام ۷۱ + ح ۹ = ۱۷۵ کے عدد ۱۲۸ ہوں گے۔
معمولی قاعدے کو زبرد کہتے ہیں اس کے حساب سے صلح

۲۔ مصطفیٰ کمال پاشا

دفتر توارخ

(۲)

(در صنعت زیر یعنی قاعدہ معمولی غیر منقوط)

مالک ملک دو عالم کرد مسلم را عطا
مصرع سال حصول صلح آمد در دلم
صلح کامل - دایر و درد دل و آرام دل
"سرور و سالار صالح کرد حاصل کام دل"

۱۳۴۱ھ

(۳)

(در صنعت زیر و بینات بغیر صنعت غیر منقوط)

اے کمال اکمل عصری لاریب
ناخن زیر کی و ہمت تو
صلح در مجلس نوراں کردی
حامد اندر زبر و بینہ گفت
عادل و شیر دل و دریا دل
حل کند عقدہ کار مشکل
تحقیقت شدہ فتح کامل
کردہ فتح مہینے حاصل

۱۳۴۱ھ

تاریخ رہائی مولانا محمد علی

مطبوعہ جامعہ نومبر ۲۳ء

(در صنعت زیر و بینات)

آل محمد علی رہبر ہند
کہ بر اسلام و مسلمان کردہ
ہم سر خویشتن بکف دارد
چون ز قید فرنگ شد آزاد
عزت قوم را علم بردار
وقف - مال و متاع و جاہ و وقار
کہ کند بہر دین خویش نثار
گشت سرور قلب حامد زار

گفت تاریخ بینات و زبر

"باشد آزاد سرور سالار"

۱۹۲۳ء

تاریخ وفات مولوی قیام الدین احمد صاحب رئیس پچھراؤں

کہ تاریخ ۱۰ جون ۱۹۲۳ء وفات یافت

چون قیام الدین احمد زیں جہاں
رفت سوت باغ فرانس بریں

آیہ قرآن پے سال وفات خواند حامد اُدخلوها خالدین

۱۳۴۲ھ

تاریخ تعمیر عمارت جدید حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور

(از آیہ قرآن مجید باضافہ لام بر یعلکم کہ بضرورت جائز است)

لیزکیکم ولیعلمکم الكتاب والحکمة

۱۳۴۲ھ

تاریخ سیلاب آگرہ

ستمبر و اکتوبر ۲۴ء میں تقریباً تمام ہندوستان میں عظیم الشان سیلاب آئے۔ صوبجات متحدہ کے اکثر اضلاع میں شدید نقصانات اور اتلاف جان و مال ہوا۔ آگرہ میں جب سیلاب آیا تو اتفاق سے راقم بھی وہاں موجود تھا۔ ۶ اکتوبر بروز دو شنبہ کو پانی بڑھنا شروع ہوا اور اگلے روز پیلن ٹنچ و کچھری گھاٹ ٹنچ وغیرہ تہ آب ہو گئے۔ بہر حسن صاحب فریدی کے محلے (نالہ پیل منڈی) میں پانی آجانے کا اندیشہ تھا۔ منگل کی صبح کو سارے شہر کے تل بند ہو گئے اور کئی روز پانی کا قطر رہا۔ ۹ اکتوبر کو سیلاب کا زور بالکل ختم ہو گیا اور خطرہ باقی نہ رہا

(۱)

کہ نازل ہے کوئی بلا آگرے پر
کہا دل نے: قہر خدا آگرے پر

۱۳۴۳ھ

یہ دریاے جمن میں سیلاب آیا
ہوئی فکر تاریخ مجھ کو تو حامد

(۲)

جاں بُرد و متاع مردماں مفت
سیلاب عظیم آگرہ گفت

۱۳۴۹

-۶

۱۳۴۳ھ

دریا سے جمن بجوش آمد
دل آہ کشید و سال سیلاب

تخریج اعداد آہ سے سنہ حاصل ہوتے ہیں

(۳)

برباد کئے کئی محلے افسوس جمنانے وہ آگرے میں طوفاں ڈھالے
 پڑ آب ہے سیلاب سے سب واثرور کس نل بند ہیں لوگ پھرتے ہیں گھبرائے
 افراط اُدھر وہ اور ادھر یہ تفریط دیکھیں نا چار جو خدا دکھلاے
 تاریخ ہی یہ دیکھ کر حامد نے
طغیانی و قحط آب دونوں آئے

۱۳۴۳

تاریخ وصال حضرت شاہ محی الدین احمد صاحب بریلوی

حضرت کا واقعہ وصال عجیب ہے بریلی کے قریب ایک موضع سینتھل ہے وہاں کسی بزرگ کا عرس ہوتا ہے۔ ۲۷ اکتوبر ۲۴ کو حضرت بھی شریک عرس تھے۔ شب میں محفل عرس سے اٹھ کر قیام گاہ پر تشریف لائے اور ایک خادم سے اس غزل کی فرمائش کی۔

باشد ایماں مسلمان مصحف روئے علیؑ

سجدہ گاہ ماست محراب دوا بروئے علیؑ

خادم نے غزل گانی شروع کی۔ حضرت صاحب کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ کیفیت طاری ہوئی۔ جیب سے روپیہ گلے سے خلال نقرئی وغیرہ اشیاء نکال کر لوگوں کو دیدین اور مطلع کا مصرع ثانی سنتے سنتے اور تکرار فرماتے فرماتے زمین پر سر رکھ دیا اور وصال فرمایا۔ سنا ہے کہ بریلی سے روانہ ہونے سے قبل حضرت نے اپنے نواسہ و خلیفہ عزیز میاں سے اشار ثانی و فات کا ذکر بھی فرمادیا تھا۔

اس موقع پر ذکر کرنا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ راقم کو واقعہ وصال کی یہ تفصیل کہ یہ سجدہ و فات پائی معلوم نہ تھا صرف یہ خبر ملی تھی کہ مصرع مذکورہ پر وصال فرمایا۔ خاکسار نے اس تاریخ میں جو یہ اشارہ کیا ہے (سجدہ در محراب اُمد و کردی) یہ صرف اتفاق یا تخمیل شاعرانہ تھا جو بعد کو واقعہ نکلا۔

اے سراج الاولیا اے محی دیں شمع راہ دین وہاں آمدی

دفتر تواریخ

بخت در فقر از و عالی تر است کم نہ از منصور علاج آمدی
 سجدہ در محراب ابرو کردہ نقد جاں بر کف بمعراج آمدی
 مرشدت بود است تاج الاولیا ہم براں منوال و منہاج آمدی
 گفت حامد مصرع سال وصال
 اولیا را درۃ التاج آمدی

۱۳۴۳

تاریخ بند شدن اخبار سعید کانپور

اخبار سعید کا پہلا پرچہ ۱۵ مارچ ۱۹۱۸ء کو نکلا تھا۔ اور آخری پرچہ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء کو۔

بند شد بعد ہفت سال سعید زین غم و رنج سینہ چاک شدہ
 پسر معنویت می خواندم آنقدر با وے انہماک شدہ
 ذہن اطفال تیز گشت ازاں خلق اطفال نیز پاک شدہ
 قدرش اہل وطن ندانستند مصلحی بود کو ہلاک شدہ
 مصرعے خواند دل زروے قلق
 اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۲۴۳

+۱۰۰

۱۳۴۳ھ

تاریخ وصال حضرت مولانا عین القضاة صاحبؒ

مطبوعہ اخبار ہمدن لکھنؤ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۲۵ء

۳ رجب ۱۳۴۳ھ (۲۸ جنوری ۱۹۲۵ء) کو بدھ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان
 وصال ہوا۔ حضرت مولانا کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز رہنے لگی تھی کمزور بہت ہو گئے
 تھے۔ بدھ کے دن معمول کے مطابق عصر کے بعد لوگ ملنے آئے۔ ان میں دو صاحب تھے
 ایک سید اسد اللہ رشتی نجفی جو آنکھوں کا علاج کرنے لکھنؤ آئے تھے اور دوسرے سید غلام
 حسین ڈھاکہ کے رہنے والے۔ ان لوگوں نے سلام کے بعد قریب جانا چاہا تو مولانا نے
 عادت کے مطابق فرمایا کہ وہیں بیٹھئے۔ نجفی صاحب نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ مولانا
 ۔ گفت تاریخ

دفتر توارخ

نے ان کو سائل سمجھ کر پاس بیٹھنے سے منع فرمایا اور وہ یہ کہتے ہوئے مولانا کے قریب جا بیٹھے کہ میں بھی ایک علم کا خدمت گزار ہوں۔ اور چونکہ آپ بھی اہل علم سے ہیں اس لیے ہم جس بونے کے خیال سے میں آپ سے ملاقات کرنے چلا آیا ہوں۔ اس کے بعد نجفی صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ آپ کس کس علم کی کتابیں پڑھاتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ قلب اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے میں کچھ بھی نہیں پڑھاتا۔ اس پر نجفی صاحب نے کہا کہ آپ تارک الدنیا ہو گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ ترک دنیا اگر دنیا کے لیے ہو تو بے فائدہ ہے اور اگر دین کے لیے ہو تو بہت پسندیدہ ہے اور اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چند شعر پڑھے۔ ان شعروں کا اثر یہ ہے کہ مولانا نے زمین پر سر جھکا دیا اور اسی حالت میں روح پاک نے جنت کی راہ لی۔ مولانا مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے بانی تھے جس میں پانچ سو طالب علم پڑھتے ہیں جن میں سے قریب قریب آدھے ایسے ہیں جن کو کھانا کپڑا اور وظیفہ مدرسہ میں دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کا خرچ ایک ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہیں۔ مدرسہ کا جتنا خرچ تھا وہ سب حضرت مولانا خود برداشت کرتے تھے اور بظاہر کوئی ذریعہ فراہمی روپیہ کا مولانا کے پاس نہ تھا اس بات پر لوگوں کو بڑی حیرت ہے۔

یہ اشعار مع ترجمہ منظوم پر درج ہیں۔

نوٹ: نجفی صاحب نے حضرت علی کے اشعار کے بعض مصرعے جو ان کو یاد تھے پڑھے تھے۔ ہم ان چاروں شعروں کو با ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:

لا الہ الا اللہ حقاً حقاً صدقاً صدقاً	الا حلم کنا تجلو جدا جدا صدقاً صدقاً
اس کے سوا معبود نہیں ہے، حق ہے یہی کچھ شک نہیں اصلاً	اس کے سوا موجود نہیں، خواب ہے دنیا اور ماٹھا
ان المولیٰ بسعدنا ویوا فقنا وتخا صنناہ	تنساہ ہولاً لا بنسانا کلا کلا کلا
مولانا ہے کرتا وہ مدد ہے، اس سے خصومت کی ہمیں کد ہے	بھول گئے ہم اس کو یہ حد ہے، وہ نہ ہمیں بہتر بھولے گا
ما من یوم یعضی الا انا نہوی بتیا یسقی	ایا ما معدودات قد زدنا فیہ شوقاً شوقاً
دن ہیں جیسے گزرتے، ہم ہیں ہوس میں اور ابھرتے	ہستی دور روزہ پہ ہیں مرتے، ہم کو اس کا عشق بے نیسا
قد ضیفا داراً تبقی واستبفینا داراً تفتی	عقبتان تعتیر یان کلا موتا کلا دفنا
دار بقا کو ہم کھو بیٹھے، دار فنا کے سر ہو بیٹھے	گھات میں ہیں دشمن دو بیٹھے اموت ن سختی قبر کا ٹونا
نجفی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت میں نے قد ضیفا دارا تبقی پڑھا تو حضرت مولانا کا بدن تھر تھرا کا پتہ لگا	دارا تفتی پر آپ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور ہاتھ ماتھے پر رکھا اور جس وقت میں نے پڑھا کہ موتا کلا موتا آپ نے
سجدے میں سر جھکا دیا۔ اور جیسے ہی میں نے پڑھا کلا دفنا تو آپ کی وصال ہو گیا۔	

حامد رحلت مولانا سے
 عین قضاة و اس فقہیہاں
 اب ایسا انسان نہ ہوگا
 پائے گا نہ تفقہ ایسا
 جس سے تشبہ ہو دنیا کو
 لائے نظیر اس زہد کی دنیا
 ضعف و مرض اور اس پہ ریاضت
 دیکھتا ان کے روئے مبین پر
 دیکھے مدرسہ میں فیض ان کا
 کر سکتا ہے بڑی مشکل سے
 دل تعمیر کیوں نہ ہو دنیا
 فکر جو تھی تاریخ کی مجھ کو
 مسجد اور صلوة الوسطیٰ
 میں کیا غمگین ہے کل عالم
 قلب دنیا اس عالم
 رکھے دور و تسلسل عالم
 ڈھوڑھے گا یہ تعقل عالم
 چاہے جس کا تو سل عالم
 پیش کرے یہ تو کل عالم
 دکھلائے یہ تو غل عالم
 علم کی شان و تجمل عالم
 سنتا ہے جس کا غل عالم
 اس صدے کا تحمل عالم
 کیوں نہ ہو سر تامل عالم
 محویت کا تھا بالکل عالم
 تھا نظروں میں وہ کل عالم

آئی صد امجد سے یکا یک

موت عالم موت العالم

۱۳۴۳ھ

اولئک علیہم صلوت من ربہم ورحمة

۱۳۴۳ھ

رضی عنہ اللہ العالی

۱۳۴۳

۱۰۴
 لہ اتم کا حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے ساتھ نماز عصر پڑھنا

۱۰۵
 مع تعبیہ اعداد مسجد کے ساتھ تاریخ نکلتی ہے۔

تاریخ انتقال شاکرہ ہمشیرہ مولوی محمد طاہر فاروقی

(یہ قطعہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا تھا بعد کو ملا اس لیے بے ترتیب درج ہوا)

آج آنکھیں ڈھونڈ سکتی ہیں تو کہاں ہے شاکرہ کھیلتی رہتی تھی کل تک اپنی ماں کی گود میں اتنے میں آواز یہ آئی لب جبریل سے شاکرہ جا پہنچی خاتون جناں کی گود میں

۱۹۲۱

+۳

۱۹۲۴ء

تاریخ انتقال عم مکرّم مولوی خلیل الرحمن صاحب قبلہ رئیس پچھراویوں

مولوی خلیل الرحمن کرد نقد جاں نذر بارگاہ جلیل
بود کوہ وقار و بحر شرف بسخا و کرم نداشت عدیل
بود ہمنام با خلیل خدا مغفرت را ہمیں بس است سبیل
بطیفل خلیل خود حق باد ز آتش دوزخش حفیظ و کفیل

کرد حامد دعا و شد تاریخ

کہ کند با خلیل حشر خلیل

۱۹۲۵ء

(ایضاً ترتیب دیگر کہ ازان بردوسنہ ہجری و عیسوی بری آید)

حامد زار چو شنید رفت سوے خدا خلیل

کرد ز حق دعا کند حشر خلیل با خلیل

۵۱۳۳۳ + ۵۸۲

۱۹۲۵ء

۷ مئی ۲۵ مطابق ۱۳ شوال ۱۳۳۳ روز پچھدہ بوقت ظہر ایک ہفتہ مرض فالج میں طویل رہ کر انتقال کیا

دفتر توارخ

تاریخ انتقال حکیم ضمیر احمد صاحب پچھراوی

(ماہ صفر ۱۳۴۲ھ میں بعارضہ بخار و بانی)

غفرہ الوحید

۱۳۴۲

ندید قصبہ پچھراؤں چوں ضمیر طیب بے گذشت زماں تابہ این دم از آدم
بگرد او سفر آخرت بماء صفر بگو حکیم ضمیر احمد مسیحا دم

۱۳۴۲ھ

ان المتقین فی مقام امین فی جنۃ و عیون

(دخان بارہ ۲۵- آیت ۵۱- ۵۴)

۱۳۴۲ھ

توارخ ولادت دختر مولوی ضیاء الحق صدیقی عرف چھنو

عنوان تاریخی

بشارت ولادت دختر نیک نہاد

۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ

(۱)

آج ہی تار پہ پچھراویوں سے نکبت باغ مراد آئی ہے
پوتی پیدا ہوئی ناظر جی کی رحمت رب عباد آئی ہے
کیوں نہ چھنو کو ہو لڑکی کی خوشی خلد سے حور نزا آئی ہے
لائی ہے روح کو پیغام نشاط راحت خاطر شاد آئی ہے

بے بدل میں نے کہی ہے تاریخ

دختر نیک نہاد آئی ہے

۱۳۸۰

-۳۶

۱۳۴۲ھ

۱۱ مئی ۱۹۲۶ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۴۴ء روزہ شنبہ کو پچھراؤں سے شمس الحق کا تار آیا کہ چھنو کے لڑکی پیدا ہوئی۔ حامد نام رکھا گیا

(۲)

تادیر آئی خبر چھنو کے گھر لڑکی ہوئی جس کے آگے روشنی ہے چاند کی بھی ماند سی
مصرع سال ولادت میں نے برجستہ کہا آج دی چھنو کو اک بیٹی خدا نے چاند سی

۱۳۳۴ھ

(۳)

مژدہ جب چھنو کی لڑکی کا سنا میں نے شکر خالق مطلق کیا
دل نے موزوں مادہ تاریخ کا مطلع مہر ضیاء الحق ، کیا

۱۳۳۴ھ

(۴)

حق نے چھنو کو عطا کی بیٹی اس پہ ہو سایہ حضرت بی بی
”لو مبارک ہو“ کہا ماما نے ”آئی اللہ کی رحمت بی بی!“
بھانجی ان کو خدا نے دی ہے کیوں نہ ہوں شاد اطاعت بی بی
عمر اللہ کرے اس کی دراز ہو بڑی صاحب قسمت بی بی

دے خدا اس کو فضیلت سب پر

نام نکلا ہے۔ فضیلت بی بی

۱۳۳۴ھ

تواریخ ولادت اولاد اربعہ خاکسار حامد حسن قادری

(از آیہ قرآن و ہادی تغیرے دراز)

(۱)

تاریخ ولادت پسر اول مسئی بہ ساجد حسن قادری

تاریخ یکم محرم ۱۳۳۴ھ ۱۰ نومبر ۱۹۱۵ء روز چار شنبہ

ہاذا الابن بفضل ربی

۱۹۱۵ء

دفتر تواریخ

(۲)

تاریخ ولادت دختر مسماة بہ صالحہ خاتون

بتاریخ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ و ۹ مارچ ۱۹۱۸ء

هذا من فضل ربی

۱۹۱۸ء

(۳)

تاریخ ولادت پسر ثانی مسمی بہ خالد حسن قادری

بتاریخ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ و ۱۳ فروری ۱۹۱۲ء

هذه من فضل ربی

۱۹۱۲ء

ایہ تاریخ ۲۳ پر درج ہو چکی ہے۔ یہاں ان تواریخ کو یکجا لکھنے کی غرض سے دوبارہ لکھی گئی اس لیے اس پر نمبر شمار درج نہیں کیا گیا۔
نوٹ: ۱۶ فروری کو میں نے یہ تینوں تاریخیں لکھ کر اپنے دوست مولوی سید حسن صاحب حیرت قادری بدایونی مدرس عربی عظیم مسلم
ہائی اسکول کانپور کو دکھائیں انہوں نے یہ تاریخ لکھ کر عنایت فرمائی جس کو تشکر و یادگار کی غرض سے یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

تاریخ ولادت پسر ثالثہ مسمی بہ ماجد حسن قادری

بتاریخ ۶ محرم ۱۳۳۳ھ ۸ اگست ۱۹۲۳ء بروز جمعہ

هذا من افضال ربی

۱۹۲۳ء

رزقت اخي ابنا حميلا مباركا
فارخ و قل حمدا له و تشكرا
فن عليك الله من حسن عبيك
تولد مولود سعيد بر حمتك
۱۳۳۰

مشہور شعر ہے

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه

المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمه

جس وقت عم مکرم مولوی محمد حسن صاحب فاروقی منشی فاضل پروفیسر عربی اسلامیہ کالج پشاور نے راقم کے پر سوم کی
خبر ولادت سنی تو انہوں نے ازراہ ظرافت (کہ یہ ان کا خاصہ طبعی ہے) اس شعر مشہور میں یہ ترمیم فرما کر مجھے بھیجی

لی اربع اطفی بها حر الهموم الکالحه

ساجد حسن خالد حسن ماجد حسن والصالحه

دفتر تواریخ

تاریخ سیاحت علمی (اکسکرشن) بمقام بند کی

علیم مسلم ہائی اسکول کانپور کے طلبہ و اساتذہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۳ء کو مقامات تاریخی کی سیر کے لیے بند کی وغیرہ مقامات پر گئے۔ جس میں راقم شریک نہ ہو سکا۔ ۲۷ ستمبر کو تاریخ بھی گئی۔

بند کی کی سیر کے لیے جاتا ہے کل ٹرپ
انگریزی لفظ فارسی خط ہجری سال میں
بچوں کے اب کھلاے گا دل کے کنول ٹرپ
تاریخ ہے عجیب ہوی سبٹساریکل ٹرپ

۱۳۲۲ھ

تاریخ وفات مفاجات عمہ مکرمہ راقم کانپور

تاریخ ۱۶ رزی الحج ۱۳۳۳ مطابق ۲۸ جون ۱۹۲۶ء بروز دو شنبہ بوقت عصر ہجر ۶۹ سال

رضی ربھا عنھا

رضی عنھا اللہ العالی

۱۳۲۲ھ

۱۳۳۳ھ

تاریخ وفات عم مکرم حاجی مولوی محمد حسن صاحب قبلہ در پچھراؤں

تاریخ ۱۲ محرم ۱۳۳۵ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۲۶ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے دس بجے شب

(۱)

ان سے رب راضی ہو

۱۳۲۵ھ

(۲)

رضی عنہ اللہ الباقی

۱۳۲۵ھ

تاریخ وفات والد ماجد مولوی احمد حسن صاحب قبلہ در رامپور

تاریخ ۲۰ صفر ۱۳۱۰ھ

آپ کے انتقال کو ۱۳ برس ہو گئے۔ ایک تاریخ جو اس زمانے میں نکالی تھی ۱۳۱۰ھ میں ہے

The Historical Trip (سیاحت تاریخی)

دفتر تواریخ

اس تاریخ کا سبب تالیف یہ ہوا کہ راقم ۲۹ اگست ۱۹۲۶ء کو حضرت والد ماجد کا کلیات دیکھ رہا تھا۔ اس میں حضرت مولوی احمد علی صاحب قبلہ رئیس پتھراؤن کی تاریخ وفات پر جو نظر پڑی تو جی چاہا کہ اس میں بجائے احمد علی کے احمد حسن ہو اور تاریخ بن جائے۔ وہ قطعہ تاریخ مولفہ حضرت والد ماجد مرحوم یہ ہے:-

از سنہ ہجرت بمابہ پنج میں	یوم سادس بعد عشر اولیں
وقت ظہر از سبت درخلد بریں	رفتہ برب ذکر رب العالمیں
جان جود و اتقا احمد علی	رحمۃ اللہ علی احمد علی

۰ ۳ ۳ ۱ ۵

تاریخ پورے شعر سے نکلتی ہے اور بے نظیر ہے لیکن اصولاً یہ کمی رہ گئی کہ رحمۃ میں بجائے (ت) کے (ہ) کے عدد لئے گئے ہیں۔ میں نے اسی کو دیکھ کر اس کی ہو بہو نقل کی ہے لیکن ت کے عدد لیے ہیں۔

از سنہ ہجرت بمابہ ۱۱ دو میں ۷	چہلم ۲ ذیح امام السیدیں
بعد نصف اللیل درخلد بریں	رفتہ برب ذکر رب العالمین
کامل دین ہدا احمد حسن	رحمۃ اللہ علی احمد حسن

۵ ۱ ۳ ۳۱

تاریخ وفات ساجد حسن پسر ثالث بابو سید حسن صاحب کرنل گنج کانیپور

تاریخ ۳۰ جون ۱۹۲۶ء بروز چار شنبہ

دن ابھی دنیا سے جانے کے نہ تھے ساجد میاں	تم گئے دنیا سے اور کیسی قیامت ڈھا گئے
آٹھ دن راحت نہ پائی گورہے یاں آٹھ ماہ	اتنے عرصے کے لیے کیا آئے بیٹا کیا گئے
ذکھ سے چپک کے تم نے۔ گلٹیوں کی سختیاں	چلتے چلتے آہ نشتر کا بھی چرکا کھا گئے
ساتھ ہی لیتے گئے ماں باپ کا صبر و قرار	تم نہ یاں تنہا رہے ساجد نہ واں تنہا گئے

۱۔ ماہ صفر۔ لفظ (دو میں) میں داو مشدود جائز ہے۔ ۲۰۲ صفر کہ اسی تاریخ حضرت شہید کربلا علیہ السلام کا چہلم

ہوتا ہے۔

دفتر تواریخ

دل پکار اٹھا جو ٹوٹا اس طرح جوڑا فلک

۳۳۹

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھاگئے

۱۹۲۶ء

دیگر

غنچہ ناشگفتہ بود

۱۹۲۶ء

تاریخ بنائے مسجد بمقام برلن ملک جرمنی

از الفاظ اذان

حی علی الصلوٰۃ حی الصلوٰۃ حی الفلاح حی الفلاح

۶ ۲ ۹ ۱ ۶

مسلم مشن بہ برلن تعمیر مسجدے کرد
سال بنائے مسجد من از اذان بجستم
خالی ز سجدہ گا ہے بود آں ہمہ نواحی
کان کفر راست واقع کان شرک راست ماجی
حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح

۱۹۲۶ء

تواریخ ۲۔ اشاعت ”لاکھ نمبر“ اخبار حق لاہور

(ان تاریخوں کو میں بھول ہی گیا تھا۔ اتفاق سے مل گئیں اور بے ترتیب درج ہو میں)

(۱)

اک سہ ماہی میں اشاعت اک لاکھ!
خود لب بند سے آتی ہے صدا
”حق“ کی بے شبہ کرامت حق ہے
اختر اوج صحافت ”حق“ ہے

۱۹۱۸ء

۱۔ تجرید اعداد جوڑ فلک (۳۳۹) کہ لفظ ”ٹوٹا“ شراباں است۔ ۲۔ بعض صورت شعر صلوٰۃ، فلان، ما، پر تہجج بر (ن) ان
مثل پڑھا جائے گا۔

۳۔ یہ تاریخیں اخبار حق کے لاکھ نمبر کے نائل پیچ پر شائع ہوئی تھیں۔

(۲)

اللہ اللہ کیا قبول عام حاصل ہے اسے! ہر سنیچر کو ہزاروں ہی چھپا اور کھپ گیا
فکر اگر حامد ہے اس نمبر کے سال طبع کی کہہ دو۔ یہ اخبار حق کالا کہ نمبر چھپ گیا

۱۳۳۷ھ

تاریخ فرار شدن نذیر خاں ولد محمد امیر خاں تاجر کرانہ و پرچون

سائن احاطہ امین منیج کانپور

سوچے ہوئے ہے دل میں کچھ آخر نذیر خاں کرتا نہیں زبان سے ظاہر نذیر خاں
تعلیم سے غرض نہ تجارت کا شوق ہے آوارگی کے فن میں ہے ماہر نذیر خاں
پیہم فرار سے ہیں پریشاں امیر خاں جاے نہ آفتوں میں کہیں گھر نذیر خاں
اس کو تو ایکٹ کرنے کا تھیڑ میں شوق ہے ہو کیا دکان پہ قانع و صابر نذیر خاں
خاطر میں لائے کیا وہ تشدد کو باپ کے چپ ہے مگر ہے ایک ہی شاطر نذیر خاں
آیا تھا دو مہینے میں پکڑا ہوا ابھی پھر چار دن میں اڑ گیا آخر نذیر خاں

تاریخ میں نے سنتے ہی بیساختہ کہی

اب کیا ہو آج بھاگ گیا پھر نذیر خاں

۱۹۲۶

تاریخ باز آمدن نذیر خاں

خوب جب آوارہ گردی کر چکا لوٹ کر گھر سیر سے آیا نذیر
چھوڑ کر تھیڑ سنبھالی پھر دکان کعبہ میں پھر دیر سے آیا نذیر
باپ کے دل سے ہوا نعرہ بلند

آج واپس خیر سے آیا نذیر

۱۹۲۶ = ۱۹۲۵ + ۱ء

تاریخ انتقال عبدالعزیز صاحب

(بفرمایش مسٹر حامد اللہ انسرٹی اے میر نھی)

کیا سکھ کی نیند سوتے ہیں زریز میں عزیز ملتی ہے جان دے کے یہ راحت وہ چیز ہے
لوح مزار کے لیے تاریخ بر محل ”ایوان استراحت عبدالعزیز ہے“

۱۳۳۹ء

۱۔ جون ۲۶ء میں بھاگا تھا۔ اگست میں پکڑا ہوا آیا۔ پھر فوراً فرار ہو گیا۔ پہلے ہی چند بار فرار ہو چکا ہے۔

دفتر تواریخ

تاریخ وفات مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی و حضرت شاد عظیم آبادی

از دم نور بار شاد و شرر صبح گر دید شام اردو ما
یعنی از نظم شاد و نثر شرر بود قائم نظام اردو ما
فلک از نظم و نثر شاد و شرر خطبہ خواند بنام اردو ما

گفتہ ام سال رحلت ایشان

شرر و شاد امام اردو ما

۱۳۴۰ھ

تاریخ وفات ”ذاکر حسن فریدی“ ابن مولوی عابد حسن فریدی

۱۳۴۳ھ

ولادت ۲ نومبر ۱۹۲۵ء، وفات ۲۹ جنوری ۱۹۷۷ء

چون باد خزاں باغِ عابد مرگ آمد و برد نینچہ دل
حامد سالِ وفاتِ ذاکر گفتم پژمرد نینچہ دل

۱۳۴۵ھ

تاریخ وصال مولانا مولوی محمد حسین صاحب بی اے قصوری

نقشبندی مجددی جماعتی خلیفہ حضرت قبلہ عالم مولانا حاجی حافظ جماعت ملی شاہ صاحب بی اے بی اے نخل

(۱)

عاش حمیدامات رشیدا فی حب اللہ الخلاق
قلت تاریخا و دعاء رضی عنہ اللہ الباقی

۱۳۴۵ھ

ہماں مادہ تاریخ بنظم فارسی

(۲)

روحش بعد فراق از جسمش شد باخلاق خویش ملاقی
بادہ کوثر با شرابش ساقی کوثر باہش ساقی
حامد سال وصالش گفتم رضی عنہ اللہ الباقی

۱۳۴۵ھ

دفتر تواریخ

(۳)

ہو کے فنا ملی بقا، وصل کامل گیا مزا
 جا کے یہاں سے کیا ملا، رتبہ جو خاص تھا ملا
 جزو ہیں ان کے نام کے اسم محمد و حسین
 حامد خستہ حال نے سن کے وفات کی خبر
 پردہ فقط تھا جسم کا، پردہ اٹھا کے مل گئے
 کھوئی خودی خدا ملا، بھید خدا کے مل گئے
 کیسے بڑے بڑے بزرگ نام میں آ کے مل گئے
 سال وصال لکھ دیا: ذات میں جا کے مل گئے

۱۳۴۵ھ

راحت روح مل گئی کشتی نوح مل گئی
 ان کو وہ نا خدا ملا
 فرق دوئی جو مٹ گیا سال وصال لکھ دیا

کھوئی خودی خدا ملا

۱۳۴۵

۲

۱۳۴۵

وحسنت مرتفقا

(۱۳۴۵) (ہف)

جام سے فنا ملا مرتبہ بقا ملا
 بندہ خدا سے جا ملا نام کے وجہ زیب وزین
 نام محمد و حسین نام بھی واہ کیا ملا
 کام برائے نام تھا یاد خدا سے کام تھا
 تھادل با صفا ملا تھے الست تھے
 وہ مزہ فنا ملا نیست بشکل بست تھے

یہ نظم مثلث طویل تھی کتاب "تھیایۃ الکمالۃ" میں صرف یہی دو بند چھپے ہیں اور راقم کے پاس سے وہ نظم گم ہوئی۔
 نا خدا سے مراد مولانا صاحب کے مرشد حضرت مولانا سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ العالی ہیں

دفتر تواریخ

شیخ کے عشق میں فنا
دل کو تھا کیا مزاملا
فہم حواس سے بلند
پیر سے جو ملا، ملا
شیخ کی رات دن ثنا
مل گئے کامل و ولی
پیر جماعت علی
زیت کا مدعا ملا

(۵)

حامد مخروں چہ میجوی تو سال رحلتش
مخزن علم لدنی رہنمائے حق بگو

۱۳۴۵ھ

(۶)

بے سرو پا آہ مولنا کے جانے سے ہوت
علم و رشد و فقر و دین، شکر و رضا، مہر و وفا
۳۰ ۳۰۰ ۱۰۰ ۱۰ ۲۰ ۸۰۰ ۵ ۱۰

۱۳۴۵ھ

(۷)

سال وصال شاہ محمد حسین کا
دل نے "وصال ذات الہی ملا" کہا

۱۳۴۵ھ

(۸)

کہہ دو سال وصال حق آگاہ
ذات واحد نہیں مل سے اب واہ

۱۳۴۵ھ

تاریخ وصال حضرت تاج الاولیا مولانا شاہ نظام الدین حسین صاحب

(اس تاریخ کے بے ترتیب درج ہونے کا فہم ہے۔ سال ہجری کی تاریخ منجھ۔ پر حسب ترتیب درج ہے)

دفتر تواریخ

کیف يموت الذی یكون تقیاً

۱۹۰۴ء

تاریخ انتقال برادر عم زاد محمد اطہر فاروقی عرف پیارے میاں

کہ بتاریخ ۵ ررمضان المبارک مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۲۷ء بروز پنجشنبہ بمقام پشاور ہجرے اسال ہجرش نمونیا انتقال کرو

قد رضی اللہ الصمد

۱۳۴۵ھ

تواریخ ترتیب و طباعت مجموعہ کلام سید راز چاند پوری

(۱)

مجموعہ کلام ادیب والا مقام ابو الفاضل سید راز چاند پوری

۱۹۲۶ء

کلام ادیب یگانہ نامور ابو الفاضل سید راز چاند پوری

۱۹۲۶ء

(۳)

نظم ہے راز کے سر پر افسر نظم
نظم ہیں روح رواں پیکر نظم
نظم مصرع ہیں یہ دونوں زیور نظم
نظم جو شعر ہے سلک گوہر نظم

۱۹۲۵ء

تاریخ وفات سے عم مکرم جناب مولوی سراج احمد صاحب پچھرا یونی

(۱)

قد رضی عنہ السبوح

۱۳۴۶

۱۹۲۵ء

بتاریخ ۲۲ ررجب ۱۳۴۶ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء بمقام پچھراؤں بحالت تشہد نماز انتقال فرمایا۔

دفتر تواریخ

(۲)

چوں رفت سوے خلد سراج احمد ذیجاہ
تاریخ و فاتح بنو شتم غفر اللہ
۱۳۲۶ھ

(۳)

ربنا واغفر لنا وارحمنا

۷۹۲ء (سورہ بقرہ۔ آخری آیت)

تاریخ انتقال حازق الملک و مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی

کہ بتاریخ ۲۴ رجب ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۴۷ء بمقام ریاست رامپور ناگہاں انتقال فرمود

(۴)

(۳)

(۲)

(۱)

قبلہ حذاقت
ماہ کامل حذاقت
والی ملک حذاقت
حکیم جہان حذاقت
۱۳۲۶ ۱۳۲۶ ۱۳۲۶ ۱۳۲۶

(۶)

آفتاب بند حکیم اجمل خاں
۱۳۲۶

(۵)

مسیح کردار حکیم اجمل خاں
۱۳۲۶

(۷)

کامل عصر حکیم محمد اجمل خاں
۱۳۲۶

(۸)

گردید غروب مہر طب یونان
واصلہ بجید شد حکیم اجمل خاں
۱۲۹۳

۱۲۹۳

+۵۳

۱۳۲۶ھ

آہ از بر ما رفت مسیح دوراں
تاریخ وفات او ز حامد ۵۳ برخواں

۔ یہ تاریخ عابد حسن نے نکالی تھی۔ ۵۳ کی کمی تھی وہ میں نے اپنے نام کے عدد شامل کر کے پوری کر دی۔ اور مصرع لگا دئے۔ مصرع تاریخ میں یہ خوبی ہے کہ حکیم صاحب کے برادران بزرگ حکیم عبد المجید خان صاحب مرحوم اور حکیم محمد واصل خاں صاحب مرحوم کے نام بھی آگئے ہیں۔

تاریخ شہادت پیرزادہ سید محمد صادق صاحب دہلوی

پدرزن خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

ان له خیر الجز اعند الملک المقندر

افسوس ہوے شہید صادق تھے نیک صفات و نیک عادات
مردانہ جود ہی ہے جاں انھوں نے تاریخ ہوئی ہے۔ فخر سادات

۱۳۴۶ھ

تاریخ کامیابی امتحان جناب مہر بفرمایش منشی محمد زبیر صاحب روحی

تہنیت میں ہر بھی لو قطعہ تاریخ بھی مہر تم ہو آج مہر آسان نارمل
سن کے مژدہ خود لب ہاتف سے یہ آئی صدا مہر عاقل کامیاب امتحان نارمل

۱۳۴۱

+۵

۱۳۴۶ھ

تاریخ ولادت فرزند مولوی ضیاء الحق صدیق

(۱)

ہو مبارک تمہیں ضیاء الحق اس نے بخشا ہے چاند سا بیٹا
چاہیے دل سے شکر رب عباد نیک اس کا نصیب! عمر زیاد!
سن کے مژدہ یہ میں نے اے حامد کہی تاریخ: نخل باغ مراد

۱۹۲۸ء

(۲)

دیا حق نے چھنو کو نور نظر سپہر سعادت کا ماہ تمام
یہی ہے ولادت کی تاریخ بھی محمد ظہیر الحق اچھا ہے نام

۱۳۴۶ھ

تاریخ خریداری بائیسکل خاکسار حامد حسن قادری

۳۴ مارچ ۱۹۲۸ء کو میں نے ریٹے بائیسکل خریدی۔ مولوی مظفر علی صاحب غالب۔

دفتر تواریخ

اصرار کر کے قیمتی سائیکل دلوادی۔ اسی دن یہ تاریخ کہی۔

راے تھی عابد و طالب کی یہی اور مری راے میں بہتر یہ ہے
سائیکل لینی تھی معمولی سی میں تو ستر میں وہی لے لیتا
لیکن ارشاد یہ طالب نے کیا

کیا نتیجہ ہوا سنے تاریخ
۱۰۰ عشاء کی نی ہے ریلے

۱۳۴۶ھ

تاریخ اشاعت نظام نمبر اخبار تازیانہ لاہور

(۱)

اخبار ہے یا پچاس صفحات کی کتاب
تاریخ لکھو۔ نظام نمبر نایاب

۱۳۴۷ھ

جدت کا نہیں ہے تازیانہ کی جواب
نکلے گا یہ حسن ظن بھی حامد سچا

(۲)

عمدہ ہر ایک عام نمبر
اول ہے اکابر نمبر
کیا دلکش ہے تمام نمبر

شائع کرتا ہے تازیانہ
اس نمبر کا مگر سبھی سے
کافی حجم اور پھر مصور

لکھو تاریخ سرورق پر
زیبا لوح نظام نمبر

۱۳۴۷ھ

تاریخ ترتیب دیوان سید ابو محمد صاحب ثاقب کانپوری

کانپور میں ثاقب صاحب ملنے آئے تھے۔ ان کے دیوان متان روزنامہ شائع ہوا۔ انہوں نے فوراً تاریخ نکال کر کہا کہ دیوان کے نام سے نیچے لکھو، بیچو۔

دیوان اشعار ابو محمد ثاقب

۱۳۴۷ھ

تاریخ وفات مولانا حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی

(۱)

ہوے رحلت گراے خلد ناگاہ
تھے ہم نام رسول پاک ذی جاہ
انہیں تھی خدمت اسلام کی چاہ
وہی تھے دین حق کی مشعل راہ
وہ حق گو۔ حق شنو۔ حق ہیں۔ حق آگاہ
یہ ہم نامی ہے خود ہی مغفرت خواہ
اسی خدمت میں آخر جان دی واہ
وہی تھے یادگار قاسمی آہ

سنی تاریخ یہ جس نے کہا ہے
”چراغ دیوبندی بجھ گیا ہے“

۱۳۲۷ھ

(۲)

کی دین حق کی جس نے چالیس سال خدمت
اس پر خدا کی بخشش۔ اس پر خدا کی رحمت

مولانا دیوبندی حافظ محمد احمد

تاریخ تھی جو کرتے آئندہ سال رحلت
تاریخ وفات مولوی صدیق حسن ایم اے بدایونی سابق پروفیسر سنیٹ جانس کالج آگرہ
بعد کو حیدرآباد میں ملازم ہو گئے تھے۔ وہیں وفات پائی۔

(۱)

قرب صدیق ملے گا تجھے صدیق حسن
(یاد نہیں کہ اس پر مصرع لگائے تھے یا نہیں)

۱۳۲۷ھ

(۲)

نعم مثنوی المتقین (۱۳۲۷ھ)

تاریخ اشاعت خاص نمبر رسالہ عالمگیر لاہور

مطبوعہ خاص نمبر

وہ شایان صحافت ہے یہ عالمگیر کا نمبر
کہ اک شان صحافت ہے یہ عالمگیر کا نمبر

اگر حامد ہے فکرِ سال تم کو خاص نمبر کی کہو۔ جانِ صحافت ہے یہ عالمگیر کا نمبر
۱۳۴۷ھ

تاریخ اشاعت عید نمبر رسالہ عالمگیر لاہور

(۱)

میسر ہیں یہ دو عیدیں بھی جسمانی و روحانی اور اپنی خوبیوں میں ایک سے ہے ایک بڑھ کر بھی
مبارک باد تاریخی کرو پیش اس طرح حامد مبارک قارئین کو عید بھی اب عید نمبر بھی
۱۳۴۷ھ

(۲)

شادماں ہیں عالم اسلام و دنیاے ادب عید بھی ہے اور عالمگیر کی بھی دید آج
تہنیت میں مصرع تاریخ حامد نے لکھا ہوں مبارک عید نمبر اور جشن عید آج
۱۳۴۸ھ

(۳)

ہے یہ اردو کے لیے وجہ حیات جاوداں غیر فانی عید نمبر ہے یہ عالمگیر کا
سچ ہے یہ تاریخ اس کے دیکھ کر نقش و نگار نقش مانی عید نمبر ہے یہ عالمگیر کا
۱۳۴۹ھ

تواریخ فسادات کانپور

(اندراج بے ترتیب کا افسوس ہے)

تاریخ فتح اہل ایمان	تاریخ شکست اہل بطلان
یا اللہ تعز من تشاء	وتذل من تشاء
۱۳۴۵ھ	۱۹۲۷ء

تاریخ جنگ ترکی و اٹلی

ماہ شوال ۱۳۲۹ھ میں ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء کو حکومت اٹلی نے سلطنت ترکی کے ساتھ امان
جنگ کر دیا۔ شہدائے ترکی و مقتولین اٹلی کی یہ تاریخ قرآن مجید کی سورہ انعام کی آیت
سے نکلے۔ بے ترتیب درج ہونے کا افسوس ہے۔

ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم

۱۳۲۹ھ

دفتر تواریخ

تاریخ فساد محرم و دوسرہ بمقام کانپور
فساد کی خبر گرم تھی۔ میں اور عابد حسن کانپور میں تھے۔ تعطیل محرم میں
مکان جانے کا ارادہ نہ تھا لیکن اس فساد کے اندیشہ سے چلے گئے۔ لیکن
فساد نہ ہوا بہر حال یہ تاریخ تو ہو ہی گئی۔

الفتنة اشد من القتل

۱۹۱۷ء

تاریخ وفات اہلیہ محترمہ منشی اخلاق علی صاحب میرٹھی

وجوه يومئذ ناعمة

۱۳۲۷ھ

۱۳ رمضان ۲۳ فروری ۱۹۲۹ء روز یکشنبہ کو میرٹھی میں انتقال ہوا

تاریخ وفات حضرت قبلہ و کعبہ مولوی انوار الحق صاحب ناظر پبشر

۲۶ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۲۹ء کو جمعہ کے دن قبل نماز پچھراؤں میں اسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا

(۱)

رضی عنہ اللہ القوی

۱۳۲۸ھ

(۲)

تھے وہ دنیا میں بھی گویا خلد میں
ہو گئے آرام فرما خلد میں

تھی طبیعت ان کی وہ باغ و بہار
کہہ دو ناظر جی کی تاریخ وفات

۱۳۲۸ھ

(۳)

ان اللہ غفور شکور

۱۹۲۹ء

رحمت اللہ وبرکاتہ

۱۳۲۸ھ

دفتر تواریخ

۱۳۲۸ھ

سرورق تاریخی کلیات حضرت مولوی احمد حسن صاحب مرحوم والد راقم

والد صاحب قبلہ کا انتقال ۱۹۱۳ء میں ہوا تھا۔ ان کا کلام ۱۹۱۳ء میں نقل کر لیا گیا تھا۔ ۱۹۲۸ء

میں اس کتاب کی از سر نو ترمین و تجلید ہوئی۔ اور اس پر یہ سرورق تاریخی لکھا گیا۔

تاریخ ختم سلسلہ تصنیف بوجہ وفات	تاریخ نقل نمودن کلام از مسودات
دور نگین حضرت احمد حسن	فرمودہ حضرت احمد حسن
۱۹۱۳ء	۱۹۱۳ء

تاریخ ختم تصنیف

برہان کمال مولوی احمد حسن محدث وکیل

۱۳۳۱ھ

تاریخ گلزار ساختن مجلد ہذا

گلزار کلام حضرت احمد حسن

۱۹۲۸ء

(یعنی کلیات نظم)

جناب محدث و مولوی احمد حسن صاحب وکیل بچھرا یونی

۱۳۳۱ھ

تاریخ تجلید کتاب

کاغذ زر

۱۹۲۸ء

تاریخ تجلید و ترمین کتاب

نظم والا جناب مولوی احمد حسن

۱۳۲۷ھ

تاریخ تجلید و ترمین کتاب

نسخہ کلیات احمد حسن

۱۳۲۷ھ

اسم تاریخی کہ زیر تصویر نوشتہ شد

علامہ فصیح حضرت احمد حسن

۱۹۱۳ء

دفتر تواریخ

آثار تاریخی

۱۹۱۳ء

واردات انتقال ناگہانی

۱۳۳۱ھ

افضل الفاضلین عالیقدر مولوی احمد حسن صاحب محدث برد اللہ العلی مضجعہ

۱۳۳۱ھ

۱۳۳۱ھ

۱۹۱۳ء

انا راللہ برہانہ وجعل الجنة مثواه

۱۳۳۱ھ

مستخرجہ ناچیز از لی حامد حسن قادری

۱۹۱۳ء

واللہ لہ اجر عظیم

۱۳۳۱ھ

ماڈہ از کل بیت آخری

۱۳۳۱ھ

چہلم ذبح امام السیدین
رفتہ بر لب ذکر رب العالمین
رحمۃ اللہ علی احمد حسن

از سنہ ہجرت بمابہ دو میں
بعد نصف اللیل در غلد بریں
کامل دین ہذا احمد حسن

۱۳۳۱ھ

تواریخ ترجمہ رباعیات حضرت مولانا سلطان ابو سعید ابوالخیرؒ

دعاے آغاز و انجام بجناب ایزد جلیل

۱۳۲۸ھ

رب یسر ولا تعسر

۱۹ء

یا رحمن انک میسر

۲۹

وتم بالخیر یا ربنا القادر

۱۹۲۹ء

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی		سرورق تاریخی
صدر باعی	۳۷۷	خزانہ رباعیات
از	۸	۱۳۲۷ھ
کلام بعیدیل ابو سعید	۳۷۰	گنج نایاب مصنفات مولانا ابو سعید ابوالخیر
		۱۹۲۹ء
مترجمہ	۶۸۸	مع ترجمہ اردو از قلم سیہ کار حامد حسن قادری
		۱۹۲۹ء
حامد حسن قادری	۳۸۶	لکچر فارسی اردو سنیت جانس کالج آگرہ
	۱۹۲۹ء	۱۹۲۹ء

آغاز و ختم دیباچہ پر لکھی گئیں

ختم دیباچہ رباعی

۱۳۲۸ھ

از قلم مترجم حامد حسن قادری

۱۳۲۷ھ

تواریخ ختم ترجمہ رباعیات

السعی منی والا تمام من اللہ المعین القدوس

۱۳۲۸ھ

صدر باعی سلطان ابو سعید ابوالخیر ملبسان اردو آمد

۱۹۲۹ھ

سور باعیات مولانا ابو سعید کا ترجمہ پورا ہوا

۱۹۲۹ھ

قطعہ تواریخ

نہیں ہے مثل جس کا زیر افلاک
کہاں ہے تو سن کلمہ ایسا چالاک
مترجم بن کے کیوں ہو میں زبان
کہ جس سے ہو مراتب کا پتہ اور ات

کلام بو سعید ایسا ہے اغلی
ادا ہو مجھ سے حق ترجمہ کیا
نہیں یہ ترجمہ۔ ان کا ہے اک فیض
یہ پورے شعر سے نکلی ہے تاریخ

۴۲۰ کجا نام کجا وہ قدسی القاب

۱۵۰۹ چ نسبت خاک رابا عالم پاک

۱۹۲۹ء

دفتر توارخ

توارخ بخ کہ بر سر ورق بیاض اشعار خالد حسن قادری نوشتہ شد

مملوک خالد سلمہ اللہ تعالیٰ

۱۳۲۷ھ

مخزن گل تر

۱۳۲۷ھ

دعاے تاریخی برائے ترقی مجلہ نیرنگ راپور کہ بہ منشی عزیز اللہ خاں مدیر مجلہ نوشتہ شد

دیدم چو خرد نواز نیرنگ عزیز

گفتم عمرت دراز نیرنگ عزیز

۱۳۲۶ھ

توارخ گرفتاری ورہائی مولوی نور الرحمن بی اے پچھرا یونیورسٹی مدینہ بجنور

ایک قابل اعتراض مضمون کی پاداش میں ۱۹ جنوری ۱۹۲۹ کو گرفتار اور ۲۲ جنوری نو رہا ہوا

(۱)

شکر ادا میکنم ہزار ہزار!

بخت بر گشتہ - رحمت غفار

۱۹۲۹ء

۱۹۲۹ء

شد گرفتار نور و گشت آزاد

گفتہ ام سالہائے بند و خلاص

(۲)

دل ماگشت شاد یافت نجات

نور نیکو نہاد یافت نجات

۱۳۲۷ھ

فضل رحماں بہ نور رحماں شد

پے تاریخ زد رقم حابد

(۳)

تکلیف اتنی ہونی تھی، سو خیر ہو گئی

کہدو۔ وہ زد پہ آگئے تھے، خیر ہو گئی

۱۳۲۶

+۱

۱۳۲۷ھ

شکر خدا مدیر مدنیہ رہا ہوا

سن کر یہ مژدہ آئی دل شاد سے ندا

(۳)

یہ مصرع لگا کر نور الرحمن کو پتھراؤں بھیجے گئے

توبہ ایسی ادارت سے، لعنت ایسی صحافت پر
نور گرفتاری سے چھٹے، حامد نے تاریخ کہی
پکڑ دھکڑ ہو یوں جس میں، جان پہ جس میں بن جاے
جان پچی لاکھوں پائے، خیر سے وہ گھر کو آے

۱۳۴۷ھ

یہ مصرع مولوی مجید حسن مالک اخبار دینہ کوروانہ کئے گئے

لطف ادارت ہے اس میں، شان صحافت ہے اس میں
ذرتے ہیں جو مرنے سے ان کی زبانی ہے تاریخ
قید و بند کا خدشہ ہو، جان پر اکثر بن جاے
جان پچی لاکھوں پائے، خیر سے وہ گھر کو آے

۱۳۴۷ھ

تاریخ ضرب پائے مولوی سید محمود شاہ صاحب ممبر بزم ادب آگرہ

(۱)

مولوی محمود شاہ کی ضرب پا کا رنج ہے
جس سے نکلے آوہ تاریخ اے حامد کہو
وہ نہ تھے تو آج کی بزم ادب پھینکی ہوئی
چوٹ تو ان کے لگی بزم ادب لنگڑی ہوئی

۱۳۵۳ھ

-۶

۱۳۴۷ھ

(۲)

ہوگی ظاہر یونہی ہمدردی سید محمود
فکر تاریخ تھی، احباب سے آئی یہ صدا
اپنی اپنی کبھی احباب جو باندھیں لنگڑی
چوٹ تو ان کے لگے، بزم ادب ہو لنگڑی

۱۳۳۳

+۱۴

۱۳۴۷ھ

تاریخ صحت یابی ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند

حسب فرمائش منشی فضل حسن صاحب صابری مالک اخبار دہلی سکندری رائیو۔

قیصر ہندوستان کی ذات ہے باعث خیر و صلاح تحت و تاج

سالِ صحت شاہِ والا جاہ کا لکھ دوائے حامد۔ فلانِ تحت و تاج

۱۹۲۹ء

تاریخ تعمیر مسجد بمقام ریلوے اسٹیشن لکھنؤ

حسب فرمائش عبدالعزیز خاں رامپوری ڈاکٹر ریلوے اسٹیشن ہاسپٹل لکھنؤ

مقصود علی وہ خان ذیشاں جن کی نہیں مثل دوسرا آج
مسجد ہے یہ ان کی مظہرِ بود تیار ہے ثمرہ عطا آج
”کیا اہل کرم ہیں اہل لکھنؤ“ آئی دروبام سے صدا آج
اللہ کا گھر بنا کے سب نے فردوس میں گھر بنا لیا آج

حامد ہے جو تجھ کو فکر تاریخ

لکھ۔ بن گیا خانہ خدا آج

۱۳۲۸ھ

تاریخ وفات

عابد حسن کی فرمائش سے ان کے کسی پیر بھائی کی تاریخ لکھی گئی۔ پہلا مصرع جس میں نام نمایاں آیا۔ دو۔ مصرع لکھا دیا
صاحب دلے کہ یافت بقادر فناے ذات داغ دلش چو مہر درخشنده شد بعشق
کردم چو فکر سال ز عالم ندر رسید ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

۱۹۲۹ء

تاریخ اشاعت خاص نمبر نیرنگ رامپور

شائع کیا گیا مہ نوروز و عید میں یہ خاص نمبر اہل بصیرت کی عید ہے
حامد لکھو یہ مصرع تاریخ تہنیت نیرنگ کی اشاعت خاص اک نوید ہے

۱۹۲۹ء

تاریخ مرگ مفاجات اشتیاق حسین ابن مہدی حسن صاحب نقشبندی مجددی جماعتی
نوجواں بود اشتیاق حسین! آہ عمرش اقل مدت یافت
بست و ہفتم ز ماہ ثالث بود کہ ازیں دہر حکم رحلت یافت
از کر مہائے خالق ^{ربیع الاول} یکتا خوبی خلق و حسن سورت یافت

دست در دست داد و نعمت یافت
در کشادہ بسوے جنت یافت
رحمت حق ز فیض حضرت یافت
گفت ہاتف - جوار رحمت یافت

۱۳۲۹ھ

بندۂ حضرت جماعت مظلہ شد
رفت در قبر و از عنایت حق
خادم حضرت جماعت مظلہ بود
فکر تارخ بود حامد را

توارخ اشاعت "امیر نمبر" مجلہ نیرنگ ریاست رامپور

(۱)

نقد سخن امیر مغفور
لکھنے والے ادیب و مشہور
ہے یہ بھی مورخوں کا دستور

۹۶۳ زیبا گلشن امیر نمبر

۹۶۷ ماشاء اللہ چشم بدور

۱۹۳۰ء

(۲)

دیکھو اکبار امیر نمبر
کر کے تیار امیر نمبر
جام سرشار امیر نمبر

۱۳۲۸ھ

شان اردو جو دیکھنی ہو
احساں نیرنگ نے کیا ہے
لکھی حامد نے اس کی تارخ

(۳)

گل بداماں امیر نمبر ہے
"صبح خنداں امیر نمبر" ہے

۱۳۲۸ھ

قدر دان گل ادب کے لیے
اس کا سال اشاعت اے حامد

(۴)

طرہ ہے زیب افسر نی ننگ رام پور
لکھ - خوب امیر نمبر نی ننگ رام پور

۱۹۳۰ء

یہ شاہکار دفتر نیرنگ رام پور
حامد تجھے جو سال اشاعت کی فکر ہے

تواریخ وفات حضرت امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں سے ایک تواریخ تو جمہی کی لکھی ہوئی ہے اور اس دفتر تواریخ میں سب سے پہلے نمبر پر درج ہے لیکن اس کے مصرعے اور دوسری تاریخیں نیرنگ کے امیر نمبر کے لیے لکھی گئی تھیں اور اس میں درج ہوئی ہیں۔

(۱)

رونقِ ملکِ سخنِ باقی نماند
آں قدرِ شکست و آں ساقی نماند

۱۳۱۸ھ

آہِ رحلتِ کردِ امیرِ لکھنوی
مصرعے بر خواندم و تاریخ شد

(۲)

دبیرِ دفترِ معنیِ امیرِ مینائی
کہ: مہرِ کشورِ معنیِ امیرِ مینائی

۱۳۱۸ھ

چو شد زدارِ فنا رہگراے ملکِ بقا
نذار سید پے سالِ رحلتش زسروش

(۳)

گئے جہان سے یعنی امیرِ مینائی
امیرِ کشورِ معنیِ امیرِ مینائی

۱۳۱۹ھ

ہزارِ حیف کہ ملکِ سخنِ ہوا تاراج
وہ جاتے ایک برس بعد تو یہ تھی تاریخ

دفتر تواریخ
سرورق تاریخی

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

۱۳۳۸ھ

بیاض نعتیہ

۱۳۳۸ھ

نذر شاہ انام

۱۳۳۸ھ

علیہ اطہر التحیات والسلام

۱۳۳۸ھ

تصنیف بندہ عاصی حامد حسن قادری

۱۳۳۸ھ

لکچر اف فارسی اردو سٹیٹ جانس کالج آگرہ

۱۹۳۰ء

تاریخ تعمیر ظفر منزل کہ مولوی حافظ محمد احمد صاحب پچھرا یونی بنا کر دند

مامون میاں مرحوم کی فرمائش سے لکھی گئی تھی۔ قطعہ ضائع ہو گیا

کہی حامد نے یہ تاریخ تعمیر

ظفر منزل بنائی چشم بد دور

۱۹۲۹ء

محمد احمد والا گہرنے مکان مختصر اچھا بنایا

عجب جدت، دکھائی چشم بد دور یہ خوبی یہ صفائی چشم بد دور

تاریخ خریداری کوٹھی مولوی غلام محی الدین صاحب تاجر کانپور

حسب فرمائش مولوی مسعود احمد صاحب بی اے پچھرا یونی

چشم بد دور یہ گلزار جہاں ہے کوٹھی

۱۳۰۸ھ

تاریخ خریداری مکان مولوی حبیب الرحمن صاحب قبلہ پچھرا یونی مرحوم

میں اس تاریخ کو بالکل بھول گیا تھا۔ اس وقت اور مکانوں کی تاریخیں نقل کرتے وقت خیال آ گیا۔ اس کا قطعہ بھی اب یاد نہیں

مکان ہے یہ کہ گھوٹ گھٹ ہے عروس شمع تاباں کا

۱۹۰۸ء

تاریخ تعمیر حیات منزل حکیم محمد حیات خان صاحب دہلوی

جو حکیم صاحب کے مکان واقع کوچہ حکیمان آگرہ میں سنگ مرمر پرزینہ کے اوپر کندہ ہے

دار الشفاء حکیم محمد حیات خاں دہلوی

۱۹۱۲ء

تواریخ انتقال ناگاہ شاہد علی خواہر زادہ راقم

۷ محرم ۱۶ جون ۱۹۲۹ء کو دہلی میں ہیضہ سے انتقال کیا۔ پچھراؤں میں دفن ہوا

(۱)

وا حسرتا کہ آنکھوں میں اندھیر چھا گیا۔ کیا چاند ہو گیا ہے گہن وا مصیبتا

۔ یہ قطعہ بعد کو مل گیا اس لیے اس طرح درج کیا گیا

دفتر تواریخ

شاہد کے جسم پر یہ کفن و امصیبتا

تاریخ مرگ سے بھی نکلتی ہے آہ آہ

۱۳۶۰

۱۲

۱۳۴۸

(۳)

لکھ یہ تاریخ حامد رنجور گور میں آہ شاہد مستور

۱۳۴۸

تاریخ آغاز روزنامہ ۱۹۳۰ء ۲۹-۱۳۴۸ھ

(۱)

سرگزشت قادری تہ کار

۱۹۳۰

(۲)

خواب و خور سیر و گشت روزانہ

نیک و بد سرگزشت روزانہ

۱۳۴۸ھ

حال لکھنا ہے کیا بجز اس کے

یہی عنوان ہے یہی تاریخ

تاریخ وفات ہمشیرہ راقم

بتاریخ حکیم شوال برضت کبہ بمقام پھراؤں

رضی ربی عنہا

۱۳۴۸

تاریخ وفات جناب مولوی نصیر عالم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

روز پنجشنبہ ۱۳ محرم ۱۳۴۸ جون ۱۹۳۰ کو مراد آباد میں انتقال فرمایا پھراؤں میں دفن ہوئے۔

پہلی دونوں تاریخیں سنگ مرمر پر کندہ کرا کے مزار پر لگائی گئیں

(۱)

مولوی نصیر عالم قبلہ نور اللہ قبرہ

۱۳۴۹ھ

(۲)

تن داد در رضائش تابود در تنش جاں
حامد ز بہر تاریخ آمد ندائے غیبی

جاں داد و شد بجائان و اصل نصیر عالم
شدر در جوارِ رحمت داخل نصیر عالم

۸ ۵ ۸ + ۲ ۹ ۱
۱۳۲۹ھ

(۳)

شد از گل ہائے رحمت حق
حامد سال وصال گفتیم

گلشن قبر نصیر عالم
روشن قبر نصیر عالم

۱۳۲۹ھ

تاریخ وفات سجاد حسین ابن سید اشفاق حسین صاحب پچھرا یونی

بتاریخ ۵ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بروز جمعہ در مرض ہیضہ بمقام پچھراؤں بمر ۱۸ سال

آہ سجاد کی مرگ ناگاہ
کس قدر روح کو صدمہ پہنچا
تھا وہ مومن تو یہ بیجا کیا ہے

آدمی بس یہیں مجبور ہوا
کس قدر دل مرا رنجور ہوا
میں جو کہہ دوں کہ وہ مغفور ہوا

۱۳۲۹ھ

تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

بتاریخ ۵ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۰ء بروز دو شنبہ بوقت عصر بمقام آگرہ بمرض زیاطیس

بمر ۵۵ سال بعد علالت و شدائد چند سال

۱ ارض عنہ یاربی
۲ زائر بباغ بہشت
۳ قدر رضی عنہ اللہ الاحد

۱۳۲۹ھ ۱۹۳۰ء ۱۳۲۹ھ

(۴)

اے عم ما و محسن ما و شفیق ما
در علم دین و حکمت و فقہ و کلام و شعر
تازیستی بجاوہ حق گام زن شدی

مثل پدر تو مرکز تعظیم آدمی
سردار فاضلان اقا لیم آدمی
مصدق صدق احسن تقویم آدمی

ایں بود امر رب کے بمانی در آگرہ
رضوان ترا بگفت و شد القای بردلم

گویا کہ جاں بکف پے تسلیم آمدی
تاریخ شد۔ بوثر و تسنیم آمدی

۱۳۴۹ھ

تاریخ واقعہ کہ مخفی ماندنش اولی تراست

بتاریخ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء

بچالی اُس نے رنجش ہوتے ہوتے
اگر تاریخ کی ہے فکر حامد

اسے اللہ کا انعام کھینے
غلط فہمی نیک انجام لینے

۱۳۴۹ھ

تواریخ طبع مجموعہ نظم و نثر جناب سید محمد علی شاہ صاحب میکش اکبر آبادی

(۱)

ہے گلشن نو بہار شعر میکش
تاریخ نہ کیوں ہو معتبر حامد کی

اردو کا ہے افتخار شعر میکش
سرمایہ اعتبار شعر میکش

۱۹۳۰ء

(۲)

اہل ادب کی نظروں میں
حامد نے تاریخ کہی

سلک گہر شعر میکش
تنگ شکر شعر میکش

۱۹۳۰ء

(۳)

بشارت ہو جدت طرازان فن کو
ہوا کام جاں اس سے شیریں تو حامد

چھپا ہے کلام نو آئین میکش
یہ تاریخ لکھو۔ نظم شیریں میکش

۱۹۳۰ء

(۴)

مجموعہ کلام جو میکش کا چھپ گیا
حامد نے دیکھ دیکھ کے جادو بیانیاں

لہریز ہوئیاں عفاں سے جام نظم
تاریخ طبع ناہی ہے۔ کلام نظم

۱۳۴۹ھ

دفتر تواریخ

(۵)

واہ کیا اس کی شان ہے کیا قدر!
لکھ دے۔ نظم ادیب والا قدر

۱۳۲۹ھ

پوچھیے اس کے اہل دل سے مزے
نظم میکش کا سال طبع ایدل

(۷-۶)

غزل عارض شاعری کا ہے غازہ
فروغِ بیاں اور مضمون تازہ

۱۳۲۹ ۱۳۲۹

تاریخ وفات منشی اشفاق حسین صاحب علی گڑھی انسپکٹر پولیس پنشنر

(۱)

آہ اشفاق حسین انسپکٹر

۱۳۲۹ھ

(۲)

الم افزاست عجب رحلت اشفاق حسین
ثبت کن۔ منزل بآراحت اشفاق حسین

۱۳۲۹ھ

در جوارِ کرم و رحمت حق جالیش باد
حامد این سال وفاتش بسر لوح مزار

تاریخ وفات منشی مظہر حسن صاحب علی گڑھی

برفت از جہاں آہ مظہر حسن
جناں یافت واللہ مظہر حسن

۱۹۳۰ء

تاریخ وفات جناب عزیز الحسن صاحب ہیڈ ماسٹر سٹی اسلامیہ اسکول علی گڑھ

عزیزی افضل احمد سلمہ کی فرمائش سے ان کی طرف سے لکھی گئی۔ انھوں نے ماسٹر صاحب

مرحوم کے قبر پر لوہے کی روغنی بورڈ پر لکھوا کر لگادی ہے

ز صہبا ے تلخ اجل جام یافت
عزیز الحسن جنت انعام یافت

۱۳۲۹ھ

شفیق کرم گرم استاد ما
سر لوح افضل احمد نوشت

تاریخ عطیہ خلافت

بلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماتیہ

کہ حضرت قبلہ عالم مولانا حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب
محمد علی پوری مدظلہم و امت برکاتہم مولوی عابد حسن صاحب فریدی
ایم اے ایل ٹی۔ ایم آر اے ایس (لندن) رابا خرقہ و دستار خلافت ارزانی فرمودند

یہ پیر کے انوار مبارک عابد	یہ طالع بیدار مبارک عابد
یہ فیض کے آثار مبارک عابد	یہ لطف کا اظہار مبارک عابد
یہ مطلع انوار مبارک عابد	یہ فخرن اسرار مبارک عابد
یہ تحفہ احرار مبارک عابد	یہ ہدیہ ابرار مبارک عابد
یہ نافع تاتار مبارک عابد	یہ طبیبہ عطار مبارک عابد
یہ گوہر شہوار مبارک عابد	یہ گنج گرانبار مبارک عابد

یہ سال فرح بار مبارک عابد

یہ خرقہ و دستار مبارک عابد

۱۹۳۱ء

تاریخ آغاز روزنامہ ۱۹۳۱ء

اپنی تدبیر کی جو گردش ہے
زندگی میں جو کچھ ہے سعی درد
ہے اسی کا ظہور انساں سے
جبر کے ساتھ دی ہے قدرت بھی
اس لیے ہے مواخذہ سب سے
ہے وہ تسبیح رشتہ تقدیر
ہے ازل سے وہ کشتہ تقدیر
لکھ چکا جو فرشتہ تقدیر
ہے طبیعت سرشتہ تقدیر
ہیں سلاطین بھی نشیۂ تقدیر

نام و تاریخ ڈائری کے لیے

لکھ - نقوش نوشتہ تقدیر

۱۹۳۱ھ

مفلس و محتاج

تواریخ وفات رئیس الاحرار مولانا محمد علی رامپوری بی اے (آکسن)

سالہا سال سے مرض ذیابیطس میں مبتلا تھے۔ اسی حالت میں گول منیر کانفرنس کی شرکت کے لیے لندن گئے وہیں قوم و ملک کی خدمت کرتے کرتے ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء ۱۴ شعبان ۱۳۴۹ھ روز یکشنبہ کو انتقال فرمایا مفتی اعظم بیت المقدس کی آرزو و تمنا کے مطابق خاک قدس میں سپرد خاک کئے گئے اقبال نے خوب کہا ہے۔

خاک قدس اور ابا آغوش تمنا در گرفت سوے گردوں رفت زان را ہے کہ پیغمبر گذشت
انجمن ترقی اردو سٹیٹ جانس کالج آگرہ کے جلسہ تعزیت میں یہ تاریخیں ۷ جنوری کو سنائی گئیں۔

عليهم صلوات من ربهم ورحمه واولئک هم المہتدون

۱۹۳۱ء

(۱)

خیر خواہ قوم بود و حریت خواہ وطن
جاں برائے قوم داد۔ ایدل بگو سال وفات
شد فنادر آتش ہل من مزید حب قوم
شد علمبردار آزادی شہید حب قوم

۱۳۴۹ھ

(۲)

آکسن کہ بود و اولی دلہائے ما گذشت
حق عفو ہر گناہ خفی و جلی کند
آکسن کہ بود ملک و وطن را ولی برفت
او پیش راز دان خنی و جلی برفت

جانس بقوم کرد فدا۔ سال رحلتش
گفتم۔ شہید قوم محمد علی برفت

۱۳۴۹ھ

(۳)

غم ساری قوم کا ہے محمد علی کا غم
اپنی حیات و صحت و راحت کا غم نہ تھا
یہ موت ایک شخص کی ہے یا ہزار کی
اس کو تو فکر تھی وطن و لفقار کی
مانا نہ اس نے سعی سبھی نے ہزار کی
یا فکر کیجیے یہیں میرے مزار کی
کہتا تھا یا تو ہند کو آزاد کیجیے
جانے کا گول میر کی مجلس میں دم نہ تھا

دفتر تاریخ

جو کچھ کہا تھا کر کے وہ آخر دکھادیا لاریب شان ہے یہی مردانِ کار کی
 خدمت وطن کی ترک نہ کی اور جان دی آخر نباہ دی جو روش اختیار کی
 ظلِ لوایں حمد میں اس کو جگہ ملے رحمت ہو اس کی روح پہ پروردگار کی
 تاریخ یہ سرالم و اشک و آہ سے
لکھ دو کہ۔ جان ملک پر آخر نثار کی

۱۹۲۸ء

+۳

۱۹۳۱ء

(۵)

تاریخ سے ہے ان کی فضیلت ظاہر
اب جان نثار ملک پر کی آخر

۱۹۳۱ء

(۴)

بگفتہ چو اواز جہاں رو بتافت
کہ۔ حاجی محمد علی خلدیافت

۱۳۲۹ھ

تاریخ عدم شرکت مولوی مظفر علی صاحب طالب ایم اے ناظم بزم ادب آگرہ

در جلسہ دعوت رمضان کہ بتاریخ ۹ رمضان بخاندان خاں سار قادری منعقد شد

ہیں جمع اور تو سب ممبران بزم ادب نہیں ہیں حضرت طالب ہی اب یہ ہے افسوس
 نہیں شریک وہ کھانے میں اس کی حسرت ہے ہوئی جو کھانے میں تاخیر کب یہ ہے افسوس
 برابر ان کا خیال آ رہا ہے رہ رہ کر تہی طرب سے ہے بزم طرب یہ ہے افسوس
 کمی ہے ایک کی۔ اور وہ سکریٹری کی کمی بڑی کمی ہے تو کیا بے سبب یہ ہے افسوس

کمی سے ایک کی تاریخ ہو گئی پوری

نہ آئے ناظم بزم ادب یہ ہے افسوس

۱۳۵۰ھ

-۱

۱۳۲۹ھ

دفتر تواریخ

تاریخ تفریح

۲۲ فروری ۱۳۱۳ء رمضان کو مولوی سعادت اللہ صاحب کے گھر کی اور ہمارے گھر کی

لڑکیاں اوپر خوب کھیلیں کودیں میں نے اسی وقت یہ تاریخ لکھی

گھر کے دھندوں سے فرصت سر اٹھانے کی کہاں ہو گئی ہے اب تو سب زندہ دلی گویا کہ سلب
چھت کے اوپر چاندنی میں خوب کھیلیں لڑکیاں میں نے یہ تاریخ لکھی۔ ورزش و تفریح قلب

۱۳۲۹ھ

تاریخ عقیقہ جناب سید عابد حسن صاحب کانپوری کہ بعہد پیری ادا کروند

کانپور سے عظیم الحق نے اطلاع دی کہ رمضان میں بھائی عابد حسن صاحب کا عقیقہ ہوا جو صحیح

وقت پر کسی حادثہ کے سبب سے نہ ہو سکا تھا۔ سر مونڈا گیا۔ دو بکرے ذبح ہوئے۔ جشن ہوا۔

لڈو بٹے۔ میں نے فوراً ۲۱ شوال ۲۱ فروری ۱۳۱۳ء کو یہ تاریخ لکھ کر عابد حسن صاحب کو بھیج

دی۔ انھوں نے جواب میں اس بھو صریح کا شکریہ بطح ادا کر کے لکھا کہ وہ شب قدر مراقب

تھے کہ خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں لین کے کان میں ایک آواز آئی کہ "عقیقہ کر

ڈالو" چنانچہ صبح کو اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

(۱)

مسنون ہے عقیقہ کوئی فرض تو نہیں
رنگیں دلی سے دور نہیں ہے مگر یہ جشن
عابد میں زہد خشک کا ہونا نہیں ضرور
تو طفل بن۔ جواں تو بنا ہی کیے ہیں پیر
پیری میں کیا ضرور اسے لائے بجا
ہاں شادیاں گائے ڈھولک بجا بجا
زندہ وہی ہے عیش کو جس نے نہیں تجا
تو ریشخند خلق پر اے زندہ دل نجا

تاریخ یہ کہے جو کوئی تو بردانہ مان

ریش دراز پر یہ عقیقہ نیا سجا

۱۳۲۹ھ

تاریخ دیگر

عقیقہ کر دی چرا پیش ازیں چہل سال عمر عزیزت گذشت گویم چرا کہ بے جا ست این مزاج تو از حال طفلی نکشت

۱۳۲۹ھ

تخریجہ اعداد (۳)

تاریخ وفات مولوی منزل خان صاحب افغانی خلیفہ سلسلہ نیازیہ

۱۷-۱۸ سال کی عمر میں بریلی آئے۔ حضرت تاج الاولیاء مولانا شاہ نظام الدین حسین صاحب قدس سرہ سے بیعت کی اور ہجرت وطن کر کے خانقاہ شریف کی خدمت اختیار کر لی۔ حضرت سراج السالکین مولانا شاہ محی الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی۔ ۳۰ سال سے زیادہ خانقاہ میں مقیم رہے یکم مارچ ۱۰۳۱ھ شوال کو انتقال فرمایا۔

(۱)

مزل خان انار اللہ برہانہ

۱۳۴۹ھ

(۲)

آہ کہ مزل روشن ضمیر
حامد غمدیدہ بگو سال فوت
پردہ پسندید ز چشم جہاں
نذر بجاناں بہ ادب کرد جاں

۱۳۴۹ھ

تاریخ تعمیر مسجد شبلی منزل اعظم گڑھ

۲۸۷

سال تعمیر این بناے نکو
روز محشر کہ جاں گداز بود
یا قسم من ز سعدی حق گو
اولیں پرسش نماز بود

۱۹۳۱ء

تاریخ برات سید اظہر حسین صاحب مارہروی از مقدمہ بلوہ و قتل

(۱)

جو بے قصور تھے اظہر نہ کیوں بری ہوتے
جو کٹ گیا سر الزام تو ہوئی تاریخ
خدا رحیم - خداوند عدل پرور ہے
قوی ہولاکھ بھی دشمن خدا قوی تر ہے

۱۹۲۹ء

(۲)

الزام کا تھارنج بریت کی خوشی ہے
یہ مژدہ بھی اللہ کی رحمت کا ہے مظہر

تاریخ کی ہے فکر جو اے کلک مورخ لکھ شکر سے اچھا ہے بری ہو گئے اظہر

۱۹۲۹ء

تاریخ اجراء مجلہ زنانہ بنام "خاتون" زیادارت مرزا مظفر حسن سیفی دہلوی

(۱)

احیاء مجلہ علمیہ و ادبیہ خاتون

۱۳۴۸ھ

(۲)

یہ لڑکیوں کا اتالیق بی بیوں کا رفیق زنان ہند کو بے شبہ وجہ نازش ہے
یہ حسن ظن ہے کہ لکھتا ہوں پیشگی تاریخ کہ: یہ مجلہ خاتون شمع دانش ہے

۱۹۳۰ء

تاریخ وفات مناجات حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب کانپوری

مفتی دواعظ جامع مسجد آگرہ بمقام جدہ ہنگام مراجعت سفر حرمین شریفین در ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

(۱)

تلك عقیب الذین اتقوا (سورہ رعد) کو ۵

۱۹۳۱ء

(۲)

سفر حج میں جان کی قربانیاں
ہے لب جبرئیل سے تاریخ
واہ مفتی نثار احمد واہ
آہ مفتی نثار احمد آہ

۱۳۴۹ھ

(۳)

جہاں میں کہیں ہو۔ مگر آگرے میں
یہ حامد نے لکھی ہے تاریخ رحلت
نہ مفتی اب ایسا، نہ حافظ اب ایسا
کہ عالم ملے گا نہ واعظ اب ایسا

۱۳۴۹ھ

یعنی یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو پرہیزگاری کرتے رہے۔ اور اس انجام کو اسی آیت میں اس لیے اوپر ان الفاظ میں

بیان کیا ہے: مثل الجنة اتقى وعد المتقون تجوی من لحتها الانما اكلها دائم وظلها. تلك عقیب الذین اتقوا.

تاریخ مراجعت حضرت مولانا حافظ سید شاہ نور حسین صاحب قبلہ

علی پوری از سفر حج بیت اللہ و زیارت روضۃ الرسول زاد اللہ شرفہا

بتاریخ ۱۰ جون ۱۹۳۱ء روز چار شنبہ

آے حج کر کے شاہ نور حسین
باطنِ روضہ چشمِ باطن سے
بھر کے لائے ہیں اپنے سینے میں
میں لگاؤں گا ان کو آنکھوں سے
میں بھی ان کا کروں گا نظارہ
کاش میں بھی وہیں پہنچ جاؤں
میں ہوں اور واں کی نعت خوانی ہو
ہو مرا جسم خاک کو لے نبیؐ

دیکھ آے مناظرِ روضہ
چشمِ طاہر سے ظاہرِ روضہ
برکاتِ مقابرِ روضہ
جو قدم تھے مسافرِ روضہ
ان کی آنکھیں تھیں ناظرِ روضہ
بن کے جاؤں مہاجرِ روضہ
سب کہیں مجھ کو شاعرِ روضہ
ہو مری روحِ طاہرِ روضہ

یہ دل شاد سے ہوئی تاریخ

حاجی کعبہ زائرِ روضہ

۱۳۴۹ھ

تواریخ کتاب فن شکار مصنفہ صاحبزادہ محمد عبدالرحمن خان صاحب ٹونکی

حسب فرمائش ماثر عبد الباری صاحب بی اے و رفاقت حسین صاحب۔ انانوی تاریخ ۱۹ جون ۱۹۳۱ء

(۱)

خان ذی جاہ عبدِ رحمن خاں
وہ فروتن بھی سر بلند بھی ہیں
یا اٹھا دیکھ کر شکار کو سر
ہر نشانہ ہے بے خطا ان کا
ہے یہ ان کی کتابِ فن شکار
یہ تصانیف صید میں اعلیٰ
اس میں لکھے ہیں سب رموز و نکات
اس سے لکھے نشامہ بندوق

ٹونک کیا ہند کو ہے ان پر ناز
ان کے دو شغل ہیں شکار و نماز
یا جھکی پیش حق بہین نیز
آفت جانِ صید - بہ انداز
فن تصنیف کا ہے جو اعجاز
اور وہ اربابِ صید میں ممتاز
ہے شکاری کی بہم و دمساز
اور پائے شکار میں اعزاز

دفتر تواریخ

مور سرخاب اور مرغابی یا کبوتر - کلنگ - تیترا قاز
تیند وا - شیر - نیل گائے - ہرن گرگ و خرس و شغال روہ باز
بچ کے جائیں کہاں کہ ٹوٹ گئے پائے رفتار اور پر پرواز
ہے غرض یہ بہت مفید کتاب خوشتر انجام و خوب تر آغاز
لکھی تاریخ طبع حامد نے
آشکارا ہیں اب شکار کے راز

۱۳۵۰ھ

(۲)

کیا جامع فن صید ہے یہ تصنیف تاریخ اشاعت یہ لکھی حامد نے
مشکل تھا کہ کوزے میں سمندر آے اسرار شکار اس کے اندر آے
۱۳۵۰ھ

(۳)

لو یہ تصنیف شائقو! آو لکھی حامد نے بے بدل تاریخ
آو سیکھو کمال فن شکار مخزن بے مثال فن شکار
۱۹۳۱ھ

(۴)

صاحبزادہ محمد عبد الرحمن ہے فن شکار میں یز ان کی تصنیف
رکھتے ہیں عجب مہارت فن شکار تاریخ ہوئی - صراحت فن شکار
۱۳۵۰ھ

(۵)

عبد رحمن خان والا شان ٹونک کرد تصنیف چو او در فن صید
در شکار او راست شانے بے بدل سال گفتم - ارمغانے بے بدل
۱۳۵۰

(۶)

اس کتاب عجیب کو پڑھ کر کرلو پیدا صحیح ذوق شکار

چھپ رہی ہے کتاب اے حامد سال لکھ دو۔ کتاب شوق شکار

۱۳۵۰ھ

تاریخ اجراء رسالہ رفیق نسواں از عزیزی پریس آگرہ
 کبھی ”رفیق“ کو استاد علم و دانش کہہ کبھی ”رفیق“ کو خضر طریق نسواں لکھ
 جو چاہتا ہے کہ تاریخ بھی لکھے حامد تو رہنمائے خواتین رفیق نسواں لکھ

۱۹۳۰ء

تاریخ شادی عبدالحکیم پسر ملا جی ساکن مسجد بساون گلی

نیا بیابا ساون کاندھا ہے لاریب نظر کیوں نہ آے ہر ای ہر آج ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ
 کبھی میں نے حامد یہ شادی کی تاریخ ”بندھا عقد کیسا پھنسا سخر آج“ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء

۱۳۵۰ھ

تاریخ انعام یافتن مولوی محمد عظیم الحق جنیدی بی اے، بی ٹی

ہندوستان اکیڈمی آف انعامی مقابلہ مضمون نگاری کا اعلان کیا تھا، ہر بہترین مضمون
 پر سو روپیہ نقد کا انعام مقرر تھا۔ برادر عزیز عظیم الحق عرف مناسی زمانے میں کرائسٹ
 چرچ کالج کانپور میں پڑھتے تھے انھوں نے ”اقبال کا فلسفہ موت“ موضوع تجویز کر کے
 مضمون لکھا وہ قابل انعام قرار پایا اور سو روپیہ حاصل ہو گئے۔

(۱)

انعام بھی عظیم نے پایا ہے، نام بھی خرماء و ہم ثواب کی صادق ہوئی مثل
 تاریخ بھی یہی ہوتی ہے صادق مثل کے ساتھ مضمون بیچ گیا نظر انتخاب میں
 یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں شامل جو کر کے دیکھے خرماء ثواب میں

۸۴۱ + ۵۰۹

۱۳۵۰ھ

(۲)

اردو اکیڈمی کی یہ رائے صحیح ہے جب فاضلان عصر فضیلت کی دیں سند
 برہان باہر ادب کامل عظیم تاریخ کیوں صحیح نہ ہو فاضل عظیم

۱۹۳۱ء

دفتر تواریخ

تاریخ ترکِ حقہ

۱۵ فروری ۱۹۳۲ء، ۶ شوال ۱۳۵۰ھ کو جس دن میں عابد اور بو اور رشیدہ و عارف کے ساتھ سفر مقدس حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوا اس روز صبح سے حقہ پینا چھوڑ دیا۔ جولائی ۱۹۰۹ء میں شروع کیا تھا۔ تھوڑے وقت بہت فکر و تردد تھا۔ اسی دن صبح کو یہ تاریخ کہی۔

ترکِ حقہ کا سوچ کیا فی الحال = ۱۰۱۳

کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں = ۹۱۸

۱۹۳۲ء

تاریخ حصولِ شرفِ حجِ اکبر

سفر حج سے واپسی میں جہاز علوی میں ۲۸ اپریل ۳۲، ۲۲ ذی الحجہ ۵۰ھ کو یہ تاریخ لکھی اس جملہ دعائیہ کے صحیح و فصیح الفاظ سے حضرت صاحبزادہ نور حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہم کی تاریخ حج خوب نکلی ہے بحسبہ دعا کے الفاظ ہیں۔ (جعلہ اللہ حجا مبروراً وسعیاً مشکوراً) ۱۳۳۹ھ

اللہ جاعلہ حجا مبروراً وسعیاً مشکوراً

۱۳۵۰ھ

”تاریخ مراجعت اہل و عیال قادری و فریدی از مراد آباد بہ آگرہ“
آگے عارف مئی کے بعد آج میں نے یہ تاریخ آنے کی کہی
جون میں واجد گئے تھے آگے خیریت سے آج بچے آگئے۔
۲۶ صفر ۱۳۵۰ھ - ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء

تاریخ مراجعت مولوی عابد حسن فریدی از سفر حج

ہم ۱۶ مئی ۳۲ء کو جہاز سے کراچی اترے، وہاں سے لاہور تک سب ساتھ آئے، لاہور سے عابد حسن مع اپنی اہلیہ اور بچے کے علی پور شریف چلے گئے۔ میں اور والدہ آگرہ آگئے پھر جب عابد واپس آگرہ پہنچے تو میں نے یہ تاریخ کہی:-

حج سے آئے ہیں فریدی خیر سے

۱۳۵۱ھ

اس پورے شعر سے تاریخ نکلتی ہے۔ یہ خیال تاریخ لکھنوی کے اس مقطع سے ماخوذ ہے۔ دوسرا مصرع بالکل تاریخ ہی کا ہے:-
ترک دنیا میں سوچ کیا تاریخ کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

دفتر تواریخ

تاریخ طباعت ”خمخانہ فرید“ یعنی مجموعہ کلام نعتیہ مصنفہ غلام فرید خان صاحب
(مطبوعہ در کتاب مذکور)

(۱)

ہے کلام فرید کا ہر شعر
یہ گل نعت دیکھ کر حامد
گوہر شب چراغ مدح رسول
کہد و تاریخ باغ مدح رسول

۱۳۵۱ھ

(۲)

بہار آئی فرید دہر نے کھولا ہے خم خانہ
شگفتہ مصرع تاریخ لکھ دو تم بھی اے حامد
کھلے ہیں شیشہ مل آج باغ نعت احمد میں
کھلے ہیں لالہ و گل آج باغ نعت احمد میں

۱۹۳۲ء

تاریخ نکاح مولوی محمد طاہر فاروقی عرف نوشہ میاں

اکتوبر ۳۲ء میں نوشہ میاں کا نکاح مولانا سعادت اللہ صاحب اسرائیل سنبھلی کی چھوٹی
لڑکی سے ہوا۔ میں نے جلسہ نکاح میں فارسی کا بہت طویل قصیدہ پڑھا۔ اس میں تاریخ
نکاح بھی شامل تھی۔ اس کے دو شعر نقل کیے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ اردو کے سہرے
میں بھی چند تاریخی نظم کی تھیں۔ وہ سہرا میرے پاس نہیں رہا۔ اس لیے بعض مادے
جو حاصل ہو گئے ہیں لکھتا ہوں۔

وصل گردید آخر آں فصلے کہ بود
زد رقم کلک مورخ سال عقد
در میان آفتاب و ماہتاب
اس قران آفتاب و ماہتاب

۱۳۵۱ھ

(اس قصیدے کا تاریخی عنوان)

قصیدہ گوہر نگار تاریخی

۱۹۳۲ء

(اس قصیدے کی تاریخ)

آب و تاب آفتاب و ماہتاب

۱۳۵۱ھ

(سہرے کی تاریخیں)

دفتر تواریخ

(۱)

ہے جلوہ صبحِ طرب کا ترجمان سہرا

۱۳۵۱ھ

(۲)

یہ ہے اشعار کا نوشہ میاں سہرا

۱۳۵۱ھ

(۳)

گل اندامِ دولہا ہے بہار بے خزاں سہرا

۱۳۵۱ھ

(۴)

لیجئے نظم کے پھولوں کا اے نوشہ میاں سہرا

۱۹۳۲ء

تاریخ ولادت فرزند اول محمد حبیب ایم اے ابن مولانا سعادت اللہ صاحب امرائیلی

(۱)

خدا نے گوہر مقصد سے بھر دیا دامن

خدا نے چاند سا بیٹا حبیب کو بخشا

اگر ہے سال ولادت کی فکر اے حامد

کرم کا اس کے برستا ہوا سحاب آیا

یہ تیرے ماہ کا اے آسماں جواب آیا

لکھو، یہ برج سعادت میں آفتاب آیا

۱۳۵۱ھ

(۲)

دلہن کی گود ہمیشہ بہری رہے یارب

دعا کے ساتھ ہی تاریخ بھی لکھ اے حامد

یہ چاند سا ہو مبارک حبیب کو بیٹا

کہ اے خدا ہو مبارک حبیب کو بیٹا

۱۳۵۱ھ

(۳)

ایزد و باب فرزند سے عطا فرمود دوش

مصرع سال مسیحی نیز از غیب آمدہ

از گل مقصود پر گردید دامان حبیب

نور آگین این گل شاخ گلستاں حبیب

۱۹۳۲ء

جستجوئے سال ہجری حامد مسرور کرد

گفت دل، این نور چشم و راحت جاں حبیب

۱۳۵۱ھ

بار دیگر فکرمی کردم کہ زد با تہ ندا

ہاں بگو، این فضل ایزد این درکان حبیب

۱۳۵۱ھ

(۴)

عنایت کرو فرزندے خدایت
بتاریخ و دعائیم ہمزباں شو
مبارک حبیب نیک خواباد
گبو، خورشید اوج آرزو باد

۱۳۵۱ھ

(۵)

ہو مبارک تم کو فرزند اے حبیب
میں نے بھی سال ولادت سوچ کر
ہے یہ باغ فضل مولیٰ کا ثمر
لکھ دیا، نخل تمنا کا ثمر

۱۹۳۲ء

تاریخ واقعہ پیش آمد

(۱)

اب تک سنی نہ تھی یہ سزا جرم عشق کی
گزر ادیال باغ میں اک واقعہ عجیب
سنتے تھے، اس کی ناک کچی اس کا سر کش
تاریخ بھی عجیب ہے، "اچھا ۷۰۰+۲۰+۲۰۰ کتا"

۱۳۵۱ھ

(۲)

زندگی تلخ ہے کو کے
کہنے والے نے یہ تاریخ بھی کیا خوب کہی
کیوں نہ ہو، جبکہ کوئی کاٹ لے "زا" جڑت
بے لوکاٹ دیا نخل تمنا جڑت

۱۹۳۲ء

تاریخ نکاح ششم مولوی ولی محمد خاں صاحب پروفیسر سنیٹ جانس کالج آگرہ

(۱)

اس قطعہ میں خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر مصرع لگا۔ جیسا اور انہیں نے مسجود۔

مادہ تاریخ نکالا ہے۔

پہلے وہ اُن کے تصور سے کہا کرتے تھے
اور تصور یہ جواب ان کو دیا کرتا تھا
آج وہ پیر جواں بن کے دلھن لے آئے
ہے یہ یہی زندہ دلی خوب پیو کا سر عیش
"ناز از سر بنہ و سایہ بریں خاب انداز"
"پاک شواہل و پس دید و بریں پاب انداز"
"حالیہ غافلہ در سبب افلاک انداز"
"پیش ارانے کہ شو کا سر خاب انداز"

تو کبھی طعنہ بد باطن و بد بین سے نہ ڈر
فیض سے حافظ شیراز کے نکلی تاریخ
”دو آئینہ در آئینہ ادراک انداز“
گرچہ حاصل مجھے حافظ کا ہے کیا خاک انداز

۳۶۳

ایں صدائیت کہ از حسن عروسی آید
”خیز و در کاسہ زر آب طربناک انداز“

۱۳۶۸

+ ۳۶۳

۱۹۳۲ء

(۲)

اس قطعہ کا مصرع ثانی اور مادہ تاریخ میر انیس لکھنوی کے مطلع سلام سے لیے گئے ہیں
اُبال آجائے گر باسی کڑھی میں کیا تعجب ہے
کہو تاریخ حامد از روئے شادی و آبادی
بھڑکتا ہے چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے
جوانی سے زیادہ وقت پیری جوش ہوتا ہے

۱۹۳۲ء

تاریخ ولادت فرزند ارجمند حضرت حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب قبلہ

صاحبزادہ ثانی اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مرشدی و مولائی شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہم

عجیب نعمت حق ولادت فرزند
مبارک آپ کو نور نگاہ و راحت جاں
حضور قبلہ عالم کا فیض ہے اس پر
خلوص دل سے دعا گو ہیں اگرے والے
خدا کا فضل ہے یہ، رحمت الہ ہے یہ
خدا کے فضل سے اوج شرف کا ماہ ہے یہ
وہ غنچہ چمن شاہ دیں پناہ ہے یہ
کہ ہم غلاموں کا آقا، خدا گواہ، ہے یہ

لکھا ہے سال ولادت بھی آج حامد نے

کہ پارہ دل خادم حسین شاہ ہے یہ

۱۳۵۱ھ

تاریخ اشاعت ”عید نمبر“ مجلہ عالمگیر لاہور بتقریب عید الفطر

(۱)

بڑھ گیا سب سے آج عالمگیر
ہند میں شمع طور ہے اردو
سب کی بے سوداب تگ و دو ہے
یہ اسی شمع طور کی لو ہے
یہ اسی آفتاب کی ضو ہے

بحر ذخار ہے صحافت ہند
اس کی تاریخ تو لکھو حامد
یہ اسی سہل علم کی رو ہے
عید نمبر بشارت نو ہے

۱۳۵۰ھ

(۲)

سال بھر کی آرزوئیں پوری ہو گئیں
لکھ دو حامد عید نمبر کے لیے تاریخ بھی
عید ہے اور عید نمبر کا میسر دید ہے
عید نمبر کی اشاعت کلبن امید ہے

۱۳۵۰ھ

تاریخ ولادت فرزند صوبہ دار صاحب

بفرمائش افضل احمد علی گڑھی

رہے تابندہ صوبہ دار کے گھر
لب افضل سے آئی آواز
سپہر حسن کا یہ ماہ کامل
کہ لکھ ایدل، "فروغ دیدہ و دل"

۱۳۵۰ھ

تاریخ ولادت دختر برادر عزیز مولوی شمس الحق نظامی عرف پھمن

تم کو پھمن خدا نے بیٹی دی
ایک سے دو تو دو سے تین ہوے
یا الہی ہو اس کی عمر دراز
بھائی صاحب کو بھی مبارک ہو
روح سرور اس سے ہے دل شاد
تم رہو یونہی شاد اور آباد
ہر غم ورنج سے رہے آزاد
آج پھولا ہے ان کا نخل مراد

یہ دل شاد سے ندا آئی

کہدو، "یہ لخت دل مبارک باد"

۱۳۵۰ھ

یعنی اکیلے تھے، یہی آئی دو ہوے، لڑکی ہوئی، تین ہو گئے۔ ج بھائی سید عابد حسن صاحب ہانپوری

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی دیوان خاکسار حامد حسن قادری

بسم الله علم الغیب

۱۳۵۱ھ

مرآتِ سخن

۱۳۵۱ھ

یا

چمن زارِ پیمیل

۱۳۵۱ھ

یعنی

دیوان غزلیات تازہ

۱۹۳۲ء

از ننگ شاعران اہل فن حامد حسن قادری

۱۳۵۱ھ

بدنام کشتہ علم و عمل پیمراؤں ضلع مراد آباد

۱۹۳۲ء

دفتر تواریخ

تواریخ بفرمایش عبدالحی صاحب

رأین نصرت

۱۳۵۱ھ

تاریخ بیعت اقل العباد

۱۹۳۲ء

بندہ ازل عبدالحی نقشبندی جماعتی عابدی

۱۳۵۱ھ

بدست حق پرست والا جاہ موالاتا حاجی عابد حسن فریدی

۱۹۳۲ء

خلیفہ ایزد آگاہ قبلہ عالم محدث علی پوری

۱۹۳۲ء

تاریخ ولادت فرزند اول برادر عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی

تاریخ ۲۲ رمضان ۱۳۵۲ء ۲۰ دسمبر ۱۹۳۳ء

(۱)

(بچے کے باپ سے)

بیٹا مبارک بیٹا مبارک

۱۳۵۲ء

(۲)

(بچے کی دادی سے)

پوتا مبارک آپا۔ پوتا مبارک آپا

۱۳۵۲ء

تاریخ ولادت فرزند اول حکیم قمر احمد صاحب اکبر آبادی

فرزند مبارک ہو حکیم قمر احمد
امید و تمنا کے شجر میں ثمر آیا
پیری میں نہ کیوں آئے نئے سر سے جوانی
فرزند جوان بخت کا چہرہ نظر آیا
خورشید ہے یہ وہ، جو ہواشب کو درخشاں
وہ ماہ ہے جو گھر میں قمر کے اتر آیا
حامد نے یہ تاریخ کہی سنتے ہی مژدہ
نور نگہ و راحت جان قمر آیا

۱۳۵۲ء

تاریخ وفات محمد صدیق صاحب صابن والے اکبر آبادی

(مرحوم کے مزار پر کندہ کی گئی)

مرقد صدیق نورانی رہے
حامد اُن کی قبر پر سالِ وفات
ہے جوار رحمت داور نصیب
لکھ دو، قرب ساقی کوثر نصیب

۱۳۵۱ء

تاریخ روزنامہ خاکسار قادری

(۱)

تشریح سرنوشت

۱۹۳۳ء

دفتر تواریخ

(۲)

تاریخ روز نامہ پوچھے اگر کوئی کہہ دو کہ یہ لکھا ہے مری سر نوشت میں

۱۳۵۲ھ

(۳)

(تاریخ ختم روم نامہ سال ہجری)

ختم روز نامہ

۱۳۵۲ھ

تواریخ اشاعت عید نمبر مجلہ، عالمگیر لاہور

یہ عالمگیر کا ہے عید نمبر دولت باقی

۱۳۵۱ھ

کیا نادر دہر اشاعت عید

۱۳۵۱ھ

عید نمبر ہے تہنیت نامہ

۱۳۵۲

تاریخ مرگ مفاجات مولوی عزیز الرحمن صاحب پچھرا یونی

۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۳۱ء کو مراد آباد میں ظہیر عالم صاحب پستی

کے ہاں یکایک وفات ہوئی، اور پچھراؤں میں دفن ہوئے

(۱)

ناگہاں از جہاں بخت رفت

سال رحلت بگو، حسرت رفت

۱۳۵۰ھ

آں عزیز عزیز خاطر ہا

چوں گزشت عمر او حکمت و یاس

(۲)

جنت میں ملے خلود ان کو

۱۳۵۰ھ

تاریخ وفات مولوی محبوب الرحمن خلیف مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ

مولوی عزیز الرحمن مرحوم کا برادر خلیف تھا، موتی جبرہ کے مرض میں ۲۲ سال کی عمر میں یکایک انتقال کیا

گیا وہ بھی جنت کو دو ماہ بعد
یہ مقصد تھا، بھائی سے مر کر ملے
لکھو سال رحلت یہ محبوب کا
اُسے قرب ساقی کوثر ملے

۱۳۵۰ھ

تاریخ انتقال پسر اصغر خاکسار حامد حسن قادری

چھوٹا بیچہ واجد حسن ۱۸ جمادی الاول ۱۱۱۱ کیم اکتوبر ۱۹۳۱ کو چار سال کی عمر میں رحلت کر گیا

واجد صبر و قرار مژدہ

گفتم، غنچہ، دل پڑ مردہ

۱۳۵۰ھ

تاریخ قتل دردناک و شہادت مظلوم حافظ حبیب حسن پچھرا یونی

حافظ شہید اپنے گھر میں تیار تھے کسی نے رات میں ان کو بیدردی کے ساتھ قتل کر

کے اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ انہی محلہ کو خبر ہوئی، کئی دن بعد جب نقش مٹھن

ہونے لگی، دروازہ کھولا، اور کفن و دفن کا انتظام کیا۔ قاتل کا کچھ پتہ نہ لگا۔

دار دنیا سخن و دار محنت است

لاکن از دست ستمگاران دہر

گفت حامد سال قتل ناگہش

۱۹۳۲ء

تاریخ وفات مولوی محمود الحسن صاحب پچھرا یونی کورٹ انسپلر پنشنر

مات الذی کان محمودا

۱۳۵۲ھ

زابل دہر کرد آں شاہ محمود الحسن پردہ

ہی تاریخ او جسم کہ از ہاتف ندا آمد

کہ از گلہائے اخلاقش گل گلشن نخل باشد

بگو حامد، بہشت آرام گاہ اہل دل باشد

۱۳۵۲ھ

لا یضیع اجر المؤمنین

۱۳۵۲ھ

دفتر تواریخ

تاریخ انتقال شفیق حسین بفرمایش مہدی حسن صاحب اکبر آبادی

شفیق حسین غفرلہ

۱۹۳۳ء

طالب جنت شفیق داخل دارالسلام

۳۶۷ + ۹۸۵

۱۳۵۲ھ

تاریخ وفات رابعہ اہلیہ محمد الیاس صاحب کچی بفرمایش مظہر الرحمن عرف چھٹن

رحمت رب بروح رابعہ بادا

۱۳۵۲ھ

تاریخ صحت یابی خالد حسن پسر خاکسار حامد حسن قادری از بخارر طویل

(۱)

دلم آزاد ز رنج و محن آمد
مژدہ صحت خالد حسن آمد

۱۳۵۲ھ

خندہ زن باز گل اندر چمن آمد
شکر ادا کردم و تاریخ بگفتم

(۲)

ورنہ تھا نور دیدہ و دل ماند
شکر یارب گہن سے چھوٹا چاند

۱۳۵۲ھ

بخشی صحت خدا نے خالد کو
یہ دل شاد سے ہوئی تاریخ

(۳)

یارب اچھا رہے وہ ہے یہی
پھول باغ مراد ہے یہی

۱۳۵۲ھ

خالد اچھا ہوا بفضل خدا
کہی تاریخ سن کے خوشخبری

دفتر تواریخ

تاریخ وفات حاجی فضل احمد صاحب پٹھرا یونی

۱۳۵۱ھ

کیم محرم ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء کو سفر حرمین شریفین سے واپس آئے۔ اور ۲ رجب کو لکھنؤ میں ناگہاں انتقال کیا

(۱)

لوح مرقد فضل احمد

۱۳۵۱ھ

(۲)

تاریخ وفات ابوخواندم از لوح آمد ز مدینہ و بخت رفتہ

۱۳۵۱ھ

(۳)

لب جبریل سے تاریخ نکلی گئے جنت میں وہ جنت سے آکر

۱۳۵۱ھ

تواریخ وفات مولوی حسن احمد صاحب و مولوی محمد احمد صاحب پٹھرا یونی

حسن احمد صاحب اپنے چھوٹے بھائی حاجی فضل احمد سے پورے ایک سال بعد اور ان کے چچا زاد بھائی محمد احمد صاحب اور چند ماہ بعد رخصت ہوئے۔

قدرضی اللہ المنان

۱۳۵۲ھ

لا یضیع عمل عامل منکم

۱۳۵۲ھ (آل عمران۔ ع۔ ۱۱۔ پ ۱۳)

خلد اللہ الوحید زوحہ فی الرحمة

۱۳۵۲ھ

حدیث شریف ہے:- ما بین قبری ومنبری روضة ریاض الجنة (میری قبر و منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)

دفتر تواریخ

تاریخ وفات اہلیات مولوی شفیع الرحمن و مولوی ضیاء الرحمن پچھراہیونی

دریک سال بفصل چار ماہ

ہوئیں بیویاں آہ دونوں کی رخصت
جو تاریخ دونوں کی لکھنی ہو یکجا
نہ پوچھو مصیبت شفیع و ضیا کی
تو کہدو کہ ہو ان پر رحمت خدا کی

۱۳۵۲ھ

تاریخ مراجعت مولوی شفیع الرحمن صاحب از سفر حج

شفیع الرحمن سالہا سال سے ایسے سخت بیمار تھے کہ غذا چند تولے رہ گئی تھی، کھانے کے بعد
معدے میں درد ہوتا تھا، اسی حالت میں وضعف میں انھوں نے حرمین الشریفین کا تبا
سفر کیا۔ سفر مبارک کی برکت سے ان کا برسوں کا مرض بالکل جاتا رہا۔ پوری غذا
کھانے لگے۔ ضعف بھی رفع ہو گیا۔ الحمد للہ مارچ ۳۳ء میں گئے تھے ۱۳۵۲ھ کا حج کر کے
مفر ۵۳ء میں ۲۴ جون ۱۹۳۴ء کو واپس گھر آئے۔

گئے حج کرنے بیماری میں اور آئے شفا پا کر شفیع اللہ کی دیکھ آئے ہیں رحمت بھی قدرت بھی
اگر لکھنی ہے تاریخ اس سفر کی اور صحت کی تو لکھدو، آگئے لے کر ثواب حج بھی صحت بھی

۱۳۵۳ھ

تاریخ اجراءے جدید مجلہ ”الناظر“ لکھنؤ

اجرا مجلات ہے گو عام بہت کم ان میں ہیں کامیاب، ناکام بہت
ایک ان میں سے ”نیک نام الناظر“ ہے بدنام کنندہ کنو نام بہت

۱۳۵۳ھ

تواریخ وفات ناگہانی مولوی عبدالعزیز فرزند مولانا حافظ محمد ابوالشرف صاحب
مہاجر کی خلف الرشید و سجادہ نشین حضرت شاہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
دہلوی ثم رامپوری مہاجر مدنی و مدفون مکی

شغل بکا

۱۳۵۳ھ

یہ سب قطعات تاریخ مع عنوان اور نوٹ کے رسالہ الناظر لکھنؤ بابت مارچ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئے ہیں۔

دفتر توارخ

مرحوم عبدالعزیز مولانا ابو شرف عرف اچھن صاحب کا اکلوتا جوان بیٹا تھا۔ چار سال ہوئے مکہ مکرمہ سے ہندوستان آیا تھا۔ ریاست رامپور میں اپنے چچا مولوی ابو طاہر صاحب عرف بہن صاحب کے ہاں رہتا تھا۔ ان کی لڑکی سے اس کی شادی ہونے والی تھی کہ یکا یک ۱۲ محرم ۱۳۵۳ھ کو جمعہ کے روز انتقال کیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون! اس کے والدین مکہ معظمہ میں تھے اور شادی کے بعد بیٹے اور بہو کو دیکھنے کے منتظر و مشتاق تھے۔ چونکہ شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اس لیے اس کے والد نے مکہ مکرمہ میں اپنے احباب کو شادی کی خوشی میں دعوت دے دی۔ اللہ اکبر!

(۱)

کیا سانحہ آج ہو گیا ہے
آنکھوں سے لہو وہ رو گیا ہے
پہناب گیا ہے جو گیا ہے
کشتی شرف ڈبو گیا ہے
وہ سمجھے تھے ہند کو گیا ہے
آغوش اجل میں سو گیا ہے
کیا نشتر غم چھو گیا ہے
دامن دامن بھگو گیا ہے
سب دفتر عیش دھو گیا ہے
دل میں وہ انھیں سمو گیا ہے
موتی یہ وہی پرو گیا ہے
ساتھ اس کے ہی صبر تو گیا ہے
نادر تھا جو لعل کھو گیا ہے
آنے کو نہیں وہ گو گیا ہے
نیکی کا جو بیج بو گیا ہے
اُس کا عمل نکو گیا ہے
جو ہاتھ سے دوستو، گیا ہے
کیا عاقل نکتہ گو گیا ہے
کیا چاند غروب ہو گیا ہے

۱۳۵۳ھ

چھائی ہے یہ مُردنی سی کیسی؟
آیا ہے شرف کے پاس جو آج
آیا ہے جو مضطرب ہوا ہے
کیا کہیے کہ کون بحر غم میں
فرزند عزیز خلد پہنچا
دولہا بننے کو تھا جو تیار
کیا دل پہ چھری چلا گیا ہے
دریا دریا زلا گیا ہے
سب چین دلوں کا لے گیا ہے
گرم اشک ہیں اب تو سرد آہیں
تھمتی نہیں آنسوؤں کی لڑیاں
اب دل میں کہاں پتا ملے گا
روشن تھی جو سمع بھگتی ہے
آتا ہے وہ بار بار دل میں
پاے وہ بہشت میں پھل اُس کا
مغفور ہو وہ کہ ساتھ اس کے
تھا ذکر کہ اب نہ آے گا ہاتھ
کیا شاید خوبو اٹھا ہے
اٹھ کر کہی ایک نے یہ تاریخ

(۲)

شرف جہاں سے گزر جائے جب جواں بیٹا
سیاہ کیوں نہبو آنکھوں میں پھر جہاں کی فضا

دفتر تواریخ

یہ سال مرگ سنا تا ہے حامد غمگین
جب اور کچھ نہیں چارہ بجز رضا بقضا
شباب و حسن و وفا، فقر و دین و رشد و رضا

۱۳۵۳ھ

(۳)

پہلو سے شرف، عزیز محبوب گیا
وہ طالب حق تھا سوے مطلوب گیا
ٹوٹا دل زار تو یہ نکلی تاریخ
وہ ماہ ہوا غروب دل ڈوب گیا

۱۳۵۳ھ

(۴)

وہی مادہ تاریخ بغیر تخریج

یہ حوصلہ تھا شرف کا کہ سن کے مرگ پسر
کہا یہی تھی رضائے خدا تو خوب ہوا
مگر مجھے ہے وہ صدمہ کہ میں نے سال وفات
کہا کہ ڈوب گیا دل وہ مہ غروب ہوا

۱۳۵۳ھ

(۵)

فرزند جواں نور نظر بود پدر را
تاریخ وفاتش شدہ، برخاست چو محشر ۵۲۸
رفت از پرواز جان و دلش تاب و توان برد
ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

۱۹۳۴ء

تاریخ وفات سید نظام الدین شاہ صاحب دلگیر اکبر آبادی

(۱)

غندہ اجر عظیم	بزم غم دلگیر	فنائی الذات
۱۳۵۳ھ (تقابل)	۱۳۵۳ھ	۱۳۵۳ھ

(۲)

ادیب کامل شاہ دلگیر اکبر آبادی رحمتہ اللہ علیہ

۱۳۵۳ھ

(۳)

خبر کیا تھی کہ اتنی جلد حامد
ہمیں کر کے اسیر رنج و اندوہ
مروت پیکر و مہر مجسم
کریں گے خلد و آباہ و نلیہ
ہر اک غم سے ہوے آزاد و نلیہ
شرف زار و سیات زاد و نلیہ

وفا پرور ، کرم گستر، ہنر ور
 سخندان و سخن سنج و سخنور
 ادب لیلی و شاد و دلگیر مجنوں
 یہ نجم و اخضر و سیماب و میکش
 نہ بھولے گی غزل خوانی وہ تیری
 ترا "انقاد" تھابے شبہ و شک
 وہ تیری شوخ باتیں ، گرم فقرے
 محبت کا تقاضا تو یہی ہے
 مگر ہے شیوہ تسلیم کچھ اور
 یہ ہستی کچھ نہ میری ہے نہ تیری
 نہ چھوڑے گا ہمیں بھی بعد تیرے
 پھر اک دن چرخ کا بھی خاتمہ ہے
 ہے آنسو ہمارے تیرے غم میں
 اذیت کچھ نہ واں ہو تجھ کو اس سے
 خدادے صبر پس ماندوں کو تیرے
 پھلے پھولے چمن تیرا ترے بعد
 اسسائے داد و دیں ۲ بنیاد دگیر
 سخن کے مانی و بہراد دگیر
 سخن شیریں ادا ، فرہاد دگیر
 تیرے غم میں ہیں سب ناشاد دگیر
 وہ تیری اک نرالی داد دگیر
 صحافت میں نئی ایجاد دگیر
 زلائیں کیوں نہ آکر یاد دگیر
 کریں ہم نالہ و فریاد دگیر
 ہوا ہے صبر کا ارشاد دگیر
 ہے اس کی دین اس کی داد دگیر
 یہ دور چرخ لے بنیاد دگیر
 کہ ہوگا صید خود صیاد دگیر
 طبیعت کی تھی یہ افتاد دگیر
 رہے جنت میں تو دشااد دگیر
 رہے شاداں تیری اولاد دگیر
 نہ ہو محنت تری برباد دگیر

تری تاریخ یہ لکھتا ہے حامد

ادیب فاضل و نقاد دگیر

۱۳۵۳ھ

(۴)

دگیر ہی کی ذات تھی ہاں فخر آگرہ
 دل نے کہا ، فصیح جہاں فخر آگرہ

۱۳۵۳ھ

دگیر ہی کے نام سے تھا آگرے کا نام
 تاریخ انتقال کی حامد کو فکر تھی

انگریزی مجسٹریٹ آگرہ ۲ صاحب سجادہ قادریہ میوہ گنرہ آگرہ

(۵)

ترے ماتم میں ہے بر شہر دلگیر
کہی حامد نے ، فخر بہر دلگیر
۱۳۵۳ھ

نہیں کچھ آگرے ہی کو ترا غم
تری نام آوری پر تیری تاریخ

(۶)

مستند اہل نظر میں ان کی واہ
کہدو ، بزم خلد میں دلگیر شاہ
۱۳۵۳ھ

مستند تھی اہل دل میں ان کی آہ
فکر ہے حامد اگر تاریخ کی

(۷)

کشت ہستی راہ ہمیں یک حاصل است
شاہ وسید، شاعر و روشندل است
۱۳۵۳

شاہ دلگیر از جہاں رحلت نمود
سال داخل کشتش درباغ خلد

(۸)

منعقد تھا جلسہ احباب کل
مادہ مل جاے کوئی بر محل
اہتمام جلسہ شعر و غزل
۲۱۹۸
-۲۶۳
۱۹۳۴

کس قدر رویا ہے دل دلگیر کو
فکر سال رحلت دلگیر تھی
دل پکار اٹھا کہ بے دلگیر ہے^{۲۶۳}

(۹)

مرگ او وجہ انطناے ران
گوہ ارجمند ارش تان
۱۹۳۴ھ

ذات دلگیر نور بزم سخن
گفت تاریخ رحلتش حامد

(۱۰)

جنت میں، اُسے چھوڑ کر، آباد ہوے

تھے شمع و چراغ بزم دنیا دلگیر

حامد یہ دل زار سے نکلی تاریخ

گل شمع و چراغ اکبر آباد ہوے

۱۹۳۴ھ

(۱۱)

تاریک بے دلگیر ہے اب محفل میر و وفا
سحت میں عیش ایسے کئے دنیا بھی حیراں ہو گئی
بجز صبر کچھ چارہ نہیں حامد غم دلگیر میں
تھی آرزو تاریخ میں تقلید مومن خاں کی ہو
سب بے سرو پا ہو گئے دلگیر کے جانے سے اب
خالی ہے اب دلگیر سے شعر و سخن کا میکدا
پھر رنج بیماری سہا تقدیر میں جو تھا بدا
ہونا ہے دنیا میں یہی انجام بر شاہ و گدا
جب دیر تک کی جستجو، ہاتھ سے آئی یہ صدا
لطف و کرم، شعر و سخن، عشق و وفا، وصل و ادا

۱۳۵۳ھ

(۱۲)

بہار بزم ادب بود حضرت دلگیر
بفکر سال وفاتش چو سر فرد بردم
دلہ بگفت کہ بیدل زمرگ او گشتند
بصورت اجل آمد خزاں باغ و چمن
کہ صنعت نوی آرام ز وضع و طرز کہن
و قاناز و کرم، ذوق و شوق و شعر و سخن

۱۹۳۴ء

(۱۳)

مرگ دلگیر است مرگ دل، عجب بنو دالر
سال مرگش گفتہ ام حامد کہ اندر ہجروے
بے نہایت یاس و حسرت، رنج و ماتم بے حد است
آہ و افسوس و ملال و صدمہ و غم بے حد است

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات حضرت ریاض خیر آبادی

(مطبوعہ رسالہ الناظر لکھنؤ بابت اکتوبر ۱۹۳۴ء)

تاریخ خواب عدم

۱۹۳۴ء

”لسان الملک خیام العصر شیریں زباں، فصیح زماں جناب ریاض“

۱۹۳۴ لحد ریاض احمد خیر آبادی

۱۳۵۳ھ

۱۹۳۴ھ

(۱)

تغزل کے خاتم تھے بے شک ریاض
غزل سے گئی رندی و عاشقی
جوانی میں کیا کیا نہ ہوگی بہار
ہوا ختم بس اب یہ باب سخن
انھی تک تھی سب آب و تاب سخن
جو پیری میں تھا یہ شباب سخن

یہ حامد نے تاریخ رحلت کہی
کہ بے کیف ہے اب شراب سخن

۱۳۵۳ھ

(۲)

کیا حشر ہو عمارت شعرو سخن کا اب
تاریخ انتقال دل زار سے ہوئی
جب تک ریاض کا تھا سہارا، نری نہیں
سے یوں کہ جب ریاض نہیں شاعری نہیں

۱۹۳۴

(۳)

ریاض خیر آبادی زلفہ است
رقم زودسال رحلت کلک حامد
کہ رفتہ است از غزل آل رنگ و بوتے
ادیب خوش بیاں و شمع کوسے

۱۹۳۴

(۴)

ناگاہ سن کے حادثہ، رحلت ریاض
رنگ قدیم تھا فقط ان کے کلام میں
بے اختیار نالہ جگر سے نکل آیا
اس دور میں وہ رنگ نہ رہا بدل آیا
حامد کہو کہ: آج وہ رنگ غزل آیا

۱۳۵۳ھ

(۵)

شاعر نغز گو ریاض برفت
گفت سال وفات او حامد
آں شہ ملک شعر و سادب تان
آہ زندہ دل و ظریف مزاج

۱۳۵۳ھ

تاریخ سالگرہ نمبر رسالہ ”ہونہار“ (بچوں کا ماہوار پرچہ) دہلی

(۱)

آئی ہے جو ”ہونہار“ کی سالگرہ
پیری میں خوشی ہے مجھ کو بچوں کی طرح
بچے تو کھلے ہوئے ہیں پھولوں کی طرح
حامد یہ لکھو سالگرہ کی تاریخ

سامان نشاط علم لائی ہے یہ
بوڑھوں کو جواں بنانے آئی ہے یہ
اللہ نے کیا خوشی دکھائی ہے یہ
بچوں کی بہار باغ آئی ہے یہ

۱۳۵۳ھ

(۲)

کیا دلربا ہے سالگرہ کا یہ ہونہار
حامد کو سال سالگرہ کی جو فکر تھی

بچوں سے پوچھئے تو کہیں آگئی بہار
دل نے کہا، کھلا ہوا ہے باغ ”ہونہار“

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات برادر مکرم مولوی حافظ سعید الرحمن صاحب تاثیر پچھراپونی

۲۷ اگست ۱۹۳۳ء، ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ روز دوشنبہ کو اسی شب کے مرض ہیضہ

گمیز میں انتقال فرمایا۔

(۱)

آہ کیا داغِ فرقت دے گئے
نیک خوئے و خوب روئے و پاک نفس
خوش بیاں و خوش گلو و خوش نویں
رمزدان و نکتہ گوئے و بذلہ سخ
صاحبِ دل ، صاحبِ طبعِ ذکی
دیکھیئے جب تک رہے کیسے رہے
بھائیوں میں بلکہ سارے گھر میں تھے
کیوں نہ تڑپیں حامد و محمود اب
نور و اچھن ہوں، ولی ہوں یا شفیع
گو گننے میں گزاری زندگی

حافظ قاری و دیں پرور سعید
صوفی صاف صفا گستر سعید
خوش دل و خوش باش و خوش منظر سعید
شاعر و خوش فہم و دانشور سعید
صاحبِ خلق و وفا پیکر سعید
باہمہ و بے ہمہ بن کر سعید
بہتر و مہتر ، سرور سعید
کر گئے بسل جو بے فخر سعید
کر گئے ہر ایک کو مضطر سعید
گو گننے میں رہے مر کر سعید

دفتر تواریخ

تھے شریکِ راحت و رنجِ وطن رکتے نقشِ وفا دل پر سعید
دل سے وہ عیشِ وطن بھولے نہ تھے رنجِ غربت کے تھے گو خوار سعید
بادِ عیشِ جاودانش در بہشت بادِ لطف و رحمت حق بر سعید

حامد اب تو ان کی تاریخِ وفات

لکھ، قریب ساقی کوثر سعید

۱۳۵۳ھ

(۲)

سعید نیک ذات و پاک باطن گئے دنیا سے سوے جنتِ خلد
ہوئی تاریخ کی جب فکرِ حامد کہا دل نے، ملے گی راحتِ خلد

۱۳۵۳ھ

(۳)

چوں ز دنیاے دنی شد حافظ محو عیشِ ابدی شد حافظ
گفت تاریخِ وصالش حامد داخل قربِ نبی شد حافظ

۳۶۴ + ۹۸۹

۱۳۵۳ھ

(۴)

تاریخِ وفات ان کی نکلے بے مثل یکتا تھے سرشت میں سعید الرحمن
تھا ذکر یہی کہ ایک نے اٹھ کے کہا جا پہنچے بہشت میں سعید الرحمن

۱۳۵۳ھ

تاریخِ طباعت کتاب "العتیق" مولفہ جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب قبلہ علی گڑھی
جناب کرم شیوہ عبدالحفیظ مطاع معظم شایق خلیق
فراہم نمودند گنجینہ زاحوال اسلاف مہد عتیق
سہی بلوغ و بھید عظیم بہ علم وسیع و نگاہ عمیق
بطبع بلند و بزمین رسا بہ تخیل عالی و فکر دقیق
ز بس حال صدیق اکبر دروست کہ در غار بودہ نبی را رفیق

بلب تشنگان است ماء معین بگم کشتگان است خضر طریق

عجب چشمه آب حیوانست آل حوالیہ من کل فج عمیق

رقم کلک حامد کند سال طبع

کہ مقبول عالم کتاب العتیق

۱۳۵۳ھ

تاریخ رخصت نکاح محبوبہ جہاں دختر سید معصوم علی صاحب اکبر آبادی تحصیلدار بھوپال

دائم رہے عیش و عشرت محبوبہ خیر و برکت ہو قسمت محبوبہ

حامد نے یہ مژدہ مسرت سن کر تاریخ کہی ہے، رخصت محبوبہ

۱۳۵۳ھ

تاریخ واقعہ لطیفہ ماہِ لم یسم فاعلہ

۱۹۳۴ء

میاں کے گھر میں وہ آئی ہے بیگم بن کے جس دن سے اسی دن سے پہن رکھا ہے شاہی تاج بیوی نے

مسہری پر وہ بیٹھی پان کے بیڑے چباتی ہے میاں کے سر پر رکھے ہیں چھلنی چھاج بیوی نے

مگر وہ ٹھہرے مولانا بھی، خالصاب بھی، شوہر بھی سمجھ رکھا تھا کیا اپنا انھیں محتاج بیوی نے

وہ سمجھے، یہ بھی ہے تو ہیں ان کی شوہریت کی اگر مانا نہ ان کو عانی حجاج بیوی نے

کیا گھونسا رسید اک دن کہ اچھایوں تو مانے گی اگر مانا نہیں اب تک میاں کا راج بیوی نے

مگر وہ ایک آفت تھی، پلٹ کر وہ دیا تھپڑ کہ سر سے کر دیا خناس کا اخراج بیوی نے

جتایا انتقام اور زور دونوں ایک تھپڑ میں نکالے دیکھیے اک پنتھ میں دو کاج بیوی نے

چھٹی کا دودھ توای کو بھی یاد آگیا ہوگا لیا اپنی نسائیت کا ایسا باج بیوی نے

یہ سن کر واقعہ تاریخ برجستہ کہی میں نے

طبیعت آپ کی بھی ٹھیک کر دی آج بیوی نے

۱۳۵۳ھ

۱ (ترجمہ) جس کے فاعل کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ ۲ واقعہ کا لفظ عربی میں مونث ہے، اس لیے "فاعلہ" ضمیر

مونث کے ساتھ ہونا چاہیے تھا، لیکن تاریخ کی خاطر بے قاعدگی جائز رکھی ہے۔

دفتر توارخ

تاریخ خریداری لامیاء گاز (گیس کالمپ)

(۳ نومبر ۱۹۳۳ء کو لپ آیا، اسی وقت یہ قطعہ کہہ کر سنایا گیا)

گیس کا عابد نے دہلی سے منگایا ہے وہ لپ جس کی آمد سن کے جا مغرب میں سویا آفتاب
یا یہ کہیے اس سے کسب نور کرنے کے لیے رات بھر مغرب سے مشرق تک بے جو یا آفتاب
یا یہ کہیے آج اک روشن ہے، لعل شب چراغ یا یہ کہیے ایک پایا، ایک کھویا آفتاب
آج گھر میں رات کو اس نے بنا رکھا ہے دن اب بجا ہے، ماہتاب اس کو کہو، یا آفتاب
چاہیے حامد اگر تاریخ بھی اس لپ کی
لیجیے، یہ رات میں نکلا ہے گویا آفتاب

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات جناب مولوی منصور الحق صاحب قبلہ علی گڑھی

بارش انوار ہو افضال حق سے تا ابد روح پاک ان کی ریاض خلد میں مسرور ہو
سال رحلت کی اگر ہے فکر اے حامد تجھے لکھ، الہی مرقد منصور حق پڑ نور ہو

۱۳۵۳ھ

(نوٹ) مولوی منصور الحق صاحب کے صاحبزادوں کے ریاض احمد، افضال احمد، انوار احمد ہیں۔ قطعہ میں یہ تینوں
نام نظم کر دئے گئے ہیں۔

تاریخ انتقال بشیر الحسن بفرمایش الیاس علی صاحب بی اے اکبر آبادی

بشیر الحسن نے دیا داغ فرقت وہ تھا نیک خو، نیک دل، نیک منظر
کہا سال رحلت یہ حامد حسن نے ملے اب اے قرب ساقی کوڑ

۱۳۵۳ھ

تاریخ طباعت ”میںخانہ فرید“ مجموعہ نعت مصنفہ غلام فرید خان صاحب

اشعار سے نیاں ہے محبت فرید کی پنہاں جو دل میں تھا غم جانانہ کھل گیا
مجموعہ دوم کی یہ تاریخ طبع ہے لو آج پھر فرید کا میںخانہ کھل گیا

۱۳۵۳ھ

دفتر تواریخ

تاریخ انتقال صغیر فاطمہ بفرمایش مہدی حسن صاحب اکبر آبادی

رفتہ است صغیر فاطمہ از دنیا
تاریخ وفات درد ناکش حامد
باعصمت و نیک ذات و خوش خلق و جوان
گفتم ، بچناں کنیز خاتون جناں

۱۳۵۴

تاریخ وفات مفاجات نسیم احمد پچھراوی

بفرمایش ڈاکٹر فصیح الدین پچھراوی

نسیم احمد ! ارم ماواے تو باد
ترا آرام و راحت ، عیش و عشرت
بدنیا نام نیک و ذکر خیرت
بدار آخرت اعمال نیکت
جواری رحمت حق جاے تو باد
بہ عقبنی خوشتر از دنیاے تو باد
ہمیشہ باعث احیایے تو باد
بلطف حق چمن آراے تو باد

کشدیم آہ و گفتم سال رحلت

نسیم خلد جاں افزایے تو باد

۱۳۵۴ھ

تاریخ جشن حکومت بست و پنچ سالہ (سلور جوہلی) ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند شاہ برطانیہ

۶ مئی ۱۹۳۵ء کو ہندوستان میں اور تمام ممالک مقبوضہ برطانیہ میں اظہار مسرت و تہنیت کیا گیا

(عنوان قصیدہ)

”قصیدہ مشتمل تہنیت جوہلی“ - ”ملک معظم خلد اللہ ملکہ“

۱۹۳۵ء

۱۹۳۵ء

یادگار جشن جبلی شہنشاہ جہاں

۱۳۵۴ھ

تاریخ ولادت فرزند و حصول ملازمت بابو کمال الدین احمد شوہر خواہر نوشہ میاں

(۱)

تہنیت باد کمال الدین را
می کنم شکر کہ این نعمت ہا
عمدہ بہتر و اعلیٰ بخشید
کہ خدا خاص عطایا دادہ
خالق و رازق یکتا دادہ
پرے نیکو و زیبا دادہ

دفتر تواریخ

انچہ بود آرزوے او بخشید۔ انچہ می خواست دل ما دادہ
ہاں بگو حامد شاداں تاریخ
شمرے نخل تمنا دادہ

۱۹۳۵ء

(۲)

آمدہ اختر کمال باوج

۱۳۵۴ھ

تاریخ ولادت فرزند ثانی مولوی محمد طاہر فاروقی ایم اے عرف نوشہ میاں
طلعت خوب پسر طاہر است
روشنی منظر اوج شرف
سال ولادت چومہ روشن است
جلوہ نمود اختر اوج شرف

۱۹۳۵ء

تاریخ طباعت "قانون تصوف" مصنفہ حضرت حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نقشبندی زہنگی، ڈسٹرکٹ جج پشتر

(۱)

بڑھینے قانون حضرت انور
لکھینے تاریخ طبع اے حامد
باب گلشن کھلا تصوف کا
آج مخزن کھلا تصوف کا

۱۳۵۴ھ

(۲)

چشمہ فیض دوام آمد پدید

۱۳۵۴ھ

(۳)

ریشک آب حیات چشمہ دین

۱۳۵۴ھ

قطعہ تاریخ سالگرہ پنجاہم خاکسار سیہ کار سر بصر اے عصیاں نہادہ، عمر عزیز بباد دادہ

خاکسار حامد حسن قادری ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۸۸۷ء بروز

جمعہ پیدا ہوا تھا، اس سال عمر کے پچاس سال پورے ہو گئے، ہر سال سالگرہ ہوتی ہے،

دفتر توارخ

پچاسویں سالگرہ کے دن صبح کو شیخ سعدی کا یہ شعر یاد آگیا:-

ایک پنجاہ رفت و در خوابی مگر ایں پنج روز در یابی

اور اسی شعر کے مضمون و الفاظ سے یہ تاریخ موزوں ہو گئی:-

رفت اشہبِ عمر، لیک بے راہ برفت کتر با قیست ، بیشتر آد برفت
شد نصف صدی ز عمر ضائع حامد تاریخ بگو ، بخواب پنجاہ برفت

۱۳۵۴ھ

گنجِ نایابِ توارخ

۱۳۵۴

یعنی

توارخ نکاحِ پسر و دختر جناب حکیم محمد حیات خاں صاحب دہلوی طیب آگرہ

(دعوت نامہ مشترک پر لکھی گئی)

شادی نکاحِ صاحبزادہ و صاحبزادی حکیم محمد حیات خاں دہلوی

۱۹۳۶ء

(مٹائی کی طشتری پر کندہ کرانے کے لیے)

(۲)

ایں یادگار شادی محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ء

(۱)

یادگار تقریب شادی محمد اشرف

۱۹۳۶ء

ان تاریخوں پر حکیم صاحب کی اہلیہ نے دہلی سے یہ اعتراض کر بھیجا کہ شادی کے لیے

”یادگار“ کا لفظ اچھا نہیں ہے۔ اس لیے چند ماڈے اور نکالے گئے۔

(۳)

جشن مسعودِ نکاحِ محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ھ

(۲)

ہدیہ عروسی سعید زماں محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ھ

دفتر توارخ

(۵)

یہ ہدیہ عروسی حکیم محمد اشرف خاں قبول ہو

۱۹۳۶ء

(۶)

مجلس عروسی حکیم محمد اشرف خاں دہلوی

۱۹۳۶ء

(۷)

ساجق شادی حکیم محمد اشرف دہلوی

۱۹۳۶ء

(۸)

ولیمہ مسنون شادی محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ء

تاریخ شفیایابی خاکسار حامد حسن قادری از تپ لرزہ

(۱)

دن رات کی خبر ہی نہ تھی کچھ بخار میں
حامد خدائے پاک کی رحمت کا کر کے شکر
گویا ہے میرے واسطے دن آج رات آج
تاریخ لکھ، بخار سے پائی نجات آج

۱۳۵۴ھ

(۲)

کلمہ زبان پر تھا مرض میں بھی شکر کا
حامد شفا جو پائی بخار شدید سے
صحت میں بھی عنایت خالق کا شکر ہے
تاریخ لکھ کہ: رحمت خالق کا شکر ہے

۱۹۳۵ء

(۳)

زندوں میں جو پھر ہوا شمارِ حامد
تاریخ کی فکر تھی کہ دل بول اٹھا
بننے سے جو بچ گیا مزارِ حامد
تاریخ ہے: صحت بخارِ حامد

۱۳۵۴ھ

173

(۴)

یہ امراض و آلام دنیا میں حامد رضا پر ہو رخصی، کرو دل سے توبہ
کبھی امتحاں، گاہ قبر و غضب ہیں
ترؤد حماقت، گلے بے سبب ہیں
حکیم حقیقی کی باتیں عجب ہیں
مرض دے، دوا دے، دوا سے شفا دے

بخار اور صحت کی تاریخ چاہو

تو لکھ لو، شفا و مرض امر رب ہیں

۱۹۳۵ء

تاریخ آغاز روزنامہ (ڈائری) خاکسار حامد حسن قادری

(۱)

طومارِ سرگذشت

۱۹۳۶ء

(۲)

برناصیہ اہل جہاں تحریر است آغاز چو روز نامہ کردی حامد
وابستہ تقدیر ازل تدبیر است
تاریخ بگو، نوشتہ تقدیر است

۱۹۳۶ء

تاریخ وفات قیصر ہند شاہ برطانیہ ملک معظم جارج پنجم

۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء روز دو شنبہ کو رات کے وقت ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ پر انتقال کیا، اس وقت سے صرف چند گھنٹے کے عرصے میں یعنی ۲۱ کی صبح ہوتے ہوتے تمام دنیا میں اس واقعہ کا اعلان بے تاریخ رسائی کے ذریعہ سے ہو گیا۔ چنانچہ منگل کے روز ہمارے سنیٹ جاؤں کالج بھرہ میں بھی پرنسپل نے اظہار غم کے واسطے چھٹی دے دی۔ زاہد نے کالج سے آنر کہا کہ پرنسپل صاحب نے رقت آمیز انداز سے اعلان کیا۔ اسی کا ذکر پہلے قطعہ میں ہے۔

(۱)

چو کرد اعلان مرگ جارج پنجم سلی صاحب باشک و نالہ و آہ
بکفتا زاہد ایں حالش چراشد؟ بکفتم فی البدیہت از غم شاہ

۱۳۵۴ھ

(۲)

روئے غم میں بادشاہوں کے کہئے تاریخ مرگ قیصر ہند وہ زمانہ گیا، رواج گیا
مالک تخت و تاج آج گیا

۱۹۳۶ء

تاریخ تخت نشینی ملک معظم، اڈورڈ ہشتم قیصر ہند و شاہ برطانیہ
گاہ بر خویش باید زفر ط شادی کہ زغم کاستہ شد سلطنت انگلیسہ
سال آغاز شہنشاہی ہشتم اڈورڈ گفتم، آراستہ شد سلطنت انگلیسہ

۱۹۳۶ء

تاریخ انعقاد جلسہ بزم ادب آگرہ پس از مدت مدید

بزم ادب ایک مجلس احباب بے تکلف ہے جو ۱۹۲۱ء سے قائم ہے۔ آج کل اس کے مقام
ممبر آٹھ ہیں، ترتیب مقررہ کے مطابق یکے بعد دیگرے ایک ایک ممبر کے ہاں دعوت
ہوتی ہے۔ عموماً ہر سال کی جولائی میں جلسوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ لیکن اب کے ۳۵
میں کوئی جلسہ نہ ہو سکا۔ رمضان شریف میں ایک دور ہوا کرتا تھا وہ بھی نہ ہوا۔ آخر
۲۴ فروری ۱۹۳۶ء کو پہلا جلسہ خاکسار راقم کے مکان پر ہوا۔ اسی دن صبح کو یہ تاریخیں
کہی گئیں۔ پہلے قطعہ میں خواب طویل اور غفلت بے نہایت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱)

سوتے گزرا ہے ۱۹۳۵ء تمام اور اٹھنے کا نہیں قصد بھی واللہ ابھی
اس کی تاریخ کوئی پوچھے تو کہہ دو حامد خواب خرگوش میں ہے بزم ادب واہ ابھی

۱۹۳۶ء

(۲)

جمع ہیں پھر آج ممبر، شکر ہے اللہ کا از سر نو پھر مشاغل بزم کے جاری ہیں آج

فارسی جدید ایران میں "انگلیس" کی جگہ "انگلیسی" بنایا گیا ہے، لیکن ہندوستان کے قدیم فارسی، انوں نے انگریز
ہی تجویز کیا تھا، چنانچہ آج تک والیاں ریاست کے خطابات میں "انگریز" اور "انگریز" کی جگہ "انگریزی" اور "انگریزی"
انگریزی " وغیرہ موجود ہے۔ نیز میرے لیے ضرورت تاریخ کاغذ بھی تو ہے۔

جس نے پوچھا سال اس ایقاظ بعد النوم کا کہہ دیا پھر بزم میں آثار بیداری ہیں آج

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات مولانا راشد الخیری دہلوی

مصنف کتب کثیرہ ادبیات نسواں، مدیر مجلہ عصمت، بانی تربیت گاہ بنات

(۱)

علامہ روزگار راشد الخیری

۱۹۳۶

(۲)

علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۳۶

(۵)

لاخوف علیکم ولا انتم تحزنون

۱۹۳۶ء (اعراف)

(۳)

مشہور ادیب راشد الخیری بود

۱۹۳۶ء

(۵)

کہ بود احوالے تعلیم نساء ہند را حامی
روایات قدیم ملت بیضائے اسلامی
ہمیشہ ساخت وقف مقصد اصلاح ہر خامی
بر آمد آرزوے دل، ندیدہ روے ناکامی
در انشا بود آل علامہ چون بوالفضل علامی
بگو حامد، بخت رفت ادیبے کامل نامی

۱۳۵۳ء

برفت آں تربیت گاہ بنات ہند را بانی
ز تصنیفات بودش مدعا تا زندگی یابد
زبان و کلک و علم و فکر و مال و زر کہ بود اورا
خلوص و ہمت مرذانہ بنیاد عمل بودش
بذات اوست فخر دہلی و ہم فخر ہندستاں
اگر پُرسد کے سال وصال راشد الخیری

(۲)

جس قدر اس فن میں کامل راشد الخیری ہوے
منزل جنت میں داخل راشد الخیری ہوے

۱۹۳۶ = ۱۳۵۶ + ۵۸۰

کوئی لکھ سکتا نہیں اب ایسی انشائے لطیف
منزل دنیا سے گزرے وہ، لکھو سال وفات

(۲)

خبر کسی نے سنائی جو اُن کے مرنے کی
اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے
تو نکلی دل سے مرے چیخ ”راشد الخیری“
تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری

۱۳۵۶ھ

- ۲ -

۱۳۵۴ھ

قافیہ بدل کر

یہ کیا غضب ہے خدایا، ترا فرشتہ موت
اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے
رہا ہے اچھے ہی اچھوں کی جان کا بیری
تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری
تاریخ انتقال سید غلام الحسنین ابن سید محمد مومن جالندھری

بفرمائش مفتی محمد حبیب ایسے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور

مومن کا وہ نور چشم تھا دل کا چین
مرنے کی خبر یہ نام خود دیتا تھا
حاصل ہو اُسے قرب رسول الثقلین
تاریخ ہے : سید غلام الحسنین

۱۳۵۴ھ

تاریخ وفات اہلیہ الیاس احمد صاحب مچھلی دہلوی

ایک مادہ تاریخ لکھ کر بھیجا گیا لیکن الیاس صاحب نے لکھا کہ سال وفات ۵۲ نہیں ۵۳ ہے۔ اس لیے یہ قطعاً لکھا گیا۔
از رحمت حق امید باشد کہ بخلد
تاریخ وفات مثبت کردند بہ لوح
دارد خوش عیش سرمد رابعہ را
ساز و پز نور مرقد رابعہ را

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات منشی احسان الدین صاحب اکبر آبادی

بمسایہ زراقم دروچہ قاضی و کوچہ نکلیساں آکرہ

منشی شمس الدین صاحب کی فرمائش سے فاتحہ کا مضمون نظم کیا گیا

تھے عابد و نیک نفس احساں
وہ ہو گئے راہی عدم آہ
تھے عاقل و حق پسند و حق کو
در پیش یہ راہ ہے آجھی کو
اس مقبرہ سے نذر نے واہ
امید ہے تم سے فاتحہ کی

بخشش کی تمہیں بھی آرزو ہے تم بھی تو کچھ اُن کو پڑھ کے بخشو

تاریخ وفات ہے یہ ان کی

عیش اُن کو نصیب خلد میں ہو

۱۳۵۲ھ

تاریخ وفات اہلیہ ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب کانپوری (والدہ ماسٹر خلیل الرحمن)

اہلیہ جمعدار شیخ عبداللہ

تھیں نیک نہاد و پاک باطن کیسی

شوہر پہ شاد تھیں وہ بچوں پہ فدا

کیا شوہر و اولاد پہ ٹوٹا ہے ستم

تاریخ ہوئی ہے یہ زر وئے الہام

کروٹ کروٹ نصیب جنت اُن کو

۱۹۳۵ء

تاریخ تجدید تعمیر منبر و عید گاہ کرپور، محسن سعی میاں محمد شاہ صاحب دہلوی

بفرمائش عم مکرم مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ مدظلہ

(۱)

منبر کرامت نشاں

۱۳۵۲ھ

(۲)

یہ ہے کرامت حضرت میاں محمد شاہ

بنائے نو کا یہ لکھا ہے سال حامد نے

کہ عید گاہ کا پیش نظر ہے منظر نو

یہ عید گاہ کرپور بنی ہے از سر نو

۱۳۵۲ھ

کرپور کا تلفظ محاورہ عام کے مطابق بخذف واو نظم کر دیا گیا ہے۔ پور کسی طرح مصرع تاریخی میں موزوں نہ ہوتا تھا (قادری)

نوٹ: طفیل پچانے اطلاع دی کہ حضرت شاہ صاحب کو اپنے نام کا اعلان پسند نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے صرف پہلی تاریخ

منبر پر کندہ کرانی تجویز فرمائی

دفتر تواریخ

(۳)

حامد ہے طفیل شاہ صاحب تاریخ بنائے نو سرلوح
یہ جامع عید و منبر عید دیکھ : آج نیا ہے منظر عید
۱۳۵۲ھ

(۴)

بطفیل میاں محمد شاہ سال تعمیر اس کا اے حامد
ہوگئی عید گاہ کی تعمیر ہے ، مقام اقامت تکبیر
۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات پیر سید غیاث الدین عرف چاند میاں سجادہ نشین دائرہ ریاست پالن پور

ان کے صاحب زادے پیر سید شمس الدین کی فرمائش سے ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو لکھی گئی

تاریخ وفات واصل حق

۱۹۳۳ء

مزار حکیم الملک سید چاند میاں نور اللہ مرقدہ

۱۳۵۱ھ

(۱)

زچشم عالمیاں پردہ زیر تربت کرد زبہر سال وصالش ندائے غیب آمد
ولی کامل و قطب یگانہ چاند میاں کہ ، شد بخلد مسیح الزمانہ چاند میاں
۱۳۵۱ھ

(۲)

فرشتہ اجلس بود قاصد محبوب وصال یافتہ باجان جاں غیاث الدین
بلوچ قبر نو شتند سال رحلت او ولی ہند و مسیح زماں غیاث الدین
۱۹۳۳ء

تصنیف اقل العباد حامد حسن قادری

۱۳۵۵ھ

لکچر ار فارسی وارد و سینٹ جانس کالج آگرہ

۱۹۳۶ء

دفتر تواریخ

تاریخ وفات رابعہ بیگم اہلیہ عبدالصمد صاحب

بفرمایش افضال احمد صاحب علی گڑھی

(۱)

بہار عمر جو دنیا میں کچھ نہ دیکھ سکی
یہی دعا یہی سال وفات ہے افضال
کرے گی عیش وہ باغ و بہار جنت میں
الہی رابعہ بیگم جو ار رحمت میں

۱۳۵۲ھ

(۲)

فراقِ رابعہ ہے گلشنِ صمد کی خزاں
صدائے ہاتھِ غیبی ہے یہ پے تاریخ
کلی خوشی کی کوئی باغ دہر میں نہ کھلی
جو ار رحمت حق آج رابعہ کو ملی

۱۳۵۲ھ

تاریخ دربارِ سینٹ جانس کالج

ہمارے کالج کے سابق پرنسپل کینن ڈیویس کے شاہانہ دماغ اور خود نما طبیعت نے یہ "ایجاد
بندہ" رائج کر دی ہے کہ ہر سال سالانہ نتیجہ امتحان ایک جلسہ میں سب پروفیسروں کے
سامنے ایک ایک لڑکے کو بلا کر سنایا جاتا ہے اور کم محنت طلبہ کو چشم نمائی بھی کی جاتی ہے۔ اس
کا نام دربار رکھا ہے مجھے یہ حرکت نہایت ناپسند ہے پہلے بھی اس دربار کی شان میں ایک آدھ
زبانی کہی تھی۔ اب کے یہ تاریخ نکل آئی۔ (مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۳۶ء)

اک کج دماغ کی یادگار

۱۳۵۵ھ

مجلس اعلان نتیجہ کی ہے تو دربار کیا
چاہیے حامد اگر تاریخ اس دربار کی
ہے اگر دربار، تو ڈانٹ اور ڈپٹ ہے بے محل
لو، یہی ہے یادگار کج دماغی بے مثل

۱۹۳۶ء

تاریخ مرگِ مفاجات فرزند حافظ محمد عالم مدیر مجلہ عالمگیر لاہور

(۱)

مرگِ پسرچہ حادثہ برجان حافظ است
ممكن نشد ز کس کہ بگرداندش زراہ
بودہ است بچنناں زازل بندوبست آہ
تیرے کہ از کمانِ مقدر بخت آہ

دفتر تواریخ

کے متیواں کشید وچساں متیواں کشید تیر غمے کہ در جگر او نشست آہ
رفتہ بہار ویر ندیدیم روے گل گوئی حیات پردہ بکشاد و بست آہ
تاریخ رحلتش زول حامد حزیں
برجست، ناگہاں دل حافظ شکست آہ

۱۹۳۶ء

(۲)

دل حافظ بخت از مرگ فرزند چه تاریخ غمش کلکم نگار
بچشم دل نظر کردم برویش بگفتم ، دیدہ از غم خون بار

۱۹۳۶ء

تاریخ سعید

۱۹۵۵ء

تعمیر مستحکم بنیاد

۱۳۵۵ھ

مکان نوجناب مولانا محمد مظفر علی صاحب ایم اے

۱۹۳۶ء

مدرس والا جاہ سیٹ جانس ہائی اسکول آگرہ

۱۳۵۴ھ

مدیر قلمی حامد حسن قادری پروفیسر سیٹ جانس کالج

۱۹۳۶

(۱)

یہ شان و شوکت ، یہ اوج و رفعت ہے قصر گویا ممتاز منزل
ندرت مجسم ، نزہت مصور زینت سراپا ممتاز منزل
راحت کا پیکر ، فرحت کا منظر عشرت کا جلوہ ممتاز منزل
قصر یگانہ ، فخرِ زمانہ شہکار یکتا ممتاز منزل
ہے سر زمین تاج اس پہ نازاں دیکھے گی دنیا ممتاز منزل
یاں لائق سیر اور قابل دید یا تاج ہے یا ممتاز منزل

آباد یارب بانی و مالک
حامد نے لکھی تاریخ اس کی

قائم خدایا ممتاز منزل
تعمیر زیبا ممتاز منزل

۱۳۵۵ھ

(دعوت بزم ادب کے لیے لکھی گئی جو بمقام ممتاز منزل محلہ تاج گنج آگرہ میں ہونے والی تھی)

یہاں احباب سب بزم ادب کے
مجھے باوصفِ ضعف آنا پڑا ہے
معاذ اللہ سرسڑکیں آگرے کی
مگر ممتاز منزل میں پہنچ کر
مکان سے ہے عیاں مالک کی خوبی
بنا ہے یہ بنائے راحت و عیش
رہیں محفوظ دونوں ہر بلا سے
خدا کا سایہ رحمت ہو ان پر

بہت طے کر کے آئے ہیں مسافت
وہ جھٹکے راہ کے اور یہ نحافت
طی رستے میں کیا گرد و کثافت
نظر آئی صفائی اور نظافت
ہے ان کے ذوق کا حسن و لطافت
تو بانی بانی خلق و شرافت
رہے مہجور دونوں سے ہر آفت
نبیؐ کا ان پہ ظل لطف و رافت

یہ دعوت دعوت بزم ادب ہے
مجھے تو آپ جانیں شوق ٹھہرا
ملے گر نظم کرنے کو لطیفہ
وہ کہتے ہیں یہ دعوت ہے مکان کی
سب اور طرف دونوں کا ہے امکان
یہ تاریخ ان کی فرمائش سے میں نے

مگر شہ سہ جی کی یہ سننے ظرافت
وہ کچھ ہو، شعر و تاریخ و صحافت
مجھے لکھنے سے مطلب بے محافت
کہ دو پیازے سے ہے ان کو خلافت
جو چاہو لے لو مفہوم اضافت
کہی، ممتاز منزل کی ضیافت

۱۹۳۶ء

(۲)

چہ دلکش منزلیں ممتاز منزل
بنام بانیش تاریخ تعمیر

زیر اوست روشن چشم و دل شاد
بگو حامد، منظر منزل آباد

۱۳۵۵ھ

سید محمود شاہ صاحب نہایت ظریف آدمی ہیں

(۴)

رہیں شاد ساکن اور آباد مسکن
لکھو آج کے جشن کا سال حامد
یہ دعوت مبارک، یہ محفل مبارک
کہ تزئین ممتاز منزل مبارک

۱۳۵۵ھ

(۵)

کاشانہ مولانا مظفر علی صاحب

۱۹۳۶ء

گرامی محل قصر ممتاز منزل

۱۳۵۴ھ

(۷)

محل نفیس است ممتاز منزل

۱۳۵۴ھ

(۹)

بنائے مکان نیک بنیاد مولوی محمد مظفر علی صاحب

۱۹۳۶ء

(۸)

مکان زیبائنا کردہ مولوی مظفر علی صاحب

۱۹۳۶ء

تاریخ مظاہرہ دو چرخہ بازی (بائسکل سواری) مسٹر عبدالحمید علی گڑھی

مسٹر عبدالحمید نے فروری ۱۹۳۶ء میں نمائش علی گڑھ کے موقع پر یہ کمال دکھایا کہ
بائسکل پر سوار ہو کر ایک وسیع دائرہ کے اندر مسلسل ۷۲ گھنٹے یعنی تین دن تین رات
چلتا رہا۔ ایک لمحہ کے لیے نہ ٹھہرا، اس میں اتنی طویل بیداری سب سے بڑا کمال تھا۔
عبدالحمید مارچ میں آگرہ آیا، اور میدان زیر قلعہ میں ۷۳ گھنٹے چلنے کے ارادے سے
اپنا مظاہرہ شروع کیا، لیکن ۳۵ گھنٹے کے بعد یکایک گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ تقریباً ایک
مہینہ بعد پھر اس نے وہی تماشہ دکھانا چاہا۔ اور ۹ اپریل کو ۹ بجے صبح سے چھ چنڈے تک
کیا۔ ۱۰ اپریل کو میں بھی دیکھنے گیا۔ اور وہاں سے آکر یہ قطعہ تاریخ لکھنا شروع کیا۔
۱۱ اپریل کو شام کے وقت ادھر میری نظم کھل ہوئی ادھر عبدالحمید کا مظاہرہ ونا عمل ختم
ہو گیا، یعنی ڈاکٹر ان متعین موقع نے اندیشہ بلاکت ظاہر کر کے قلعہ صاحب نے ذرا یہ

دفتر تواریخ

سے عبد الحمید کو باوجود اس کے انکار کے تقریباً ۶۰ گھنٹے کے بعد اترا دیا۔

رواں بر سائل عبد الحمید است
سہ روز و شب کند گردش بمیدان
کند ترک سکون و راحت و خواب
خیال خواب ازوے دور بادا
قوی جسم و قوی جان و قوی دل
پے نظارہ این عزم و ہمت
ز آواز دف و طبل ونے و چنگ
دلش خرم تر و عزمش قوی تر
برای قوت و تفریح و قوتش
گہے دستش پُر از نارنج و انگور
بماند بیم ناکامی ز دل دور
ز شوق شاید مقصود دائم
رواں است و رواں است و رواں است
ز جبر است آں و این از اختیار است
فرود آید چو بعد از سہ شب و روز
پُر از شور جزاک اللہ و احسنت
ز جوش نعرہ اللہ اکبر
پُر از سیم و زر و نوٹ و ڈر و گل
بریں شہکار عزم مرد ہندی
محرمت مشرق و مغرب بما ناد
بیا حامد کلامت مختصر کن
گوئی تا بکے آں باد و این باد

بکن تحسین بدیں مصراع تاریخ

بریں مردانہ ہمت آفریں باد

۱۳۵۵ھ

مظاہرہ تمام شد

۱۹۳۶ء

مظاہر حوصلہ میں

۱۳۵۳ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات شیخ حامد حسن صاحب

بفرمایش برادر مرحوم یعنی شیخ امیر الحسن صاحب ساکن نالہ پھل منڈی آگرہ

(۱)

اخئی معظم شفیق و خلیق
امیر الحسن سال رحلت بگفت
برفت آہ و شد رونق افزای خلد
کہ ، حامد حسن یافت ماوای خلد
۱۳۵۲ھ

(۲)

راحت ہو ان کے جسم کو حاصل مزار میں
تاریخ لکھنی ہو جو امیر الحسن تجھے
روح ان کی جو سیر ارم کے چمن میں ہو
لکھ، اک بہشت مرقد حامد حسن میں ہو
۱۳۵۲ھ

رُباعی تاریخی

جو "تمکدہ رباعیات" (مجموعہ رباعیات خاکسار راقم) میں بجائے دیباچہ درج کی گئی

واتیرے لیے ہوا کہیں باب کمال
تاریخ ہے تیری بے کمالی کی یہی
صادق بھی کبھی ہو اتر خواب کمال
اے ذرہ خاک راہ اصحاب کمال
۱۹۳۶ء

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی

اس مجموعہ کی نظمیں مختلف مواقع پر تصنیف ہوئیں اور متفرق اوقات میں درج ہوتی رہیں
اس لیے سرورق تاریخی کے عنوانات میں مختلف سنیں ہجریہ و مسیحیہ جائز رکھے گئے

بسم اللہ الذی خلق الانسان والبیان

۱۹۳۲ء

”ہر آت شعرو سخن“

۱۹۲۷ء

یعنی

۷

چند متفرق نظمیں

۱۹۲۷ء

جو خاص مواقع پر موزوں کی گئیں

۱۳۲۸ھ

از منظومات حامد حسن قادری

۱۹۳۱ء

مقدمہ لطائف منظوم

۱۳۵۵ھ

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی

بسم الله الرحمن الرحيم مالك الملك القديم العليم

۱۳۵۲ھ

تمکدہ رباعیات

۱۳۵۳ھ

یا

کارنامہ منظوم

۱۳۵۳ھ

نتائج فکر بے کمال حامد حسن قادری

۱۳۵۳ھ

حقیقت رباعیات حامد

۱۳۵۵ھ

یعنی

دیباچہ مختصر

۱۳۵۵ھ

آغاز مقدمہ رباعیات حامد

۱۹۳۵ء

اتمام مقدمہ رباعیات

۱۳۵۵ھ

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی

(اس جدید اردو کورس میں پہلا امتحان بی اے ۳۸ء میں ہوگا)

نصاب اردو بی اے آگرہ یونیورسٹی

۱۳۵۵ھ

چمنستان نثر

۱۳۵۴ھ

یعنی

مضامین مشاہیر ادبیات جدید

۱۹۳۶ء

مرتبہ

پروفیسر مولوی محمد طاہر فاروقی

۱۳۵۴ھ

آغاز زمان نفاذ

۱۹۳۸ء

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی

(برادرزادہ عزیززابد حسن فریدی کی بیاض پر لکھا گیا)

بہارِ انتخابِ کلام

۱۳۵۳ھ

یا

بے مثال آئینہ شعر و سخن

۱۹۳۵ء

یعنی

بیاض زابد حسن صاحب فریدی

۱۳۵۳ھ

بلبل گلزار شعر و غزل

۱۹۳۵ء

دفتر تواریخ

تواریخ جشن جوہلی (۲۵ سالہ) نظام دکن و اشاعت جوہلی نمبر دبدبہ سکندری

اخبار دبدبہ سکندری ریاست رامپور کے لیے لکھی گئی تھیں، لیکن ابھی مکمل نہ ہوئی تھیں
کہ جشن جوہلی بوجہ وفات ملک معظم جارج پنجم ملتوی ہو گیا اور اخبار کی اشاعت خاص بھی،
اس لیے مصرعہ لگائے گئے:-

(۱)

نوید جوہلی تحت نشینی

۱۹۳۵ء

(۲)

نظام آپ کو ہو یہ جوہلی مبارک

۱۳۵۴ھ

(۳)

چھاپے نظام جوہلی نمبر

۱۳۵۴ھ

(۴)

واہ کیا عثمان سلور جوہلی نمبر چھپا

۱۳۵۴ھ

تاریخ رخصت حمیرا بیگم بنت مولانا سعادت اللہ صاحب اسرائیلی سنبھلی

حمیرا کا نکاح ۱۹۲۶ء میں اس کے والدین نے اپنے ایک عزیز قریب عبدالقیوم کے ساتھ
کر دیا تھا، لیکن اس کے بعد اس لڑکے سے ناراض ہو گئے اور بیٹی کو رخصت نہ کیا۔ سالہا
سال بعد وہ خفگی رفع ہوئی اور عبدالقیوم کو بانا چاہا تو اس کو ضد ہو گئی اور نہ آیا۔ غرض
بڑی ترکیبوں اور کوششوں سے اس کو پایا۔ وہ ۳۶ مئی ۱۹۳۶ء کو آگرہ سنسرال میں آیا۔ اور
گھر ہی میں لڑکی کو رخصت کر دیا گیا۔ شکر ہے۔ غالباً دو سال ہوئے حمیرا نے ایک نعتیہ
غزل کہی تھی اور مجھے دکھائی تھی۔ اس کے مطلع میں اپنا درد دل کہا تھا۔

”حمیرا کنیز آپ کے خاک در کی کچھ اس کا بھی سرکار سامان ہوگا“

مجھے جی سے یہ شعر یاد ہے اور تاریخ میں اسی کا حوالہ ہے۔

دفتر تواریخ

(۱)

بیٹھی رہی ماں کے گھر خمیرا
رخصت ہوئی اب تو میں نے لکھی

دس سال نکاح و عقد کے بعد
تاریخ : ظہور طالع سعد

۱۳۵۵ھ

(۲)

جو سرکارِ دو عالم سے ہو فریاد
ہوا بس ان کی رحمت سے یہ سامان
ندائے غیب ہے گویا یہ تاریخ
خمیرا - کر دیا سامان رخصت

تو کیوں پورا نہ ہو ارمانِ رخصت
بظاہر کچھ نہ تھا امکانِ رخصت

۱۹۳۶ء

(۳)

میسر آہی گیادس برس کے بعد یہ دن
یہ سال رخصتِ شادی لکھا ہے حامد نے

لے اپنا بحرِ طرب میں سفینہ تیرا آج
خدا نے کر دیا سامان لے خمیرا آج

۱۳۵۵ھ

(۴)

دنیا میں ہے نکاح جو اک نعمت عجیب
قیوم کو عیش ملا بعد انتظار
حامد شب زفاف کی تاریخ ہے یہ خوب

سب نور ہے چراغِ جوانی و حسن کا
تشنہ تھا وہ ایامِ جوانی و حسن کا
گلچیں ہوا ہے باغِ جوانی و حسن کا

۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات کبوترے خان صاحب علی محمد خاں رامپوری بفرمایش مظہر الرحمن

محمد علی محمد خاں رامپوری

۱۳۵۴ھ

(۱)

یا الہی جناں کے پھولوں سے
لکھا سال وفات حامد نے

کردے معمور قبر خان صاحب
جلوۂ نور قبر خان صاحب

۱۳۵۴ھ

(۲)

باغِ خلد کی جانب یارب کھڑکی کھل جاے تربت میں
یہ تاریخ لکھی حامد نے خان صاحب بزم جنت میں

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات اہلیہ مفتی محمد الیاس حسین صاحب کرتپوری
گنج مرقد بیگم صاحبہ مفتی الیاس حسین

۱۳۵۵ھ

قبر پاک بیگم صاحبہ مفتی محمد الیاس حسین

۱۳۵۵ھ

گورنقِ حیات کی فرقت دل الیاس و ماہی بے آب
غم جانکاہ ہے حقیقت میں گرچہ دونوں ہیں ایک حالت میں
ایزو پاک کی مشیت میں نیک بی بی کے واسطے بیشک
قصر جنت ہے گنجِ تربت میں قرب شوہر کا گرچہ چھوٹ گیا
پہنچیں لیکن جوارِ رحمت میں

لکھ دو تاریخ لوحِ تربت پر

ہوگی راحت نصیب جنت میں

۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات مفاجات ڈاکٹر انصاری

ڈاکٹر مختار احمد انصاری بے نظیر ڈاکٹر اور مخلص کامگریسی لیڈر تھے، تشخیص، علاج اور
جراحی تینوں میں بڑا ملکہ تھا۔ دس سال ولایت میں رہ کر تعلیم و مشق حاصل کی تھی۔
بعض آپریشن عجیب و حیرت انگیز تھے۔ نواب بہوپال و نواب رامپور (سابقہ و حال) کے
معالج خاص تھے۔ غازی پور و وطن تھا اور دہلی میں مطب نواب رامپور کے پاس سے واپس
آ رہے تھے کہ ۹ مئی کو شب کے وقت ریل میں قلب کا دورہ پڑا۔ اور یکایک انتقال ہو گیا
آخری بات جو انہوں نے ریل میں کسی ہمسفر سے کی یہ تھی: ”میں ابھی مرنا نہیں چاہتا
لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مر رہا ہوں۔“ غالباً یہ بات انگریزی زبان میں کہی ہوگی۔ عجب

دفتر تواریخ

حسرت ناک موت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے! (جون ۱۹۳۶ء)

تواریخ انتقال ناگہانی

۱۹۳۶ء

پر

سنگ مزار ڈاکٹر انصاری

۱۳۵۵ھ

زبدۂ عصر ڈاکٹر انصاری فخر عہد ڈاکٹر انصاری کان و قارڈاکٹر انصاری

۱۳۵۵ھ

۱۹۳۶ء

۱۳۵۵ھ

حق گولیدر ڈاکٹر انصاری

نادر العصر سرجن ڈاکٹر انصاری

۱۳۵۵ھ

۱۹۳۶ء

طیب ہمد مقبول مختار احمد انصاری

۱۹۳۶

(۱)

خداقت نہ کچھ کام واللہ آئی

قضا ریل میں ہاے ناگاہ آئی

۱۳۵۵ھ

بڑے ڈاکٹر تھے مگر حکم حق میں

یہ تاریخ خود مشعر واقعہ ہے

(۲)

کہ رستے میں ملا حکم خدا آہ

نہ اپنے واسطے کچھ کر سکا آہ

وہ دہرہ دون سے جاتے تھے دہلی

وہ حاذق ڈاکٹر بے مثل سرجن

مولوی سید شرف الدین صاحب یاس نوکی استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے ڈاکٹر ڈاکر

حسین خاں صاحب شیخ الجامعہ کی فرمائش سے ڈاکٹر انصاری کی تاریخ لکھی ہے۔ "ترتبت

انصاری" میں ایک مدد، اضافہ کیا ہے لیکن ترمیم کی صورت خوب پیدائی ہے فرمایا ہے۔

سر والہ اللہ بر ترتبت انصاری ۲ ۱۳۵۵ھ

+۱

۱۳۵۵ھ

دفتر تواریخ

”نہیں میں چاہتا مرنا ابھی سے“ دم آخر کہا تو یہ کہا آہ
لکھو حامد یہ عبرت ناک تاریخ
نچھوڑے خود مسیحا کو قضا آہ

۱۹۳۶ء

(۳)

کسی نے مجھ سے پوچھا، کون ہے، یہ جس کی تربت ہے کہا میں نے، مشر جاں شام ملک و ملت ہے

۱۹۳۶ء

(۴)

ان کی تاریخ رقم حامد غم گیس نے کی پیش آئے سفر آخرت ایکا ایکی

۱۹۳۶ء

تاریخ کامیابی خواجہ احمد فاروقی خلف مولوی حسن احمد صاحب مرحوم دور امتحان بی اے

یکم جولائی ۱۹۳۶ء

الفاظ تاریخ میں یہ ایجاد بندہ ہے کہ B.A کو ان کے مترادف حروف اردو میں لکھا ہے

خواجہ احمد فاروقی پکھر ایونی ب، ا

۱۳۵۵ھ

تاریخ عبرت پیغام

۱۹۳۶ء

(نوشتہ فی البدیہہ بتاریخ ۱۳ جولائی ۱۹۳۶ء و شنبہ)

چاپے تھی قدر کرنی، پیرے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است۔ الٹی یہ تاریخ تصنیف فرمائی گئی

نکلا اپنے فعلوں سے باندھ کے سب بستر بتا
میں نے کہی فوراً تاریخ ہو گیا بڈھا خرمتا۔

۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات سر فضل حسین صاحب قائد اعظم ہند

رحلت سر فضل حسین

۱۹۳۶ء

گفت دل - "حورِ ضیاء الرحمن"

۱۳۵۴ھ

چوں شنیدم زنِ دیگر آمد

(۲)

زنِ منکوح ضیاء الرحمن
گفتہ ام - "روحِ ضیاء الرحمن"

۱۳۵۵ھ

دخترِ زادِ بسالِ اول
سالِ میلادِ زِ روئے الہام

(۳)

حسرتِ چندیں مہ و سالِ ضیا
زادِ دختر - اے خوشا حالِ ضیا
گفت ہاتف - شمعِ اقبالِ ضیا

۱۳۵۵ھ

گشتہ است از شادمانی ہا بدل
یا الہی زندہ باد و شاد باد
فکر تاریخِ ولادت کرد دل

(۴)

گشت اُردی مہ آبانِ ضیا
گفت - آمد مہ تابانِ ضیا

۱۳۵۵ھ

از بہارِ گلِ روئے دختر
سالِ میلادِ سعیدش حامد

(۵)

شبستانِ اُمید را روشنائی
سرورِ دل و نورِ چشمِ ضیائی

۱۹۳۶ء

پدید آمد از شمعِ رخسارِ دختر
بگو حامدِ شاد سالِ ولادت

(۶)

شکر ہے جو بھی کچھ خدا نے دیا
لکھ دیا - بنتِ مولوی ضیا

۱۳۵۵ھ

دی ہے بیٹی تو دے گا بیٹا بھی
میں نے سناں ولادت اے حامد

۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

توارخ مسرت بیز

۱۹۳۶ء

ہنگام سعی نکاح ثانی ڈاکٹر فصیح الدین پھر ایونی بمقام آگرہ

(۱)

شادی کی اندنوں ہے ضرورت فصیح کو
لیکن جو ایک خوش ہے تو ناخوش ہے دوسرا
کہتا ہے اک، سہانے ہیں یہ ڈھول دور کے
کہتا ہے کوئی سونے کی چڑیا ملی ہے یہ
حیران ہے فصیح کہ کیا فیصلہ کرے
لوگو کوئی علاج کرو اس مریض کا
اس کو یہی ہے فکر، یہی دھن، یہی خیال

تاریخ میں نے بھی یہ دل فکر سے کہی

ذکر حبیب کم نہیں و عمل حبیب سے

۱۳۵۵ھ

(۲)

بن گیا ہے عاشق نادیدہ فصیح
کہتا ہے لوگوں کے طعنے سن کر
آپ ہی آپ کہا کرتا ہے
”ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں
”ہم بھی تسلیم کی خود ڈالیں گے
یار سے چھین چلی جاتی ہے
کچھ تعلق تو لگا رہتا ہے
مل تو جاتا ہے کبھی لطف طواف
عجلت عقد ہے مقصود فصیح

کچھ نہ ہو تو غم الفت ہی سہی
”عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی“
”میری وحشت تری شہرت ہی سہی“
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی
بے نیازی تری عادت ہی سہی
کچھ نہیں ہے تو شکایت ہی سہی
گو فقط ذکر و حکایت ہی سہی
اس کے کوچے کی بدولت ہی سہی
پخت گو طعنے سرعت ہی سہی

کاٹنا عمر کا مقصد تھا اسے کچھ نہ کچھ کٹ تو گیا مت ہی سہی
جان مجروح^{۳۱۱} سے نکل تاریخ
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

۱۹۳۶ء

(۳)

آبیاری تو کرو کوشش سے پھل بھی دے جائے گا یہ پیڑ فصیح
چل ہی نکلے گا یہ ٹٹو آخر تم کیے جاؤ مگر ایڑ فصیح
ہارنا دل نہ تم اس میدان میں گو رقیبوں سے ہو نہ بھیڑ فصیح
عقد کے فکر کی حامد تاریخ
کہہ دو۔ ”خوبوں سے رہے چھیڑ فصیح“

۱۳۵۵ھ

(۴)

مشغلہ ہے فصیح کا دن رات ذکر معنی اور نکاح کی فکر
تم بھی تاریخ اس کی اے حامد کہہ دو۔ ہے نصف عیش، عیش کا ذکر

۱۹۳۶ء

(۵)

اللہ کہیں بیاہ کرادے فصیح کا ہر وقت ذکر سُختا ہوں معنی کا بیاہ کا
جلدی کہیں سے اس کو سنا دے نوید عیش تاریخ میں نے لکھی ہے۔ ذکر امید عیش

۱۳۵۵ھ

(۶)

نہ دنیا کا ذکر اور نہ عقبی کی فکر فقط ذکر شادی ہے اور قدر عیش
مبارک ہو سعی نکاح فصیح یہ تاریخ ہے۔ با مزہ ذکر عیش

۱۳۵۵ھ

(۷)

ہے جوانوں کے حق میں عقد نکاح دل غمگین کا مرہم شادی

غم میں شادی کے اندنوں ہے فصیح ہوئی تاریخ بھی - غم شادی

۱۳۵۵ھ

(۸)

اس درجہ جو شوق خانہ آبادی ہے شادی میں فصیح سلب آزادی ہے
دنیا ہو جو اشتہار - عنوان کے لیے تاریخ ہوئی - ضرورت شادی ہے

۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

۱۹۳۶ء

ہدیہ مستزاد مع تاریخ نکاح

۱۹۳۶ء

(۱۶ اگست ۱۹۳۶ء کو منگنی ہوئی اور ۱۸ اگست کو نکاح قرار پایا)

(منگنی کی خبر سننے ہی یہ تاریخیں کہی گئیں)

(۱)

ماما بولی یہ اندھیر چٹ منگنی پٹ بیاہ گویا تھیں بیٹی سے سیر چٹ منگنی پٹ بیاہ
میں نے سال عقد لکھا اور ماما سے کہا کہدے، "لو، بی کیسی دیر چٹ منگنی پٹ بیاہ"

۱۳۵۵ھ

(۲)

کہتی تھی ماما سنیو بوا چٹ منگنی پٹ بیاہ کیسا ہے بیتاب موا چٹ منگنی پٹ بیاہ
برسوں رہتے ہیں پیغام تب بنتا ہے کام شادی ہے یا کوئی جوا چٹ منگنی پٹ بیاہ
اس پردل کی ٹھہری صلاح لکھئے سال نکاح صادق اب یہ قول ہوا چٹ منگنی پٹ بیاہ

۱۳۵۵ھ

(۱۸ اگست کو معلوم ہوا کہ تعداد مہر میں فریقین کے درمیان اختلاف ہو گیا اور نکاح ملتوی رہا۔ فوراً یہ تاریخ ہو گئی)

قاضی کا نہیں خوف جو دودل رہیں راضی ہوتا نہیں پھر کچھ اثر بیش و کم مہر
ہے مہر کی تکرار سے رنجور فصیح آہ اس واسطے تاریخ ہے - تیر ستم مہر

۱۳۵۵ھ

تاریخ قاعدہ کر دو قلمی نوشتہ خالد حسن قادری برائے برادر خورد و خودش

(۱۶ اگست کو راشد نے خالد کا لکھا ہوا با تصویر قاعدہ دکھایا۔ میں نے فوراً یہ قطعہ تاریخ قاعدہ پر لکھ دیا)

لکھ دیا قاعدہ راشد کے لیے
خود بنائی ہیں یہ سب تصویریں
”راہِ تعلیم“ بھی ہے نام اچھا
ہاتفِ غیب سے پوچھو تو کہے

بن گیا آج مصنف خالد
کیوں نہ ہو دیکھ کے حیراں زاہد
اس کی تاریخ بھی لکھ دو حامد
راہِ تعلیم عزیز راشد

۱۳۵۵ھ

تاریخ فصیح عزم نکاح فصیح بسبب الزام ناروا

نوشتہ ۱۹/۲۲ اگست ۱۹۳۶ء

(۱)

ہیں گرچہ فصیح زندہ دل بھی
شوخی و مزاح بھی ہے اُن میں
گاتے بھی ہیں وہ کہ خوش گلو ہیں
گو اُن میں نہیں ہے خشکی زہد
ہے ڈاکٹری میں ذہن روشن
شو فیکٹری کے بن کے ایجنٹ
اسلاف تھے ان کے قابل فخر
برکت یہ انہیں کی ہے کہ یہ بھی
ہے آج کل ان کو عقد کی فکر
اک روز وہ کھیلتے تھے شطرنج
تھا ان کی بہن کو ان کا پیغام
کیا جانے کیا جناب سمجھے
لڑکا وہ قمار باز نکلا
پھر کیا تھا، وہ امی جان ان کی

لیکن ہیں وہ نیک دل مسلمان
لیکن نہیں یہ عیوب انساں
یہ بھی ہے مگر عطاے یزداں
رندی بھی نہیں بحد عصیاں
دعوے میں نہیں مسیح دوراں
گردش میں ہیں مثل چرخ گرداں
ارباب علوم والی عرفاں
ہیں خلق نکو سے گل بداماں
دن رات ہیں بس اسی میں کوشاں
آنکے ادھر جناب ملاں
ممکن تھا برآے جلد ارماں
گھر جا کے کہا، سنا کچھ اماں؟
دیکھ آیا میں اپنی آنکھ سے ہاں
لے کر غیظ و غضب کا طوفاں

اصلی نام غلی رکھنے کے لیے یہ لفظ تراشا گیا ہے۔ وہ اس کے ہم وزن وہم قانہ ہے۔

اور پھر ہوئیں یوں وہ گوہر افشاں
ہے اس کا ہزار شکر احساس
ہونا نہ پڑا ہمیں پشیمیاں
کیا ملتا سوائے یاس و حرماں
نیکیوں کو نہیں چلن یہ شایاں
کوسوں ہے جوئے سے وہ گریزاں
محرمات نہیں ثابت و نمایاں
تفریح کے ہیں فقط یہ سماں
زہار نہیں جوئے کا امکاں
گھر علم و ہنر کا مخزن و کاں
ہمنام امام اعظم الشاہ
ہے صاف خلاف حکم قرآن
اپنی ہی کہے گئیں وہ ناداں
اس کانٹے نے چھید دی رگِ جاں
سب عیش کا گھر تباہ و ویراں
وہ جانیں اور ان کا دین و ایماں

حامد اس واقعہ کی تاریخ

لکھ دو۔ ”اثرِ فسونِ بہتاں“

۱۳۵۵ھ

(۲)

گرچہ از لہو و لعب تا تب نیست
گوش کن۔ ”اثرِ مناسب نیست“

۱۳۵۵ھ

آئیں اور خوب روئیں پیشیں
بولیں کہ بچا لیا خدا نے
بٹی کی بھلی ہی سمجھو تقدیر
کھلتا جو یہ حال عقد کے بعد
ہم سمجھے تھے ہیں شریف یہ لوگ
ہر چند کہا کہ جھوٹ ہے یہ
شطنج تو کھلتے ہیں سب لوگ
ٹینس، شطنج اور کیرم
گو لہو و لعب ضرور ہیں یہ
تم خود بھی ہو مولوی کی بیوی
بیٹا ہے بفضلہ تمھارا
مومن کی طرف سے بدگمانی
لیکن نہ سمجھ میں ان کی آیا
مارا تھا جو مولوی نے کانٹا
بہتانِ عظیم نے کیا آہ
راضی نہ ہوئیں نکاح پر وہ

نیست ہر گز قمار باز فصیح
پند و تاریخِ حامد اے ملاں

اِضْرَاحِ مِیْلِ لَعْبِ نَعْمِ عِیْنِ اَوْرِ سَکُونِ عِیْنِ دَوْنُوں سَے لَکھا ہے۔ اِس لَیْے مِیْلِ نَے یِہاں سَکُونِ عِیْنِ کَے سَاطِہ اَوْر پَہلے
قَطْعہ مِیْلِ نَعْمِ عِیْنِ کَے سَاطِہ لَظْمِ کِیا ہے۔

بمفتی ملاں گبو اے فصیح
بتاریخ گو مصرعے حسب حال
کہ مپسند آزاد در حق من
میر ظن اقدار در حق من

۱۹۳۶ء

تاریخ ولادت دختر نیک اختر جناب امیر احمد صاحب صدیقی ایم اے ایل ٹی

اسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول کان پور

(بفرمایش زاہد حسن فریدی سلمہ بتاریخ ۲۰ اگست ۳۶ء نوشتہ شد)

امیر احمد میرے مخدوم و استاد
عطا کی ہے خدا نے ان کو دختر
سعادت مند ہو یارب یہ بچی
کھلے اس کے لیے راحت کا گلشن
بلندی پر رہے ان کا ستارہ
یہ نعمت بھی ہے رحمت کا اشارہ
مثالِ رابعہؓ مانند سارہ
رہے دور اس سے غم کا ہر شرارہ

لکھی زاہد نے تاریخ ولادت

کہ بیٹی دی خدا نے ماہ پارہ

۱۳۵۵ھ

(یہی تاریخ دوسری طرح نظم کی گئی)

عید کی سی خوشی ہے بیٹی کی
سال میلاد پیش کرتا ہوں
مجھ کو استاد دیجیے عیدی
ماہ پارہ خدا نے بیٹی دی

۱۳۵۵ھ

تاریخ ۲

وصال شاہ محمد اسمعیل صاحب قدس اللہ سرہ

۱۳۳۲ھ

حضرت اسمعیل شاہ قادری
ہو گئے عالم کی نظروں سے نہاں

نظم کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قمار سے مصدر اقدار نہیں آتا۔ مقامہ و تقام آتے ہیں۔ اب اس کو ضرورت
تاریخی سمجھیے یا ایجاد بندہ۔

ماسٹر آفتاب احمد صاحب بی اے ٹیچر اسلامیہ ہائی اسکول اناروالی فرمایش سے لکھی گئی۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

راج سلشاہ سوندھوی کے فیض سے
حافظہ ابراہیم صاحب کا خلوص
رحمتیں ہوں لن کی روح پاک پر
تھے فانی اللہ وہ شیخ زماں
تادم آخر رہا آرام جاں
ان کا مرقد شک گلزار جناں

آفتاب احمد لکھو سال وصال

شاہ اسماعیل جنت آشیاں

۱۳۵۳۲

توارخ دیوان سوم نعتیہ (ساغر فرید) مصنفہ منشی غلام فرید خان صاحب

(۱)

نعت میں یہ گلشنانی فرید
ساغر بحر معانی فرید

۱۹۳۶ء

عاشقان سرور کل دیکھنا
تیسرے دیوان کی تاریخ ہے

(۲)

سہل نہیں حصر صفات فرید
سال ہے - شیریں کلمات فرید

۱۳۵۵ھ

شاعر و صاحب دل و خوش خلق ہیں
تیسرے دیوان کی تصنیف کا

(۳)

بر دل دانا سے غلام فرید
چشم تماشا سے غلام فرید
ساغر و مینا سے غلام فرید
طبع گہر زائے غلام فرید
ذوق تولائے غلام فرید
شوق و تمنائے غلام فرید

منکشف اسرار نہاں گشتہ است
وا اشد در گلشن عرفان حق
پر شدہ از بادۂ عشق نبی
ساختہ گنجی ز مضامین نعت
یافت چہ گل ہائے تر از باغ نعت
واہ زہر شعر تر اوش کند

۱ شاہ اسماعیل صاحب کے پیر و مرشد۔

۲ شاہ صاحب کے پیر بھائی اور دوست۔

۱۹۳۶ء

تواریخ نیش زدن زنبور بران خاکسار حامد حسن قادری

ہمارے مکان شکستہ ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں مرحوم واقع قاضی گلی میں بھڑوں کا چھتا ہے۔ بلند ہونے کے سبب سے رسائی مشکل ہے کہ توڑا یا جلایا جائے۔ بھڑیں اس قدر موذی ہیں کہ گھر بھر میں مشکل سے کسی کو کانٹے سے چھوڑا ہوگا۔ مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب رامپوری مہمان تھے اور ان کے ساتھ فتحپور سیکری جانے کا ارادہ تھا۔ رات میں ال ٹین اٹھا کر چلا کہ صبح کے لیے کپڑے نکال لوں۔ لائین پر تنیا ہو گا اس نے کاٹ لیا۔ پاجامے کے اوپر ہلکا سا ڈنگ لگا۔ لیکن اس نے بھی کافی اذیت دی۔ ورم بھی ہو گیا۔ تموزی سی پتی بھی اُچھل آئی۔ صبح کا جانا کیارات کا کھانا بھی ملتوی کیا۔ ناشتہ بھی پکتے پکتے رو گیا غالباً جس سال بعد میرے تپتے نے کاٹا ہے۔ (۱۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(۱)

تیرے از کیش زنبورے
نیش زنی کیش زنبورے
ایذا از نیش زنبورے

۱۳۵۵ھ

زخے زد امشب بر رانم
شکوہ چرا؟ چوں ہست مسلم
ہاں تاریخ گبو اے حامد

(۲)

کریں سیکری چل کے سیر اور سپانا
گندھا رہ گیا ناشتے کا بھی آنا
سنادو کہ - حامد تپتے نے کاٹا

۱۳۵۵ھ

ارادہ تھا ہم اور فیاض صاحب
مگر نیش زنبور نے باز رکھا
یہ تاریخ تم التوا کے سبب کی

تاریخ ہزیلیہ اُجوبہ

آگرہ یونیورسٹی کے کالونڈریشن (سالانہ جلسہ تقسیم استاد) کے لیے ہمیشہ سے ازراہ قانون نومبر کامپینڈ اور سنیچر کا دن مقرر ہے۔ تاریخ کوئی ہو ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۵ء تک آٹھ جلسے اسی پابندی سے ہوتے رہے۔ ان جلسوں میں کبھی کبھی گورنران صوبہ نے بھی صدارت کی جو یونیورسٹی کے چانسلر ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ سنیچر کا دن ہی رہا۔ ۱۹۳۶ء

دفتر تواریخ

کے لیے گورنر صاحب نے ۲۰ نومبر روز جمعہ مقرر کر دیا۔ ان کو خود کیا خیال ہوتا، یہ رجسٹرار اور چانسٹر کا فرض تھا کہ جمعہ کے جلسے کی دشواری کو دیکھتے۔ لیکن وہ دونوں ہندو ہیں بلکہ ساری یونیورسٹی گویا کفرستان ہے چنانچہ اسی دن کا اعلان کر دیا۔ اس میں بڑی خرابی یہ تھی کہ سند لینے والے لڑکوں کو ساڑھے بارہ بجے سے حاضر ہنا پڑتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو نماز جمعہ کا وقت نہیں ملتا۔ یہ دیکھ کر جلسے سے کئی مہینے پہلے عابد حسن نے وائس چانسٹر ڈاکٹر باسو کو ایک طویل خط لکھا کہ آپ نے مسلمان لڑکوں کے لیے یہ مسئلہ پیش کر دیا ہے کہ وہ یا سند لے لیں یا نماز جمعہ پڑھ لیں۔ اگر ایک لڑکا بھی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو اس کی رعایت ضروری ہے۔ اس خط نے یونیورسٹی میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور اور شورش خاموش برپا کر دی۔ آخر لڑکوں کو اطلاع کر دی گئی کہ دس بجے آکر گون لے لیں اور بعد نماز دو بجے آکر شریک جلسہ ہو جائیں اور سند لے لیں۔

جمعہ کو رکھا کانوو کیشن توہین اسلام تھی کیسی
 آگیا ہوش ان بے دینوں کو سُننی پڑیں کچھ ایسی ایسی
 کرنی پڑی آخر کو رعایت بات نہ تھی کچھ ایسی ویسی
 لکھنی ہے تاریخ جو حامد ایسی ہو یہ بات ہے جیسی

۳۲۹

یعنی کہہ دے کفر کدہ سے

ہات ترے کی ایسی تھیں

۳۲۹ + ۱۶۰۷ = ۱۹۳۶ء

تواریخ وفات مفاجات منیر الزماں خاں مارہروی طالب علم سٹیٹ جانس کالج آگرہ

ماہ اپریل ۱۹۳۶ء میں ایف اے کا امتحان دے کر مارہرہ گیا۔ مئی میں اتفاق سے دریا میں

ڈوب گیا جون میں کامیابی امتحان کا نتیجہ آیا زاہد حسن فریدی سلمہ کی فرمائش سے یہ

تاریخیں کہی گئیں اور کالج میگزین میں شائع ہوئیں۔

(۱)

نامش منیر و رعنا جوانے
 در کالج ما مثلش بنودہ
 بہر شنا شد روزے بدریا
 پیش ضمیرش مہ غرق نخلت
 شیرین مقالے، نیکو سریرت
 ناگاہ آمد پیغام رحلت

دفتر تواریخ

زندہ نیامد از آب بیرون اے وائے حسرت، اے وائے عبرت

تاریخ مرگش حامد نوشتم

تنش بدریا روحش بخت

۱۹۳۶ء

(۲)

کہ بُرد از بر ما جوانے سعید

بگفتم - منیر غریق و شہید

۱۹۳۶ء

چہ دست اجل بود آں موج آب

من از روے الہام تاریخ مرگ

(۳)

خداوارش شادماں در بہشت

کہ - آید منیر انزماں در بہشت

۱۳۵۵ھ

زمرگش غمین و حزینیم ما

ہمیں قول رضوانت تاریخ او

(۴)

غم ہستی کا بار اترا

ڈوب کر بھی منیر پار اترا

۱۳۵۵ھ

تو رہا خوب اے منیر زماں

یہ دل زار سے ہوئی تاریخ

(۵)

منیر اس طرح مر جائے، یہی رونا ہے، گوج ہے

کے رہنا ہے دنیا میں، کے لہنا ہے دنیا سے

سنا ہے، اُس سے پہلے کہہ دیا تھا اک نجومی نے

نہ جانا پاس دریا کے تھیں خط و تہ دریا سے

نہ جانا تھا لب دریا، مگر اک روز جا پہنچا

کہ نادانی بھی ہو جاتی ہے اکثر مردانہ سے

نہ کیوں جاتا کہ سچ ہے کان وعد اللہ منعوا

ٹکنا اُس کا گھر سے، تما اوہر کے سکھ، ایات

دفتر تواریخ

حیات و موت کا واللہ وہ عقدہ ہے پیچیدہ
کہ دانشمند بھی عاجز رہے حل معما سے
تماشے کو گیا تھا دوستوں کے ساتھ دریا پر
مزہ چکھنا تھا لیکن موت کا ذوق تماشا سے
جو دیکھا تیرتے لوگوں کو، جی اس کا بھی لچایا
چلا دریا کی جانب جیسے پانی پر گریں پیاسے
بس اک غوطہ لگایا تھا کہ پیغام قضا پہنچا
اجل ٹالے نہیں ٹلتی کسی دانا توانا سے
غریق ناگہاں کو رتبہ ملتا ہے شہادت کا
امید مغفرت اس کو نہ کیوں ہو حق تعالیٰ سے
”خدا بخشے بہت سی خوبیاں تمہیں مرنے والے میں“

مجھے تاریخ کی تھی فکر، بولا ہاتھِ غیبی
لکھو۔ کیا خوب پہنچا غلہ میں وہ راہ دریا سے
سے طے باغ جناں اس کو طفیل شاہ بطحی

۱۹۳۶ء

تاریخ تحت نشینی مہاراجہ گوالیار

۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو یہ رسم ادا کی گئی

(یہ تاریخ حافظ سعید الرحمن صاحب مرحوم کے سالے حافظ بشیر احمد صاحب کے فرزند

محمود الرحمن صدیقی عندلیب ٹیکنوی کے لیے لکھی گئی تھی)

سندھیا کار ہے خورشید ہے ریاست تاباں اے جواں بخت مہاراجہ جیا جی راؤ
عندلیب آج ہے دن جشن کا، پڑھ دو تاریخ والی تحت مہاراجہ جیا جی راؤ

۱۹۳۶ء

تاریخ انقلاب شاہی ایڈورڈ

۱۹۳۶ء

تاج سے دست برداری

۱۳۵۵ھ

دفتر تواریخ

شاہ برطانیہ و قیصر ہند ملک معظم ایڈورڈ ہشتم جنوری ۱۹۳۶ء میں اپنے والد بزرگوار جارج پنجم کی جگہ تخت نشین ہوئے۔ بادشاہ سلامت سالہا سال سے ایک عورت کے دام عشق میں گرفتار تھے۔ کہتے ہیں کہ اس عورت نے ۱۹۱۶ء میں ایک شخص ولس وارفیلڈ آف بالٹی مور سے شادی کی تھی اور ۱۹۲۶ء میں اس سے طلاق لے کر ایک دوسرے شخص ارنسٹ سمپسن کے نکاح میں آگئی تھی اور پھر دس سال بعد اکتوبر ۱۹۳۶ء میں دوسرے شوہر سے بھی آزادی حاصل کر لی۔ اسی مرتبہ بادشاہ سلامت کی زینت پہلو بننے کے لیے طلاق لی ہے وزارت برطانیہ نے شاہ ایڈورڈ کو اس نکاح کی اجازت نہ دی اس لیے بادشاہ نے حکومت سے دست برداری کر لی۔ اور ان کے دوسرے بھائی جارج ہشتم کا لقب اختیار کر کے بادشاہ بن گئے۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۶ء کو برطانیہ میں اور ۱۴ دسمبر کو ہندوستان میں سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا اب شاہ سابق ڈیوک آف وندسمر کہلائیں گے۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں اپنی محبوبہ مسز سمپسن سے نکاح فرمائیں گے۔

(۱)

شہنشاہِ اڈورڈ شاہی کند ترک
چو تاریخِ جستم، ندا آمد از غیب
بہ عشقِ مسز سمپسن شوخ طرار
کہ از "تخت و خیل و حشم" "دست" بردار
۲۳۰۰ - ۳۶۲ = ۱۹۳۶ء
۱۹۳۶ء

(۲)

جو اڈورڈ کی بدلی تقدیر شاہی
کہی میں نے تاریخ: تغیر شاہی
۱۹۳۶ء

(۳)

دل مسز سمپسن میں انکا تھا
ہوئی تاریخ دست برداری
کچھ دنوں بیدی سے راج کیا
نذر سوداے عشق تاج کیا
۱۹۳۶

(۴)

ایں کار کرد لیک عجب ناؤر ست او
از تاج دور ہواے ز نے دست شست او

۱۹۳۶ء

ز آغاز می نمود خرد مند شاہ ما
تاریخ ترک شاہی اڈورڈ ہشتم است

(۵)

ہر کرا دادہ اند بخت جدا
”شاہ مجنوں“ ز ”تاج و تخت“ جدا

۴۵۵ - ۱۸۱۰ = ۱۳۵۵ھ

ایں فرود آمد آں تخت نشست
گفتہ ام حسب حال تاریخ

(۶)

اُس طلاقن کے لیے اڈورڈ تاج دے اپنا راج
شاہ نے ہار اقرار عشق کی بازی میں تاج

۱۹۳۶ء

چھوڑ بیٹھے بے تکلف دو دو خاوندوں کو جو
میں نے بھی تاریخ پوری کی ہے یہ دو چھوڑ کر

(۷)

بتاؤ ہوتے ہیں سینگ اور کیا گمراہ کے سر میں
خمار دانہ گندم بھرا ہے شاہ کے سر میں

۱۹۳۶ء

وہ دو خاوند چھوڑے اور یہ لاج اور راج اپنا
کہی تاریخ میں نے دو کو شامل کر کے اس ضد میں

(۸)

بے عشق پیرزن گاں ترک گفتہ شوے ثانی را
بریں مردانہ ہمت آفریں گوے و بتار بخش

۱۹۳۶ء

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عشق کے متعلق فرماتے ہیں: ”ایں خمار دانہ گندم بود۔“

(۹)

گرفتی زاڈورڈ و دادی بجارج
شمر دی چو اے دل کہ ”معزول شد“
بشد ماتشاء ، نشد مانشاء
بگو۔ تنزع الملك ممن تشاء
۲۵ ۷
۱۳۷۹ھ

۱۹۳۶ء

(۱۰)

شاہ لے شایہ کہ شادی، ایک چیز
میں نے بھی کہہ دی لیکے آیک
ہے یہ مسٹر بالڈون کی رائے سخت
یعنی، یا محبوبہ لے یا تاج و تخت
۱۹۳۶ء

(۱۱)

ہوا سلطنت میں جو یہ انقلاب
دل شاہ ٹوٹا، یہ تاریخ لکھ
بہت کچھ بڑے پادری کا ہے دخل
بشپ آف کنزبری کا ہے دخل
۱۹۳۶ء

(۱۲)

اڈورڈ کی اس نے دل سے ہمدردی کی
تاریخ بھی میں نے حسب موقع لکھی
نکلا تو یہ ایک شخص مشکل کا شریک
ہے مشورہ بے مثال چرچل کا شریک
۱۹۳۶ء

(۱۳)

حامد عجبے نیست ازیں گردش ایام
تاریخ نوشتہ عجبے کلک مورخ
گر جارج تخت آمد واڈورڈ اگر رفت
مارا چہ از انجام کہ گاؤ آمد و خرف رفت
۱۹۳۶ء

(۱۴)

بہت سہجلیت سے کی تھی ترک شاعری، اور یہ آساں تھا
اگر لکھنا ہوا حامد سال ہجری عیسوی یکجا
مگر عدت نے راہ وصل ماری، یہ قیامت ہے
کہو، اپریل کی ساعت شماری، یہ قیامت ہے
۱۳۵۵ + ۵۸۱ = ۱۹۳۶

اس قطعہ میں یہ خوبی ہے کہ اگر آخری مصرعوں کی ردیف اور اسی کے برابر پہلے مصرعوں کے آخری الفاظ پیوز
کر پڑھی جائے تب بھی قطعہ و مضمون و تاریخ سب موزوں رہتے ہیں۔

(۱۵)

چھ مہینے ہیں ابھی وصلِ مسز سمپسن میں شوق کے حق میں ہے، یہ قید، تباہی گویا
بر محل میں نے یہ تاریخ کہی اے حامد
آب و غربال ہے صبرِ دل شاہی گویا

۱۹۳۶ء

(۱۶)

ڈھل گیا اے شاہ جو خورشیدِ حسن پایا تو کیا پایا دل آرام کو
وصل ہو زوجہ سے تو تاریخ ہو
”عید سہوئی ذوق و لے شام کو“

۱۳۵۵ھ

(۱۷)

دیدہ مجنونِ ولیلے ہو تو ہو ہے جوانی کا تو اب وقتِ وداع
لکھ دے یہ تاریخ کوئی شاہ کو
ہے دکانِ حسن و خوبی بے متاع

۱۳۵۵ھ

(۱۸)

عشق کے ہاتھوں ملی شاہنشاہِ اڈورد کو ملک کی شورش سے بھی دولت کے شر سے بھی نجات
میں نے یہ تاریخ لکھی سن کے شاہی فیصلہ تاج کے ساتھ آج پائی دردِ سر سے بھی نجات

۱۹۳۶

(۱۹)

مزید ار ہوا اکھ، کیا خاک لذت چبا یا ہوا اک نوالہ ملا ہے
ہوئی فکر تاریخِ حامد تو دل نے کہا، ٹوٹا پھوٹا پیالہ ملا ہے

۱۳۵۵ھ

تضمین بامزہ

۱۳۵۵

حال عاشقی شہ، بیان حافظ و حامد

۱۹۳۶ء

نہ چڑھتا کس لیے عشق شہِ اڈورد کا پارا کہ تھا حسنِ مسز سمپسن نے تیرے خطا مارا

۔ استاد ذوقِ دہلوی کا مشہور مصرع ہے۔

عجب کیا، کہہ گیا ہے پہلے اک اللہ کا پیارا اگر آں ٹرک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بھلا مسکور تھی جب عقل ساری اور دل سارا سمجھتا کیا وہ، ناحق سب نے سمجھانے میں سر مارا
وزیر آے جو مانع تو یکا یک شاہ للکارا اگر آں ٹرک برطانی بدست آرد دل مارا
بزلف کوتہ اش از تخت شویم دست عوارا

ادھر تھا حسن مرد و عشق زن۔ برعکس ادھر عالم وہاں عصمت یہاں شاہی کے جانے کا تھا ڈر ہر دم
یہ اڈورڈو مسز سمپسن پہ بھی صادق نہیں کچھ کم من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخارا

ز عقد بے بہاے گوہر روشن بدانستم ز گل ہاے تر خوشبوے صد گلشن بدانستم
زندہ کار ہاے خوب ہر فیشن بدانستم ز حسن روز افزوں مسز سمپسن بدانستم
کہ عشق از تخت انگلستان فرود آرد شہ مارا

مسز سمپسن نے رنگ عشق میں شہ کو دیا وہ ڈوب کہ پھینکے اس نے سب رایل کراؤں اور رایل روب
غضب ہے یہ جنوں بن جاے صحن عقل کی جا روب فغاں سکیں فتنہ امریکی و شوخ فریند آشوب
چناں بڑدہ است صبر از شہ کہ ٹرکاں خواں یغمارا

کسی انجیل رخ کا ہوشہ ہندوستان حافظ رہے ہر حال میں اس کا خداے انس و جاں حافظ
یہ تھمیں خوب لکھی، گو کہاں حامد کہاں حافظ غزل گفتی و ڈر سفتی بیاد خوش بخواں حافظ
کہ بر نظم تو افشانند فلک عقد ثریارا

بدرج لعل پاشد لعل و مرجاں بحر و کاں حامد بروج ماہ بخشد ماہ و خور را آساں حامد
بلوچ سیم بارد و سیم و ز را کہکشاں حامد بخش شوخ این مصراع تاریخی بخواں حامد
بجام زر بیفشاند فلک عقد ثریارا

۱۹۳۶ء

سر تا وصلش با مسز سمپسن اگر باشد بگو۔ عقد ثریارا پہ جام زر فریاد پاشد

۱۹۳۷ء

امریکی ۲ Royal Crown شاہی تاج ۳ Royal Robert شاہی لباس ۴ حافظہ شاعر یہ ہے۔

فغاں سکیں اولیاں شوخ شیریں کار شہ آشوب چناں بڑدہ صبر اولیاں شہ تاج خواں یغمارا

دفتر تواریخ

تواریخ تحت نشینی ملک معظم قیصر ہند جارج ششم شاہ برطانیہ

(۱)

چو دیدم جم حشم شاہ معظم بشد تاریخ ہم، "شاہ معظم"

۱۳۵۶ھ

(۲)

سلطنت سڑیب و شان دیگر گیرد
حامد این سال تاجپوشی گفتم
چوں شہ جارج تحت را آراید
شاہد بخت شاہ چہرہ نماید

۱۹۳۶ء

(۳)

اڈورڈ ہشتمیں کا تھا جشن ہونے والا
اے خامہ مورخ تاریخ جشن نو کی
کیا ہو گیا ہے یارب، انساں کی عقل گم ہے
لکھ : جشن تاجپوشی جارج ششم ہے

۱۹۳۷ء

(۴)

جو ڈیوک سے بنا کنگ، اب ہے وہ ڈیوک کا ڈیوک
ہے کنگ، ڈیوک تھا جو، بیداد کہیے یاداد
قیصر کو اس کی شاہی، حامد کو اس کی تاریخ
تقدیر سے ملی ہے اب دولت خداداد

۱۹۳۶ء

(۵)

خرد سے فال تاریخی جو چاہی
توبولی، جارج پائے تخت شاہی

۱۹۳۶ء

بحر ذہنیف = فاساتن مناغلن مفعولن

(۶)

واقف ہے گلزارِ جہاں کا
بن کے گدائے عشق ملا ہے
بھیک کا لقمہ ، لاکھ مزے کا
عشق نے پیٹا ڈھول خوشی میں
ایک پھنسا ہے جال کے اندر
اُس نے لوٹی حُسن کی دولت

پتّا پتّا ، بوٹا بوٹا
ایک پیالہ ٹوٹا پھوٹا
خاک برابر اور کا جھوٹا
عقل نے غم میں سینہ کوٹا
ایک اگر جنجال سے چھوٹا
اس نے مزہ شاہی کا لوٹا

۸۸۴

لکھ قلم تقدیر سے تاریخ
پلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا

۱۰۵۲

+۸۸۴

۱۹۳۶ء

تواریخ انتقال ناگہانی

۱۹۳۶ء

منشی دھنپت رائے "پریم چند" ادیب کامل و نقاد ہندی و اردو

۱۹۳۶ء

(۱)

اس دور میں ہوئی ہے ادیبوں کو کم نصیب
بے مثل تھا فسانہ نگاری میں طرزِ خاص
نقاد بھی ، ادیب بھی ، ناول نگار بھی
تکمیل اور ہندی و اردو کی تھی ضرور
"ہرگز نمیرد آنکہ داس زندہ شد بعشق"
رکھتے تھے تم بھی عشق ادب، عشق ملک و قوم
زندہ ہو تم بھی، زندہ ہیں جب تک زبان و ملک

رکھتے تھے جو قلم میں رہانی پریم چند
رکھتے نہ تھے زمانے میں ثانی پریم چند
تھے شاہِ کشور ہمہ انی پریم چند
تھی موت ابھی سے تم نے آئی پریم چند
گوزندگی آجھی لی ہے فانی پریم چند
کی نذر عشق تم نے ہوانی پریم چند
یہ زیست وہ ہے جو نہیں آئی پریم چند

باقی رہے گی ہندی وارڈو کے ساتھ ساتھ چھوڑی ہے تم نے ایسی نشانی پریم چند

حامد پریم چند کی تاریخ انتقال ہے۔ فخر عصر و بحر معانی پریم چند

۱۹۳۶ء

(۲)

کہ برقی خرمن ہندی و اردو
تہی شد دامن ہندی و اردو
خزان گلشن ہندی و اردو

۱۳۵۵ھ

پیام مرگِ دھپتِ رے آمد
زگوہرہائے گفتارِ ”پریم“ آہ
بگوسالش زروے یاس و افسوس

(۳)

چرخ کم دیدہ ہندی و اردو
چشمِ نم دیدہ ہندی و اردو
آہ غم دیدہ ہندی و اردو

۱۳۵۵ھ

مثلِ نثرِ پریم چندِ ادیب
چوں ندارند در غمِ مرگش
گفت تاریخِ رحلتش حامد

(۴)

رفت پریم چند ہم در پسِ راشد آہ آہ
اے اجل از سان تو زخمِ بدل خوریم چند؟
ملک و زباں زمرگ اوبسکہ بخوں نشست اند
سالِ وفاتِ او بگو، آہ غمِ پریم چند

۱۳۵۵ھ

تاریخِ تاریخِ گوئی

ایک رات کو تاریخیں کہتے کہتے گیارہ بج گئے۔ وقت کا اندازہ ہوا تو احوال پڑھتا ہوا اٹھا،
لپ گل کر کے سونے کو لیت گیا، لیکن لیتے ہی اس رضاعت اوقات کا خیال آ گیا اور اس
کی تاریخ نکالنے میں ذہن مصروف ہو گیا چند منٹ میں دو تاریخی مادے لحاف کے اندر
آنکھیں بند کئے ہوئے نکل آئے سوچا کہ ممکن ہے صبح کو یاد نہ رہیں۔ اٹھا، لپ روشن کیا

تاریخ

میں سے لکھیے اور میرے ہاں سے ترسیل ہو

سے جرت نہ جرت گون کہ وہ نہ سے جرت گون

۱۳۵۰ھ

(۲)

نہ جرت گون میں کھوڑے جو بھگوت رکھتے تبت یہ دفت

یہ جرت گون نہ جرت ہے کہ ہے آخرا یہ تبت یہ دفت

۱۳۵۰ھ

(۳)

عد و شہدنی بچہ میں دفت کھوتے ہیں کہ یاد کام کا شہد بیکر سور بیکر

گرچہ مدے میں تک قافیہ ہو ہے مگر ضرور بخون ہے نہ نہ پور بیکر

سوائے اس کے کہ بزم ادب میں ہو خریف کچھ دور اس سے نہ دین نہ ذیل تصور بیکر

بیس غرض، کوئی پیدا ہو کوئی مر جائے یہ بخشوئے نہ اس سے وہ کچھ تصور بیکر

عمل بھی چاہیے، تاریخ تو درست ہے یہ کہ کام اس سے زیادہ بیکر تصور بیکر

۱۳۵۵ھ

تاریخ ہائے المرحلت

۱۹۳۶ء

سنگ مزار مولوی نور الحسن صاحب علوی کا کوروی

۱۳۵۵ھ

ابن محسن عالم جناب مولوی محسن کا کوروی رحمتہ اللہ علیہ

۱۳۵۵ھ

پہلی تاریخ کا اضافہ بعد کو کیا گیا ہے۔ نوٹ میں جن کا لکھا ہے وہ اس کی تاریخ میں ہیں

ادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

۱۹۳۶ء

(۱)

بجنت مولوی نورالحسن رفت
دل اہل نظر راجوں سویدا
بر اخلاق نکولیش فخر ما بود
رقم سال وفاتش کرد حامد

ذریکتا ز گنج علم شد غم
پچشم اہل دل مانند مرڈم
چوناز آساں بر ماہ و انجم
کہ، نیر سے داخل فردوس ہشتم

۱۰۹۵ + ۲۶۰

۱۳۵۵ھ

(۲)

ایسا صدمہ ہے وفات مولوی نورالحسن
لکھی تربت کے لیے حامد نے تاریخ وفات
کب پھپھپے سے ترے اے دیدہ پر غم پھپھا
آج کیا اوج ادب کا نیر اعظم پھپھا

۱۳۵۵ھ

تواریخ انتقال اندوہناک

۱۹۳۶ء

برائے

مزار اناصح الکلام اصغر گونڈوی

۱۹۳۶ء

(۱)

صاحب دل خدا دوست اصغر حسین گونڈہ
دامم بظیل لطف داور بخلد بادا
چوں راہی جناں شد بنوشت کلک حامد
سالش ز روے الہام، اصغر بخلد باد

۱۹۳۶ء

(۲)

حضرت اصغر حسین گونڈوی
ان کی تصنیفات نثر و نظم ہیں
میں نومبر کا کلمہ نیر تھا

شعر میں رکھتے تھے کیا دل کیا نگاہ
آساں علم و فن کے مہر و ماہ

دفتر تواریخ

حامد ان کی قبر پر سالِ وفات لکھ - منور قبر اصغر یا آلہ

۱۹۳۶ء

(۲)

گئے دارِ فنا سے جانبِ باغِ جناں اصغر

ادیبِ ملکِ اصغر، ناظمِ شیوا بیاں اصغر

انہیں حاصل تھا حامد مرتبہ معجز کلامی کا

لکھو تاریخِ رحلت - شاعرِ جادو زباں اصغر

۱۹۳۶ء

(۳)

جو سوز و درد و اثر تھا کلامِ اصغر میں وہ فنِ شعر میں ہے نادر و لطیف و عجیب

جگر کے دل سے وہ پوچھو مری زباں سے سنو نیاز اور یگانہ کو کب ہوا ہے نصیب

یہ سالِ رحلت اصغر لکھا ہے حامد نے

کہ - آہ شاعر و نقاد و نکتہ سنج و ادیب

۱۳۵۵ھ

سرورقِ تاریخی روزنامہ چہ حامد حسن قادری بابت ۱۹۳۷ء

۱۳۵۶، ۱۳۵۵ھ

واللہ علم غیب السماء

۱۳۵۶ھ

”مرآت معاملات تقدیر“

۱۹۳۷ء

عجیب مراد آبادی اصغر مرحوم کے سب سے زیادہ اہم ان ہیں مع نیاز فقہاری نے ان کا ۱۵ مئی ۱۹۳۷ء میں ایک خط شائع کیا ہے۔ اس میں زایگانہ چنگیزی کی رائے ہے کہ علی شاہ کے لڑکوں نے اصغر و بیانیہ شاعر بنادیا ہے۔

دفتر تواریخ

مرآت تقدیر

۱۳۵۵ھ

رہبر ما بہر رہ عمل است
برسر ما و جملہ مخلوق است
رنگ و بوئے کہ در جہاں داریم
انچہ جوئیم ما وی یا بیم
می کنیم انچہ امر کرد بکن ،
می نویسیم انچہ بنوشت است
سالِ ایں ڈاری ست پس چہ غلط

خلاصہ قضا و قدر

۱۹۳۷ء

بکم ضوا فکن قضا و قدر
سایہ دامن قضا و قدر
آمد از گلشن قضا و قدر
ہست از فخرین قضا و قدر
قادر ذوالمن قضا و قدر
اوستاد فن قضا و قدر
معنی روشن قضا و قدر

۱۹۳۷ء

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی

بسم الله قسم الازل عالم الغیب والسنین والحساب

۱۹۳۷ء

گنجینہ تواریخ

۱۳۵۵ھ

و

خزائن سنین و شہور

۱۳۵۵ھ

یعنی

فہرست مرتب سنین ہجری و عیسوی

۱۹۳۷ء

مطابق

ترکیب مطابقت سنین

۱۳۵۵ھ

ب

اصول صحیح مطابقت سنین ہجریہ و عیسویہ

۱۳۵۵ھ

نقل کردہ حامد حسن قادری و نور چشم زاہد حسن فریدی

۱۹۳۷ء

دفتر تواریخ

تاریخ وفات افضل حسین فرزند شیر خوار صاحبزادہ حافظ آل حسین شاہ صاحب قبلہ علی پوری

(۷ جنوری ۱۹۳۷ء کو مرض نمونہ میں رحلت کی)

افضل حسین ماہ پارہ
وہ آل حسین کا دلارا
کیا راحت و عیش کا سفینہ
منجدھار میں وہ ڈبو گیا ہے
آنغوش اجل میں سو گیا ہے
بے مثل تھا لعل کھو گیا ہے

تاریخ یہ قادری نے لکھی

کیا چاند غروب ہو گیا ہے

۱۳۵۵ھ

تاریخ شفایابی تجل حسین صاحب سب انسپکٹر پولیس اٹاواہ بفرمایش افضل احمد صاحب علی گڑھ
تجل صاحب وللا گہر کو تو نے صحت دی ادا کیونکر الہی ہم سے شکر مہربانی ہو
ہمیشہ رکھ سلامت اور با اقبال دنیا میں ہمیشہ ان کو حاصل کامیابی کامرانی ہو
وہ دشمن ظالموں کے اور مظلوموں کی پادور ہیں الہی وہ ہوں اور یہ جانتانی دلستانی ہو
سب اخلاق پسندیدہ میں اوصاف حمیدہ میں نہ کوئی ان کا ہمسر ہونہ کوئی ان کا ثانی ہو
مجھے افضل تاریخ مبارکباد لکھنی تھی کہا دل نے، مبارک غسل صحت جاودانی ہو

۱۹۳۷ء

تاریخ مبارک باد کپتانی

مسٹر ایل پی ماتھر ایم ایس سی پروفیسر زوالوجی (حیوانیات) سیٹ جانس کالج آگرہ نے

اپنے اعزاز کپتانی کی خوشی میں ۲۸ جنوری ۱۹۳۷ء کو اپنی کوٹھی میں تمام اشراف کو

دعوت دی۔ اس جلسہ میں یہ تاریخ سنائی گئی۔

ہوئے لفتنت سے کپتان مسٹر ایل پی ماتھر الہی جاہ و عزت، کی فراوانی مبارک ہو
مبارک خلق خوب و خدمت خلق خداتم کو مبارک قدر اعلیٰ عمر طولانی مبارک ہو

سے خاکسار حامد حسن قادری علی پور شریف میں قادری مشہور ہے نام کوئی نہیں جانتا، اس لیے تخلص بجائے حامد کے
قادری نظم کر دیا ہے۔

دفتر تواریخ

مبارک ہو تمہیں ہم دوستوں یاروں کی مہمانی تو ہم کو میزبان خندہ پیشانی مبارک ہو
مبارک ہو یہ اظہارِ خوشی کپتان ہونے کا تمہیں دعوت کھلانی اور ہمیں کھانی مبارک ہو
یہ حامد نے بھی تاریخ مبارک یاد لکھی ہے
کہ، تم کو ایل پی ماتھر یہ کپتانی مبارک ہو

۷ ۱۹۳۷ء

تاریخ ولادتِ فرزندِ ارجمندِ صاحبزادہ حافظ سید اختر حسین شاہ صاحب قبلہ علی پوری
نبیرہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم دار اعظم مرشدی و مولائی امیر اہلحدیث والہدین حضرت شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ

(۱)

ذاتِ صاحبزادہ اختر حسین ہست مہر انورِ اوج شرف
از جمالِ چہرہ فرزند او گشت تاباں منظرِ اوج شرف

قادری سال ولادت گفته است

جلوہ بنمود اختر اوج شرف

۷ ۱۹۳۷ء

(۲)

ہو مبارک ولادت فرزند پُر رہے بادۂ طرب سے ایان
ہے یہ دلہندِ قبلہ عالم کیوں نہو خاندان کا چشم و چراغ
نور سے جس کے خیرہ دیدہ مہر رشک سے جس کے دل میں ماہ کے داغ
حُسن سے جس کے چشم دل کو فروغ دید سے جس کی سیر گل سے فراغ
عرض کرتا ہے قادری تاریخ آج پھولا پھلا مُراد کا باغ

۵۵ ۱۳۵۵ھ

تاریخ وصالِ ابدی

۵۵ ۱۳۵۵ھ

صاحبِ الطاف جناب ڈاکٹر سید شمشیر علی

۷ ۱۹۳۷ء

شمشیر علی صاحب مرحوم

۱۳۵۵ھ

انتقال شمشیر علی صاحب مرحوم

۱۹۳۷ء

(۱)

تھے سید شمشیر علی مغفور
تاریخ وفات اُن کی حامد نے کہی

دربارِ علی پور کے شاعر مشہور
شمشیر کا مرقد ہے بزم پر نور

۱۹۳۷ء

(۲)

کر کے طے زیت کی منزل شمشیر
اب ہیں اللہ سے واصل شمشیر
سنت شیخ کے عامل شمشیر
سید و صوفی کامل شمشیر
خلقِ ابرار کے حامل شمشیر
تھے وہ صاحب دل و خوش دل شمشیر
ہر جگہ رونقِ محفل شمشیر
کہ نہ رکھتے تھے مماثل شمشیر
کر کے طے سارے مراحل شمشیر
کس قدر شوق سے شامل شمشیر
پڑھنے اور سننے کے قابل شمشیر
تھے مگر رشکِ عنادل شمشیر
تھے سلیقے میں بھی کامل شمشیر
کہ ہر اک فن میں تھے فاضل شمشیر
ایسے لکھتے تھے مسائل شمشیر
درمیان حق و باطل شمشیر

منزلِ خلدِ بریں میں پہنچے
صحبتِ شیخِ میسر تھی یہاں
صورتِ شیخ کے شیدا و نثار
شاعرِ منقبتِ نعتِ شریف
تھے تو نگر دل و درویش مزاج
دل میں تھا درد تو باتوں میں مزہ
ہر کہیں سب کے عزیز خاطر
ڈاکٹر ایسے تھے فاضلکا میں
خدمتِ شیخ میں حاضر ہوتے
جلسہِ عرس میں ہوتے آکر
شیخ کی مدح میں نظمیں لاتے
عندلیب اور بھی اس باغ میں تھے
نظمِ شیشے میں لگا کر لاتے
پڑھتے پھر اس کو خوش الحانی سے
دل میں گھر کرتا تھا مضمون اُن کا
فرق کرتے تھے بڑی خوبی سے

دفتر تواریخ

اہل باطل کو بیاں سے اپنے
اہل دل زخمِ محبت کھاتے
اہل شر سُننے تو کٹ کٹ جاتے
بن گئی اُس کے لیے قبرِ غلاف

حق پہ کر دیتے تھے مائل شمشیر
تھے خود اس تیغ کے گھائل شمشیر
تھی زباں ان کی وہ قاتل شمشیر
اب کہاں آہ وہ اے دل شمشیر

سالِ رحلت نکل آیا جو ہوے

جنتِ خلد میں داخل شمشیر

۱۰۸۷ + ۸۵۰ = ۱۹۳۷ء

تواریخ نکاحِ پیرانہ سری حاجی ہوسباز

۱۹۳۷

(۱)

کیا کہنے لگا دیکھو حاجی جو گیا بولا
این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولے
وین دفتر بے معنی غرق سے تاب اولے
توبہ کرو حاجی جی، کیا ڈھن ہے یہ اب ہر دم
چو عمر تہہ کردم، چند آنکہ نگہ کردم
در گنج خراباتی افتادہ خراب اولے
یہ کس کے تصور سے کہتے تھے وہ بیچارے
از ہجو تو دلدارے دل بر نکشم آری
گر تاب کشم بارے زان زلفِ بتاب اولے
دل کہتا ہے پڑھ بھی دے تواریخ ہوسبازی
ہاں: فہم کن اے حاجی اس چند شیرازی

۸۸۰

رندی وہ ہوسناک در عہد شباب اولے

۱۰۵۷

۱۹۳۷

(۲)

چوں پیر شدی حاجی باز آرزو س رانی
در شیب نمی باشد این شوقِ شباب اولے
جب آہی گئی پیری، کیا لذتِ زن گیری
پہلے یہ خطا کرتے، ہے اب تو صواب اولے
حاجی و نمازی کو پیری میں ہوس کیوں ہو
اب خوفِ عذاب اچھا، اب سعیِ ثواب اولے

اب شوق گھٹانا تھا یا عیش بڑھانا تھا
 اب دست ہو س شب میں بڑھنا تھا کہ گھٹنا تھا
 دریا بے ہوس میں تردا من نہ ہو، یہ بہتر
 اب نام چلانا ہو یا کام چلانا ہو
 ہو عادت کم خوابی یا خلعت کھانی؟
 ہے صبر بھی گنج زر، گر ہونہ خرچ زر
 اک شین پہ گرم کوشین اور بڑھانا تھا
 اچھا جو جواں بننا ٹھہرا تو رنگو داڑھی
 رنگ لیجے ہاں داڑھی، اچھا ہے چھنے گاڑھی
 اب رات تمھاری ہے، کیا بات تمھاری ہے
 ہو بحر طرب جاری ہو ڈانڈ بھی کشتی بھی
 تم حاجی ”زوجی“ ہو، ہم شاعر ”موجی“ ہیں
 جب آپ کی جانب سے رندانہ سوال اٹھا
 تھی آہ و فغان اعلیٰ یا چنگ و رباب اولے
 بیداری تھی اب افضل یا مستی خواب اولے
 یا جامہ پیری تھا آلودہ بآب اولے
 تھی اُس میں رواجِ عجلت یا اس میں شتاب اولے
 ہے قصر اہل بہتر؟ یا طولِ طناب اولے
 تھا خونِ جگر اچھا یا لعلِ مذاہب اولے
 تھے شیر و شکر بہتر، تھے شہد و شراب اولے
 وہ ٹھیک ہے تو پھر یہ کیوں ہونہ جناب اولے
 چہرے پہ بھلا پوڈر، داڑھی میں خضاب اولے
 پھر عید ہو یا ہولی، ہے رنگِ شہاب اولے
 سیر صدف و گوہر باموج و جناب اولے
 تمھ کو وہ لقب موزوں، ہم کو یہ خطاب اولے
 یاروں کی طرف سے تمھارے رندانہ جواب اولے

اے حاجی ماہِ شنو تاریخ کہ فی الواقع

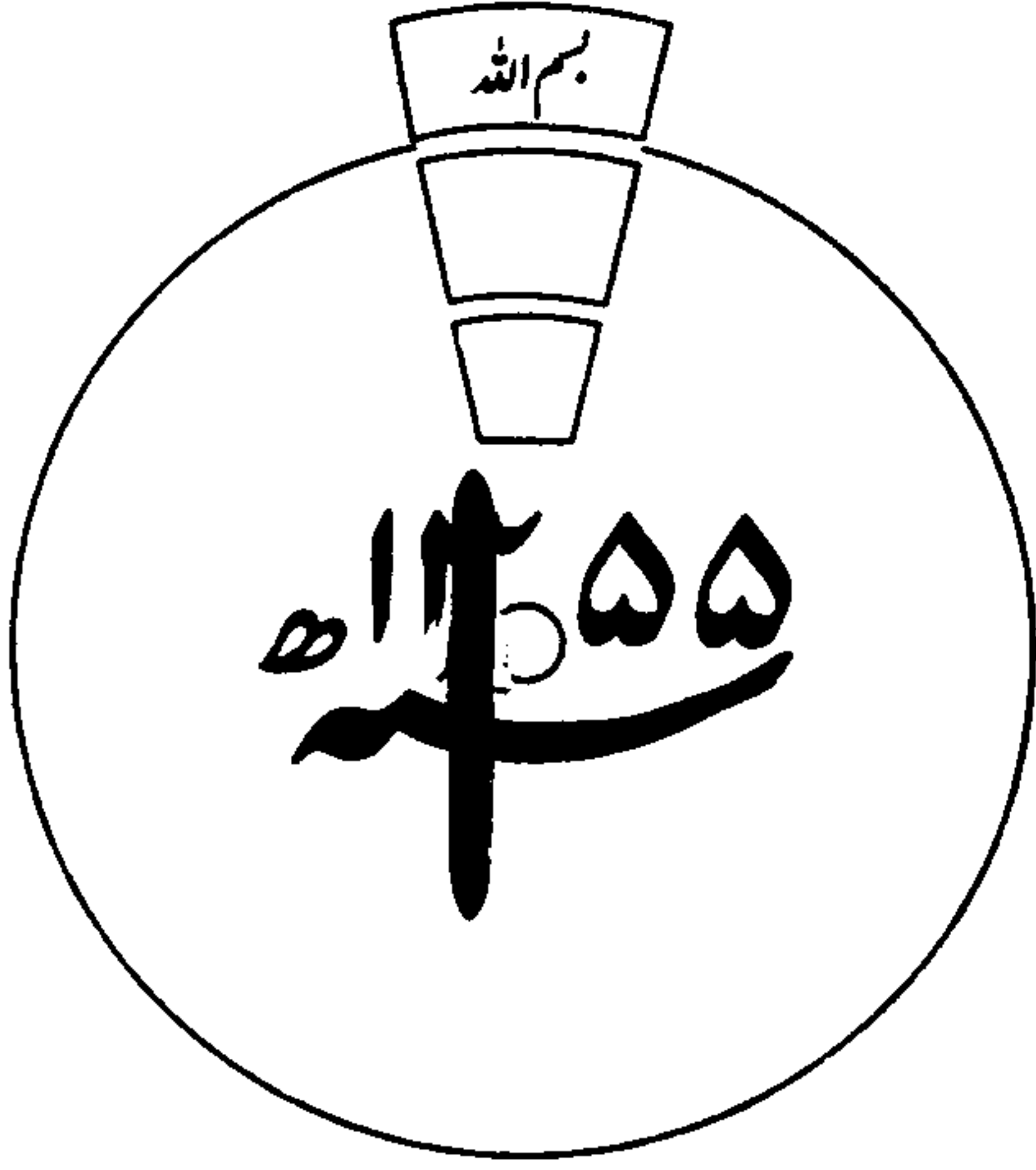
۲۹۸

رندی وہ ہوسنا کی در عہد شباب اولے

۱۰۵۷ = ۱۳۵۵ھ



پتہ: محلہ علی گھنہ
 ایف۔ او۔ ڈی۔ ای. کی. ایل. م. ای. سی. ای. سی.
 ۲۰ ۸۰ ۴۰ ۳۰ | ۵۰ ۳۰ ۳۰ ۳۰ ۳۰ ۳۰ ۳۰ ۳۰
 قسٹ
 ق ر ش ت | ط م ل ن و ز
 ۱۰۰۰ ۹۰۰ ۸۰۰ | ۷۰۰ ۶۰۰ ۵۰۰ ۴۰۰ ۳۰۰ ۲۰۰ ۱۰۰



حاجی محمد قادی

نام مصنف : حامد حسن قادری
 تاریخ ولادت : ۲۵ مارچ ۱۸۸۷ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ بروز جمعہ
 وطن : پچھراؤں، ضلع مراد آباد، یوپی
 تعلیم : ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ، رام پور میں حاصل کی
 میٹرکولیشن ۱۹۰۹ء میں پاس کی ہے
 منشی کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۱۰ء میں دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے۔
 منشی فاضل اور ہائی پروفیشنسی ان اردو کے امتحانات ۱۹۱۱ء میں لاہور سے پاس کیے۔
 شادی : ۱۹۱۴ء میں شادی ہوئی۔ پانچ صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں، جن میں
 تین صاحب زادے اور ایک صاحب زادی حیات ہیں۔
 پیشہ : استاد : ۱۹۱۲ء پاری اسکول، مہو چھاوٹی
 استاد : ۱۹۱۲-۱۳ء اسلامیہ ہائی اسکول، اٹا وہ
 ہیڈ مولوی : ۱۹۱۳-۱۹۲۷ء حلیم مسلم ہائی اسکول، کانپور
 لکچرر : ۱۹۲۷-۳۵ء سینٹ جانس کالج، آگرہ
 صدر شعبہ فارسی و اردو : ۱۹۳۵-۵۳ء سینٹ جانس کالج، آگرہ
 وفات : ۶ جون ۱۹۶۴ء مطابق ۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ بروز سنچر
 ۶ بجے شام بعمر ۸۰ سال، بمقام کراچی (پاکستان)

8029

حاجی محمد قادی